معجزات خیر الانام ﷺ

شبیر حسن چشتی نظامی

کتبہ شرف الدین چمپارنی ۷۸۶

آفسٹ ایڈیشن

قیمت ۲۱/- روپے

اے ون آفسٹ پریس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا کیا

(۱) قبل از تخلیق عالم بجز ذات حق سبحانہ کوئی چیز موجود نہ تھی جب صانع ذوالجلال کو اپنے جمال اور صفت باکمال کا اظہار منظور ہوا تو اس نے سب سے پہلے اپنے حبیب احمد مصطفےٰ محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا۔

تمام مخلوقات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا ہوئی

(۲) حق تبارک و تعالیٰ نے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا فرمایا اور حضورؐ کے نور سے کائنات تخلیق فرمائی۔ حضور حبیب رب العالمین نے فرمایا ہے۔ میں خدا کے نور سے پیدا ہوا ہوں اور ساری مخلوقات میرے نور سے پیدا ہوئی ہے۔

ارواح موجودات میں سب سے پہلے حضور کی روح مقدس پیدا ہوئی

(۳) حضرت جابر رضؓ نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضورؐ کی روح مقدس پیدا فرمائی اور اس سے عرش کرسی آسمان اور تمام مخلوقات پیدا ہوئی۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا چرچا عالم بالا میں

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم اجسام میں ہی اللہ کے نبی نہ تھے۔ عالم ارواح میں بھی آپ کی نبوت و رسالت کا اعلان و چرچا تھا۔ حضور کا ارشاد ہے۔ آدمؑ کے جسم میں روح پڑنے سے پہلے ہی میں نبی تھا۔

حضور سرور عالم کی رسالت کسی قوم اور ملک کیلئے خاص نہیں،

(۵) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے انبیاء و رسل گذرے اُن کی رسالت ایک قوم یا ایک ملک کے لئے خاص تھی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام عالم کے لئے ہے۔ دنیا کے کسی خطہ یا ملک کے لئے مخصوص نہیں حق تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ترجمہ۔ پاک ہے وہ خدائے برتر جس نے فرقان اپنے بندے پر نازل کیا تاکہ وہ دُنیا کو خدا کے عذاب و غضب سے ڈرائے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کو تمام ادیان عالم پر شرف حاصل ہے

(۶) پھر حق تعالیٰ نے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام پر شرف عطا فرمایا اسی طرح آپ کے دین کو بھی تمام ادیان عالم پر فوقیت عطا فرمائی گئی۔

ترجمہ۔ اللہ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا

ہے تاکہ وہ اس کے دین کو باقی اور سب دینوں غالب کر دے۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبیت

(۷) اللہ تعالیٰ کی کمال محبوبیت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و حرمت اس آیت سے عیاں ہے۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی نبی علیہ السلام پر درود و سلام بھیجو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ پاک قیامت تک بلند رہے گا

(۸) انبیائے سابقین کی کتب توریت۔ انجیل۔ زبور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف اور انبیاء علیہم السلام کو اور ان کی اُمتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ دنیا میں اس سے بڑھ کر کسی کو رفعت ذکر نصیب ہوئی نہ ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ مسجدوں کے بلند میناروں سے پانچ وقت خدا کے نام کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کا اعلان کثرت ذکر کی وہ انتہائی معراج ہے جس کی نظیر دُنیا میں موجود نہیں تمام مذاہب عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

شریعت، طریقت حقیقت معرفت حضور

⑨ کے قول و فعل اور اصول کا نام ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ کو جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی محبوب ہے اسی طرح حضور کے اقوال افعال اعمال اور اصول بھی محبوب و مطلوب ہیں۔ اسرار المعانی میں ہے۔

ترجمہ۔ حضور نے فرمایا ہے کہ شریعت میرے اقوال کا نام ہے۔ طریقت میرے افعال کو کہتے ہیں۔ معرفت میرے اعمال ہیں اور حقیقت میرے احوال کا نام ہے۔

⑩ حضور تمام انبیاء سے پہلے پیدا ہوئے

حضرت ابو ہریرہ رضی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تمام انبیاء سے پہلے پیدا ہوا ہوں اور سب انبیاء کے بعد خلقت کی طرف مبعوث کیا گیا (ابن ابی حاتم)

میثاق الست میں حضور نے بلیٰ سب سے پہلے کہا تھا

⑪ سہل بن صالح ہمدانی رح سے روایت ہے کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی ع سے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء پر مقدم ہیں۔ حالانکہ آپ کا ظہور تمام انبیاء کے بعد ہوا؟ ابو جعفر نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ

نے جس وقت ذریات بنی آدم سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا اور فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ تو حضور سرورِ عالم ؐ نے سب سے پہلے اس سوال کے جواب میں بَلٰی (کیوں نہیں) فرمایا تھا۔ (ابو سہل القطان)

حضور سرورِ عالم ؐ کو کس وقت خلعت نبوت پہنایا گیا

(۱۲) حضرت ابو ہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم ؐ سے دریافت کیا گیا کہ حق تعالیٰ نے حضور ؐ کو نبوت کب عطا فرمائی؟ حضور ؐ نے فرمایا کہ آدم ؑ کی پیدائش اور اُن میں روح ڈالے جانے کے درمیان جو زمانہ تھا۔ اس وقت حق تعالیٰ نے مجھے نبوت عطا فرمائی تھی (حاکم)

حضور ؐ کا نام خدا کے نام کے ساتھ عرش اور

(۱۳) عالم ملکوت کی ہر چیز پر لکھا ہوا ہے

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضؓ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ عالم ؐ نے فرمایا ہے کہ جس وقت (بہ اقتضائے بشریت) حضرت آدم ؑ سے لغزش ہوئی تو انھوں نے خدا تعالیٰ سے عرض کیا "یا الٰہی میں تجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم دیتا ہوں مجھے بخش دے اور مجھ سے جو لغزش سرزد ہوئی ہے معاف فرما دے) اس پر حق سبحانہٗ تعالیٰ نے آدم ؑ سے پوچھا۔ تمھیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا علم کیونکر ہوا؟ آدم ؑ نے عرض کیا کہ جس وقت آپ نے اپنی قدرت

سے مجھے پیدا کر کے روح عطا فرمائی۔ اور میں نے سر اُٹھا کر دیکھا تو عرش کے ستونوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا نظر آیا۔ میں اُسی وقت سمجھ گیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ جس ذاتِ گرامی کے نام کو شامل کیا ہے۔ وہ یقیناً تیرا مقبول و محبوب ہو گا۔ حق تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔ اے آدمؑ تو نے سچ کہا۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تمھیں پیدا نہ کرتا۔ (طبرانی)

حضرت کعب احبار رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت آدمؑ نے حضرت شیثؑ کو وصیت کی تھی کہ تم جس وقت اللہ کا ذکر کرو۔ اللہ کے نام کے ساتھ ساتھ محمدؐ کا ذکر بھی کرنا۔ میں جس وقت پیدا ہوا تھا۔ میں نے آسمانوں کا طواف کیا۔ میں نے آسمانوں میں کوئی جگہ ایسی نہیں دیکھی جہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا ہوا نہ ہو۔ پھر جب حق تعالیٰ نے مجھے رہائش کے لئے جنت میں بھیجا۔ وہاں ہر محل اور بالاخانہ پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا ہوا دیکھا۔ حور عین کے سینوں پر اور درختوں کے پتوں پر اور حجابوں کے اطراف میں اور فرشتوں کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوا دیکھا اے میرے فرزند محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کثرت سے کیجو فرشتے ہمہ وقت آپؐ کا ذکر پاک کرتے ہیں۔ (ابن عساکر)

جنّت کے دروازے پر لَا الٰہَ اِلّا اللہ لکھا ہوا ہے

(۱۲/۲) حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنّت کے ہر دروازے پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔ (ابن عساکر)

حضرت آدمؑ کے شانوں کے درمیان محمد رسول اللہ مکتوب تھا

(۱۲/۳) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت آدمؑ کے دونوں شانوں کے درمیان مُحمّد رسولُ اللہ خاتمُ النّبیّین مکتوب تھا۔ (ابن عساکر)

حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی کے نگینہ پر حضور کا نام مکتوب تھا

(۱۲/۴) حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ حضور سرورِ عالمؐ نے فرمایا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی کا نگینہ آسمانی تھا (جو آسمان سے گرا تھا) اس پر یہ نقش تھا۔ انا اللہ لا الٰہ الا انا محمّد عبدی و رسولی (طبرانی)

حضرت آدمؑ کے عہد میں اذان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر

(۱۲/۵) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمؑ ہندوستان میں نازل ہوئے تھے اُن کو وحشت ہوئی تو جبرئیلؑ نے اس طرح اذان دی اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الٰہ الا اللہ۔ (دو بار) اشھد انّ محمّدًا رسول اللہ (دو بار) آدمؑ نے جبرئیلؑ سے پوچھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون شخص ہیں۔ جبرئیلؑ نے جواب دیا کہ وہ آپ کے بیٹے اور آخر الانبیاء ہیں۔ (ابونعیم)

حضورؐ کا ذکر ملکوت اعلیٰ میں

(۱۲) حضرت مولا علی کرم اللہ وجہٗ سے روایت ہے کہ جس وقت حق تبارک و تعالیٰ نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کی تعلیم دینی چاہی تو جبرئیلؑ ایک براق آپؐ کے پاس لے کر آئے حضورؐ نے اس پر سوار ہونا چاہا۔ براق نے شوخی کی۔ جبرئیلؑ نے کہا۔ اے براق شوخی چھوڑ دے۔ خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل و برتر کوئی خدا کا بندہ تیرا سوار نہیں۔ براق سیدھا کھڑا ہو گیا آپؐ اس پر سوار ہو کر اس حجاب کے قریب پہنچے۔ جو حق سبحانہ و تعالیٰ کے بالکل قریب ہے۔ اسی وقت ایک فرشتہ نے حجاب سے باہر ہو کر اللہ اکبر اللہ اکبر کہا۔ حجاب کے اندر سے آواز آئی۔ میرے بندے نے سچ کہا انا اکبر انا اکبر۔ اس کے بعد اسی فرشتہ نے دو بار اشھد ان لا الہ الا اللہ کہا۔ آواز آئی میرے بندے نے سچ کہا لا الہ الا انا پھر اسی فرشتہ نے اشھد ان محمدا رسول اللہ کہا۔ آواز آئی میرے بندے نے سچ کہا۔ انا ارسلت محمداً۔ اس کے بعد اسی فرشتے نے حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کے بعد اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ کہا۔ آواز آئی میرے بندے نے سچ کہا انا اکبر انا اکبر اس کے بعد وہ فرشتہ حضورؐ کا ہاتھ پکڑ کر آگے لے گیا۔ اس وقت اہل سمٰوٰت میں حضرت آدم اور نوح علیہما السلام موجود تھے۔ (بزار)

تمام انبیاء سے عہد لیا گیا کہ وہ حضورؐ پر ایمان لائیں

(۲۶/۷) سُدیؒ سے روایت ہے کہ حضرت نوحؑ کے زمانے سے جو نبی مبعوث ہوا اللہ تعالیٰ نے اس سے عہد لیا کہ وُہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آپؐ کی ضرور مدد کرے۔ اگر آپؐ کا ظہور ہوا اور وہ نبی زندہ ہو ورنہ وہ نبی اپنی قوم سے عہد لے کہ وہ حضورؐ پر ایمان لائے اور وہ آپؐ کی مدد کرے اگر آپؐ کا ظہور ہوا اور اس نبی کی قوم زندہ ہو۔ (ابن ابی حاتم)

حضورؐ کیلئے حضرت ابراہیمؑ نے دُعا کی تھی

(۲۶/۸) حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے حضور سرورِ عالمؐ سے عرض کیا کہ اپنی ذات مُبارک کی کیفیت سے آگاہ فرمائیے حضورؐ نے فرمایا کہ میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا ہوں۔ اور جن لوگوں نے میرے پیدا ہونے کی بشارت دی تھی اُن میں سب سے آخر حضرت عیسیٰ بن مریم ہیں۔ (ابن عساکر)

حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو حضورؐ کی پیدائش کی خبر دی تھی

(۲۶/۹) صحیفہ ابراہیم علیہ السّلام میں ہے کہ جبرئیلؑ نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ تمہاری اولادمیں بڑے بڑے خاندان ہوں گے اور ان ہی میں خاتم الانبیاء کا ظہور ہو گا۔ (ابن سعد)

حضرت یعقوبؑ کو خاتم الانبیاء کی بعثت کی بشارت

(۱۲/۱۰) طبقات ابن سعد میں محمد بن کعبؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوبؑ کو وحی بھیجی کہ میں تمہاری اولاد میں سے بادشاہوں اور نبیوں کو مبعوث کروں گا۔ سب سے آخر میں نبی محمدؐ خاتم الانبیاء کا ظہور ہوگا۔ (ابن سعد)

حضرت موسیٰؑ کو حضور سرور انبیاؐ کی پیدائش کی بشارت

(۱۳) ابو امامۃ الباہلیؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور سرور کائنات سے سُنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ جس وقت سعد بن عدنان کے بیٹوں کی تعداد چالیس ہوگئی تو انھوں نے حضرت موسیٰؑ کے لشکر کو حملہ کر کے لوٹ لیا۔ حضرت موسیٰؑ نے ان کے لئے بد دعا کی۔ اسی وقت وحی نازل ہوئی کہ ان کیلئے بد دعا نہ کرو۔ اُن کی اولاد میں ایک نبی اُمی۔ بشیر و نذیر پیدا ہوگا۔ اس کی اُمت مرحومہ ہوگی وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت ہوگی۔ وہ لوگ ایسے ہوں گے جو تھوڑے رزق پر قناعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے تھوڑے عمل سے راضی ہوگا۔ اور ہ لا الٰہ الا اللہ کہنے سے جنّت میں بھیج دے گا۔ ان کا نبی محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہے۔ وہ نبی اپنی ہیئت میں متواضع ہوگا۔ حکمت سے کلام کرے گا۔ حلیم ہوگا۔ اور میں اس کو اچھے لوگوں میں پیدا کروں گا۔ (طبرانی)

حضور سرورِ عالمؐ کا ذکر کتب سماوی میں

(۱۴) محمد بن حمزہ بن عبد السّلام اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جب میں نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر سنی تو میں فوراً ہی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا۔ کیا تم ابن سلام یثرب کے عالم ہو؟ میں نے عرض کی۔ ہاں۔ میں ابن سلام ہوں۔ آپؐ نے فرمایا میں تم کو اس خدا کی قسم دیتا ہوں۔ جس نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر توریت نازل کی۔ تم نے میری تعریف و توصیف توریت میں دیکھی۔ اس پر ابن سلام نے کہا اے محمدؐ اپنے رب کا نسب بیان کرو۔ حضور سنتے ہی کانپنے لگے۔ اسی وقت جبرئیلؑ تشریف لائے اور کہا۔ کہو اے محمد اللہ احد اللہ الصّمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد۔ حضور سرورِ عالمؐ نے یہ آیت پڑھ کر سنا دی یہ آیت سنتے ہی ابن سلام نے کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو غالب کرنے والا ہے۔ حق تعالیٰ آپ کے دین کو غلبہ عطا فرمائے گا۔ میں نے آپ کی تعریف توریت میں یہ پڑھی ہے۔

ترجمہ۔ اے نبی ہم نے تجھ کو گواہ، بشارت دینے والا اور امّت کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تو میرا نبی اور رسول ہے۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے۔ وہ نبی بدخلق نہیں۔ سخت مزاج نہیں۔ بازاروں میں شور و غل کرنے والا نہیں۔ وہ نبی برائی کا بدلہ برائی سے نہ دے گا۔ لیکن برائی کرنے والے سے عفو اور درگزر کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اس کی روح قبض نہ کرے گا جب

تک کہ اس کے سبب ملت کج سیدھی نہ ہو جائے اور لوگ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
کے قائل نہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ نابینا آنکھوں کو کھول دے گا
وہ حق کو دیکھیں گے اور بہرے کانوں کو کھول دے گا وہ حق کو سُنیں گے
اور جن دلوں پر غفلت کے پردے پڑ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ وہ
پردے اُٹھا دے گا تاکہ حق بات ان کے دلوں میں پہنچ جائے۔ (ابن عساکر)

سہل مولیٰ غیثمہ اہل مریس میں نصرانی المذہب تھا۔ وہ یتیم تھا اور
اس کی پرورش اس کا چچا کیا کرتا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ میں ایک روز انجیل
پڑھ رہا تھا۔ پڑھتے پڑھتے ایک ورق گوند سے چپکا ہوا ملا۔ میں نے اس ورق
کو کھولا اس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت مذکور تھی۔ اس میں لکھا تھا کہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم نہ کوتاہ قد ہیں نہ دراز قد۔ ان کا رنگ گورا ہوگا۔ ان کے سر کے بالوں کی
دو مینڈ یاں ہوں گی۔ اُن کے دونوں شانوں کے درمیان مہر ہوگی۔ عام طور
پر احتبا کی حالت میں بیٹھیں گے۔ صدقے کو قبول نہ کریں گے۔ گدھے اور اونٹ
کی سواری کریں گے۔ بکری کا دودھ اپنے ہاتھ سے نکالیں گے۔ پیوند لگا کر
کرتہ پہنیں گے۔ جو شخص ایسے معمولی کام کرے گا۔ وہ کبر سے خالی ہوگا۔ آپ یہ
سب کام کریں گے۔ آپ اسمٰعیل علیہ السلام کی ذریت سے ہوں گے۔ آپ کا نام
احمد ہوگا۔ سہل کہتے ہیں کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر یہاں تک پڑھ پایا
تھا کہ میرا چچا آگیا اور اس نے وہ چپکا ہوا ورق کھلا دیکھ کر مجھے خوب زدوکوب
کیا اور کہا تو نے یہ ورق کھول کر کیوں پڑھا۔ میں نے جواب دیا۔ اس ورق
میں نبی احمد کی توصیف تھی۔ چچا نے جواب دیا کہ وہ نبی ابھی تک ظاہر نہیں ہوئے
(ابن سعد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت کعب احبار رضؓ سے پوچھا کہ تمھاری توریت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا کیا صفت مذکور ہے۔ حضرت کعبؓ نے جواب دیا۔ توریت میں مذکور ہے کہ محمد بن عبداللہ مکہ میں پیدا ہوگا۔ طیبہ کی طرف ہجرت کرے گا اور اس کا ملک شام میں ہوگا الخ (دارمی)

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف انجیل میں اس طرح مذکور ہے کہ وہ نہ بدخلق ہیں نہ سخت مزاج ہیں نہ بازاروں میں شوروغل کرنے والے ہیں اور وہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیتے۔ عفو اور درگذر سے کام لیتے ہیں۔ (ابن سعد)

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے پاس وحی بھیجی کہ جو شخص احمد سے منکر ہوگا اور مجھ سے ملے گا۔ میں اسے دوزخ میں داخل کروں گا۔ موسیٰ علیہ السّلام نے عرض کیا۔ یا الٰہی احمد کون ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے احمد سے زیادہ افضل واشرف مخلوقات میں پیدا نہیں کیا۔ میں نے زمین وآسمان کی پیدائش سے پہلے ہی احمد کا نام اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھ دیا تھا۔ جب تک احمد اور احمد کی امّت جنّت میں داخل نہ ہوگی۔ جنّت میری مخلوق پر حرام ہے۔ موسیٰ علیہ السّلام نے عرض کیا یا الٰہی احمد کی امّت کون لوگ ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ بہت زیادہ حمد کرنے والے لوگ ہیں۔ بلند جگہ پر چڑھتے اور اترتے وقت اور ہر حال میں میری حمد کریں گے وہ اپنی کمر باندھیں گے۔ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو

پاک (وضو) کریں گے۔ دن میں روزے سے رہیں گے۔ رات بھر عبادت میں مشغول رہیں گے۔ میں ان لوگوں کا تھوڑا سا عمل بھی قبول کرلوں گا اور لا الٰہ الا اللہ کی شہادت سے جنّت میں داخل کروں گا۔ یہ سُن کر موسیٰ علیہ السّلام نے عرض کیا یا الٰہی اس اُمّت کا نبی مجھے مقرر فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس اُمّت کا نبی اسی اُمّت میں سے ہوگا۔ موسیٰ علیہ السّلام نے عرض کیا یا الٰہی تو پھر مجھے اس نبی کا اُمّتی بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے موسیٰ تم اس نبی سے پہلے ہو۔ وہ نبی آخر میں پیدا ہوگا۔ آخرت میں تم دونوں کی باہمی ملاقات ہوگی۔ (ابو نعیم)

حضرت وہب بن منبہ رض سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ پر وحی نازل کی۔ اے داؤد! تیرے بعد ایک نبی آئے گا۔ اس کا نام احمدؐ اور محمدؐ ہے وہ نبی صادق ہے میں کبھی اس پر غصّہ نہ کروں گا۔ وہ کبھی میری نافرمانی نہ کریگا کرے گا۔ میں نے اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے۔ اس اُمّت مرحومہ امّت ہے۔ میں نے ان لوگوں کو نوافل کا وہ ثواب عطا کیا ہے۔ جو انبیاء کو عطا کیا گیا ہے۔ اور میں نے ان پر وہ فرائض عائد کئے ہیں جو انبیاء علیہم السّلام پر فرض تھے وہ لوگ قیامت کے دن ایسی حالت میں میرے پاس آئیں گے کہ ان کا نور انبیاء کے نور کے مثل ہوگا اور وہ نور اس لئے تاباں ہوگا کہ میں نے ہر نماز کے لئے طہارت ان پر فرض کی ہے۔ جیسے انبیاءؑ پر طہارت فرض تھی۔ میں نے ان کو جنابت سے غسل کرنے کا حکم دیا ہے۔ جس طرح انبیاءؑ اس کے مامور تھے۔ میں نے ان پر حج فرض کیا ہے جس طرح انبیاء پر حج فرض تھا۔ ان کو میں نے جہاد کا حکم دیا ہے جس طرح انبیاءؑ پر جہاد فرض تھا۔ اے داؤد میں نے محمد صلی اللہ

علیہ وسلم اور اس کی امت کو کل امتوں پر فضیلت عطا کی ہے الخ۔ (بیہقی)

حضورؐ کے اسم گرامی کی تعظیم سے ایک گنہگار اسرائیلی کی بخشش

(۱۵) حضرت وہب ابن منبہ رضؓ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نہایت نافرمان اور بدکردار تھا۔ اس شخص نے دو سو برس تک خدا کی نافرمانی کی تھی۔ جب وہ مرا تو لوگوں نے اس کو اٹھا کر کوڑے پر پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر وحی نازل کی۔ جاؤ اور اس کی نماز جنازہ پڑھو۔ موسیٰ علیہ السّلام نے عرض کی۔ خداوندا اس شخص نے تیری نافرمانی دو سو سال تک کی ہے۔ حکم ہوا ہاں وہ تو ایسا ہی تھا۔ مگر وہ جب توریت کو کھول کر محمدؐ کے اسم گرامی کو دیکھتا تو اس کو بوسہ دیتا تھا۔ آنکھوں پر رکھتا تھا اور آپ پر درود بھیجا کرتا تھا۔ مجھے اس کا یہ فعل پسند تھا۔ میں نے اس کے تمام گناہ معاف کردیئے اور اس کو ستر حوریں عطا کیں۔ (ابو نعیم)

(۱۶) توریت میں مدینہ طیّبہ کا ذکر

حضرت کعبؓ سے روایت ہے کہ توریت میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ سے یوں خطاب فرمایا یا طیبہ طابہ یا مسکینہ تو خزانوں کو نہ قبول کیجئے میں تیری سطحوں کو قریوں کی سطحوں پر بلندی عطا کروں گا یعنی ہزار مرتبے بلند کروں گا۔ قاسم بن محمد کی روایت میں ہے کہ توریت میں مدینہ طیبہ کے چالیس نام مذکور ہیں۔ (اخبار المدینہ)

حضور سرورِ عالمؐ کے مبعوث ہونیکی خبر یہود اور رہبانوں نے دی

(۱۷) کسی شخص نے حضرت سلمان فارسیؓ سے دریافت کیا کہ تمہارے اسلام لانے کا واقعہ کیا ہے تو انھوں نے بیان کیا کہ میرا بڑا بھائی مالدار آدمی تھا۔ اس کا معمول تھا کہ جب اس کے مجلس کے لوگ منتشر ہو جاتے تو وہ چپکے سے اپنے منہ پر ڈھاٹا باندھ کر گھر سے نکل کر پہاڑ پر چلا جاتا۔ ایک روز میں نے اس سے کہا تو مجھے اپنے ساتھ کیوں نہیں لے جاتا تو اس نے جواب دیا تو ابھی لڑکا ہے۔ ایسا نہ ہو تیری زبان سے کوئی بات نکل جائے۔ میں نے کہا۔ ڈر کی کوئی بات نہیں۔ بڑے بھائی نے کہا کہ اس پہاڑ میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو ہر وقت عبادت میں میں مشغول رہتے ہیں۔ آخرت کو یاد کرتے ہیں اور ہماری نسبت اس وجہ سے کہ ہم آگ کی پرستش کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ہم غلط مذہب کے پیرو ہیں۔ میں نے کہا تو پھر مجھے ان کے پاس لے چلو۔ بڑے بھائی نے جواب دیا۔ اچھا لیکن میں پہلے ان سے اجازت لے آؤں۔ اجازت مل گئی میں نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ چھ یا سات آدمی بیٹھے ہوئے ہیں۔ کثرت عبادت و ریاضت سے سوکھ کر ہڈی کی مالا بنے ہوئے ہیں۔ دن بھر روزے سے رہتے ہیں اور رات اللہ اللہ میں گزار دیتے ہیں۔ میں ان کے پاس بیٹھ گیا۔ ان لوگوں نے حمد و ثناء کے بعد انبیائے سابقین کے حالات بیان کئے اور مجھ سے از راہ نصیحت کہا کہ آتش پرستی سراسر کفر و ضلالت ہے جو لوگ آتش پرستی کرتے ہیں ان سے خدا راضی نہ ہوگا۔ آتش پرستوں کا کوئی دین

مذہب نہیں۔ یہ نصیحت سن کر میں واپس چلا آیا۔ دوسرے دن پھر گیا تو ان لوگوں نے مجھے پھر نصیحت کی مجھے ان لوگوں کی بات پسند آگئی اور میں ان کی صحبت میں رہنے لگا۔ ان لوگوں نے مجھ سے کہا۔ سلمان تو لڑکا ہے۔ تجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ ہماری برابر عبادت کر سکے۔ بس تیرے لیئے اتنا ہی کافی ہے کہ نماز پڑھ لیا کر۔ باقی اوقات کھاؤ پیو۔ آرام کرو۔

اتفاق کی بات ہے کہ بادشاہ کو ان عابدوں کے حالات کی اطلاع ہوگئی اس نے فوراً شہر کے حدود سے باہر نکل جانے کا حکم صادر کیا۔ وہ لوگ مجبوراً وہاں سے موصل روانہ ہوگئے۔ میں بھی ان کے ساتھ رہا۔ الغرض جب یہ لوگ موصل پہنچے تو لوگوں نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ کچھ دیر بعد ایک شخص غار میں سے نکل کر آیا۔ لوگوں نے اس کی بہت تعظیم و تکریم کی۔ اس شخص نے ہمارے قافلہ کے لوگوں سے دریافت کیا۔ تم لوگ کہاں کہاں تھے؟ ان لوگوں نے جواب دیا۔ پھر میرے متعلق دریافت کیا یہ لڑکا کون ہے؟ جواب دیا یہ لڑکا ہمارا خاص پیروکار ہے۔ اس کے بعد اس شخص نے خدا کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد انبیاء علیہم السّلام کے حالات بیان کئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی تعلیمات پر چلنے اور کاربند ہونے کی تلقین کی وعظ و نصیحت کے بعد جب وہ شخص اٹھا تو میں بھی کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ آپ مجھے اپنی خدمت میں قبول کیجئے۔ اس مردِ عابد نے جواب دیا۔ بیٹا تم بچے ہو۔ تم میں اتنی طاقت کہاں کہ میرے ساتھ عبادت کر سکو۔ میں اپنے غار سے ایک ہفتہ کے بعد اتوار کو نکلا کرتا ہوں۔ میں نے کہا جو کچھ بھی ہو۔ میں آپ کے

ساتھ ہی رہوں گا۔ وہ چپ ہو گیا اور میں اس کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ غار میں پہنچ کر وہ نماز میں مشغول ہو گیا اور آئندہ اتوار تک شب و روز نماز میں مشغول رہا۔ کسی وقت میں نے اس کو نہ کھاتے پیتے دیکھا نہ آرام کرتے۔ اتوار کی صبح کو ہم دونوں غار سے باہر نکلے۔ باہر آکر اس نے حسب معمول لوگوں کو وعظ و نصیحت کی اور اس کے بعد غار کی طرف واپس آگیا۔ اسی طرح میں اس کے ساتھ ایک مدت تک رہتا رہا۔ ایک اتوار کو اس نے وعظ بیان کرتے ہوئے کہا کہ میری عمر بہت ہو گئی ہے۔ اب میری ہڈیوں میں چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رہی۔ موت کا وقت قریب آگیا ہے۔ ایک مدت سے بیت المقدس میں حاضری کی تمنا ہے مجھے وہاں پہنچنا ضرور ہے۔ میں نے عرض کیا۔ میں آپ کے ساتھ ضرور چلوں گا۔ الغرض ہم دونوں بیت المقدس پہنچ گئے۔ مردِ عابد حسب معمول عبادت میں مشغول ہو گیا۔

اس مردِ عابد نے باتوں باتوں میں مجھ سے بتایا اے سلمان! اللہ تعالیٰ عنقریب تہامہ میں ایک نبی پیدا کرنے والا ہے۔ اس کا نام احمد ہو گا اور اس نبی کی علامت یہ ہے کہ وہ صدقہ نہ کھائے گا۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت ہو گی۔ اور اس کے ظہور کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ میں تو پاؤں گور میں لٹکائے بیٹھا ہوں۔ اگر تیری زندگی میں اس نبی کا ظہور ہو تو اس کی نبوت کی تصدیق کرنا اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنا۔ میں نے عرض کیا کہ اگر اس نے تمہارا مذہب اور طریقہ ترک کرنے کو کہا تو پھر؟ مرد عابد نے جواب دیا۔ ہاں، خواہ وہ میرا دین ترک کرنے کو کیوں نہ کہے۔

اس کے بعد وہ مردِ عابد بیت المقدس سے باہر نکلا۔ دروازے پر ایک لنجا آدمی بیٹھا ہوا ملا۔ اس لنجے نے مردِ عابد سے کہا کہ اپنا ہاتھ مجھے دے۔ مردِ عابد نے اپنا ہاتھ اس کے آگے کر دیا۔ مردِ عابد نے کہا۔ بسم اللہ کھڑا ہو جا۔ وہ فوراً کھڑا ہو گیا۔ مردِ عابد تو ایک طرف کو چل دیا۔ اور اس لنجے نے مجھ سے کہا کہ یہ میرے کپڑے میرے سر پر رکھ دے۔ میں نے اُٹھا کر رکھ دیئے۔ یہ بھی چل دیا۔ اتنی دیر میں وہ مردِ عابد نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ میں اس کی تلاش میں نکلا۔ لوگوں سے دریافت کرتا رہا۔ یہی جواب ملتا رہا۔ تیرے آگے آگے جا رہا ہے۔ اسی جستجو میں مجھے قبیلہ بنی کلب کا ایک قافلہ ملا۔ اس قافلہ والوں سے میں نے اس مردِ عابد کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے مجھے پکڑ کر اونٹ پر بٹھا لیا اور اپنے ساتھ شہر میں لاکر فروخت کر دیا ایک انصاری عورت نے مجھے خرید کر باغ کی خدمت پر مامور کر دیا۔

ایک روز حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ادھر تشریف لائے۔ حضورؐ کے ساتھ بہت سے آدمی تھے۔ میں کچھ کھجوریں لے کر حاضرِ خدمت ہوا۔ آپ کے سامنے رکھیں۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا یہ کھجوریں کیسی ہیں؟ میں نے عرض کیا۔ یہ صدقہ ہے۔ تو آپؐ نے اصحاب سے فرمایا۔ لو تم کھاؤ اور خود نوش نہ فرمائی۔ اسی طرح ایک دوسرے موقع پر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجوریں پیش کیں۔ فرمایا یہ کھجوریں کیسی ہیں؟ عرض کیا۔ ہدیہ ہے حضورؐ نے بسم اللہ کہہ کر خود بھی نوش فرمائیں اور اصحابؓ کو بھی مرحمت کیں۔

یہ نشانی دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ آپ ہی نبی برحق ہیں جن کے بارے میں اس مردِ عابد نے مجھ سے وصیت کی تھی۔ میں نے بے تابانہ انداز میں حضور

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد پھرنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے۔ آپ نے قمیص مبارک کا گریبان ڈھیلا کر دیا۔ مہرِ نبوت نظر آگئی۔ اس کے بعد میں آپ کے سامنے آکر بیٹھ گیا اور آپؐ کی نبوت کا اقرار کر لیا۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وانک رسول اللہ ۔ (حاکم و بیہقی)

یہودی حضورؐ کے توسل سے خدا سے امداد مانگا کرتے تھے

(۱۸) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ خیبر کے یہودیوں کی لڑائی بنی غطفان سے ہوئی۔ مقابلہ ہوا تو خیبر کے یہودیوں کو شکست ہوئی اور انہوں نے خدا سے اس طرح دعا مانگی۔

ترجمہ۔ اے اللہ ہم تجھ سے بحق محمدؐ نبی امی چاہتے ہیں کہ بنی غطفان پر تو ہم کو نصرت عطا فرما۔ محمد وہ نبی امی ہے جس کے متعلق تو نے وعدہ کیا ہے کہ آخر زمانہ میں اس کا ظہور ہو گا تو ہمیں ان پر نصرت عطا فرما۔ حق تبارک و تعالیٰ نے اس دعا کی برکت سے ان کو نصرت عطا فرمائی۔ اس کے بعد جب بھی کبھی دشمنوں سے مقابلہ ہوتا اسی دعا کی برکت سے یہودی بنی غطفان کو بھگا دیتے تھے (حاکم)

اہل عرب نبوت کی طمع میں لڑکوں کا نام محمدؐ رکھتے تھے

(۱۹) حضرت سعید بن المسیبؓ سے روایت ہے کہ اہل عرب اہل کتاب اور کاہنوں سے سنا کرتے تھے کہ ایک نبی عرب سے مبعوث ہوگا۔ اس کا نام محمدؐ ہوگا۔ عرب کے جس جس آدمی نے یہ خبر سنی اس نے نبوت کی طمع میں اپنے بیٹے کا نام محمدؐ رکھا (ابن سعد)

(۲۰) بخت نصر کا خواب

حضرت وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ ایک روز بخت نصر (بادشاہ) نے خواب دیکھا جس سے پریشان ہو گیا۔ مگر بھول گیا۔ کاہنوں اور جادوگروں کو بلا کر پوچھا۔ انھوں نے کہا۔ جب تک خواب بیان نہ کرو گے۔ تعبیر کیا بیان کر سکیں گے۔ بخت نصر نے دانیال علیہ السّلام کو بلا کر خواب کا حال بیان کیا۔ دانیال علیہ السّلام نے فرمایا کہ تو نے خواب میں ایک اتنا بڑا بت دیکھا ہے۔ جس کا سر آسمان میں اور پاؤں زمین میں ہے۔ اس کا اعلیٰ حصّہ سونے کا اور درمیانی چاندی کا اور نچلا حصّہ تانبے کا ہے۔ اس کی دونوں پنڈلیاں لوہے کی اور دونوں پاؤں مٹی کے ہیں تو اس کی جسامت، حسن وصنعت کو دیکھ کر متعجب تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ایک پتھر پھینکا جو اس کے سر پر آکر گرا جس سے اس کا ایک ایک حصّہ پاش پاش ہو گیا۔ اور سونا چاندی تانبا اور مٹی مخلوط ہو گئے اور وہ پتھر جو آسمان سے گرا تھا بڑھتے بڑھتے اتنا بڑا ہو گیا کہ وہ روئے زمین پر محیط ہو گیا۔ بخت نصر نے کہا: بیشک یہی خواب میں نے دیکھا تھا آپ اس خواب کی تعبیر بیان فرمائیں۔ دانیال علیہ السّلام نے فرمایا کہ وُہ بت جو تجھے خواب میں نظر آیا۔ مختلف امتیں ہیں جو شروع درمیانی اور آخری زمانہ میں پیدا ہوں گی۔ اور وہ پتھر جو آسمان سے اس بُت پر پھینکا گیا وہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے جو آخر زمانہ کی اُمتوں کو عطا کیا جائے گا وہ دین تمام امتوں پر غالب آئے گا۔ اللہ تعالیٰ اس دین کے ذریعہ تمام

اُمتوں اور مذاہب کو خوار و پامال کر دے گا۔ وہ دین روئے زمین پر غالب رہے گا۔ (ابو نعیم)

(۲۱) حضرت ابو بکر صدیقؓ کا خواب

حضرت کعبؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ بغرض تجارت ملک شام گئے تو وہاں آپ نے خواب دیکھا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے وہ خواب بحیرا راہب سے بیان کیا۔ بحیرا نے دریافت کیا۔ آپ کہاں کے باشندے ہیں؟ حضرت صدیقؓ نے جواب دیا۔ مکّہ کا رہنے والا ہوں۔ بحیرا نے پوچھا۔ کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو؟ حضرت صدیق نے کہا۔ قریش سے۔ پھر دریافت کیا تم کام کیا کرتے ہو؟ حضرت صدیق نے جواب دیا۔ تجارت۔ یہ سب باتیں دریافت کر کے بحیرا نے جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ تمھارے خواب کو سچا کرے ایک نبی تمھاری قوم میں مبعوث ہونے والا ہے۔ تم اس نبی کے وزیر ہو گے اور اس کی وفات کے بعد اس کے جانشین ہو گے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اس خواب کا ذکر کسی سے نہ کیا۔ یہاں تک کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ حضور سرور عالمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضورؐ سے کہا۔ اے محمدؐ جس چیز کا آپ نے دعویٰ کیا ہے اس کی کیا دلیل و سند ہے۔ حضور سرور عالمؐ نے فرمایا کہ جو خواب تم نے شام میں دیکھا تھا وہ اس پر دلیل ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت ابو بکر صدیقؓ حضورؐ سے بغلگیر ہوئے اور دونوں آنکھوں کے درمیان

بوسہ دیا اور کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔
(ابن عساکر فی تاریخ دمشق)

ایک درخت کی شاخ نے حضور کی نبوت کی شہادت دی

(۲۲) کسی شخص نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے دریافت کیا کہ تم نے اسلام لانے سے پیشتر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی کوئی علامت ونشانی بھی مشاہدہ کی؟ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جواب دیا بے شک۔ میں ایام جاہلیت میں ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ یکایک ایک درخت کی شاخ جھک کر میرے قریب آگئی۔ میں اس کو دیکھنے لگا۔ میں کہہ رہا تھا یہ کیا معاملہ ہے۔ اتنے میں وہ شاخ جھکتی جھکتی میرے سر کے بالکل قریب آگئی۔ مجھے اندرون شاخ سے آواز سنائی دی کہ فلاں وقت ایک نبی خروج کرے گا۔ تجھے اس نبی کے ساتھ اسعد الناس بن کر رہنا چاہیئے۔ (ابن عساکر)

اصحاب رسول کا ذکر کتب سماوی میں اور ان کو

(۲۳) زمین کی حکومت ملنے کی بشارت

ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر میں (ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادی الصالحون) حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے توریت، زبور اور اپنے علم سابق میں

زمین وآسمان کی پیدائش سے پہلے یہ خبر دی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت زمین کی وارث ہو گی۔ (ابن ابی حاتم)

زبور میں اصحابِ رسول کی وراثت ارض کی بشارت

(۲۴) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زبور میں ایک سو پچاس سورتیں ہیں چوتھی سورت میں یہ خبر مذکور ہے۔

"اے داؤد! جو بات میں کہتا ہوں تم اُس کو سن لو اور سلیمانؑ کو حکم دو کہ وہ لوگوں سے کہدے کہ ان کے بعد میں زمین کا مالک ہوں۔ محمدؐ اور اس کی اُمّت کو میں اس زمین کا وارث بناؤں گا۔" (ابن ابی حاتم)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا حلیہ کتب سابقہ میں

(۲۵) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں حضور سرورِ عالم کی بعثت سے پہلے ایک بار یمن گیا اور قبیلہ ازد کے ایک بہت بڑے عالم کے پاس جس کی عمر ۳۹۰ سال تھی قیام کیا۔ اس عالم نے مجھ سے کہا۔ میرا خیال ہے کہ تم حرم کے باشندہ ہو۔ میں نے کہا بے شک۔ پھر کہا تم قریشی معلوم ہوتے ہو۔ میں نے کہا۔ ہاں میں قریشی ہوں۔ اس عالم نے کہا۔ ایک علامت تمہاری دیکھنی باقی رہ گئی ہے۔ میں نے پوچھا وہ کون سی علامت ہے۔ شیخ نے کہا اچھا اپنا پیٹ کھولو۔ میں نے کہا۔ کس لئے؟ شیخ نے جواب دیا کہ سچے علم میں یہ بات موجود

ہے کہ ایک نبی حرمِ محترم میں مبعوث ہو گا۔ ایک جوان ادھیڑ عمر اس کا معینؒ و مددگار ہو گا اور دشمنوں کے نرغہ اور اژدہام کے وقت اس کی مدد کرے گا وہ نوجوان گورے رنگ کا۔ چھریرے بدن کا ہو گا۔ اس کے پیٹ پر ایک تِل اور اس کی بائیں ران پر ایک نشانی ہو گی۔ اگر کوئی حرج نہ ہو تو مجھے اپنا پیٹ کھول کر دکھا دو۔ مجھے تم میں جو اوصاف نظر آ رہے ہیں۔ میں اُن کی تکمیل چاہتا ہوں۔ جو چیز مجھ سے مخفی رہے گی وہ مجھ سے مخفی ہی رہے گی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اسی وقت اپنا پیٹ کھول دیا۔ اس شیخ نے میری ناف کے اوپر ایک سیاہ تِل دیکھ کر کہا۔ قسم ہے ربِ کعبہ کی تم وہی وہ شخص ہو۔ (ابن عساکر)

حضرت عمر فاروق کا حُلیہ کتبِ سماوی میں ⑳۶

حضرت ابو عبیدہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں گھوڑا دوڑایا۔ اسی دوران میں آپ کی ران قبا کے نیچے سے کھل گئی۔ اہل نجران کے ایک مرد بزرگ نے آپ کی ران کا تِل دیکھ کر کہا۔ یہی وہ شخص ہے جس کا ذکر ہماری کتابوں میں موجود ہے۔ یہ شخص ہمیں ہمارے شہروں سے نکال دے گا۔ (ابن سعد)

حضرت عمر فاروق کے ہاتھ پر فتوحات کی بشارت

(۲۷) ابی شعیب بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ مقام جابیہ میں فروکش تھے کہ حضرت خالدؓ بن الولید بیت المقدس کی طرف

آئے. جابیہ والوں نے ان سے پوچھا۔ تمھارا کیا نام ہے؟ انھوں نے جواب دیا۔ خالدؓ بن الولید۔ پھر ان لوگوں نے دریافت کیا کہ تمھارے افسرِ اعلیٰ کا کیا نام ہے؟ انھوں نے جواب دیا۔ عمرؓ بن الخطابؓ۔ اُن لوگوں نے کہا کہ ہمارے سامنے اُن کی صفت بیان کرو۔ حضرت خالدؓ بن ولیدؓ نے صفت بیان کی۔ اہل جابیہ نے کہا کہ یہ شہر تم سے فتح نہ ہوگا۔ یہ شہر حضرت عمرؓ بن الخطابؓ ہی فتح کریں گے۔ ہماری کتابوں میں اس کی تفصیل موجود ہے کہ اس شہر کا فاتح کون ہے۔ ہمیں اس فاتح کا حلیہ بھی معلوم ہے۔ ہماری کتابوں میں مذکور ہے کہ قیساریہ بیت المقدس سے پہلے فتح ہوگا۔ اس لئے تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ اور قیساریہ فتح کرکے اپنے امیر کو ساتھ لے کر آجاؤ۔ (ابن عساکر)

حضرت عمر فاروقؓ کی توصیف توریت میں

(۲۸) مغیث الاوزاعی سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت کعبؓ سے پوچھا کہ توریت میں میری کیا کیا صفت مذکور ہے۔ حضرت کعبؓ نے بیان کیا کہ توریت میں آپ کی توصیف اس طرح مذکور ہے کہ وہ خلیفہ ہوں گے قرنِ ہے اور نہایت شدید امیر ہے۔ اللہ کے معاملہ میں کبھی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کرے گا۔ اس کے بعد ایک خلیفہ ہوگا۔ اس کو اُمّت قتل کر دے گی۔ اس کے بعد بلا واقع ہوگی۔ (طبرانی)

حضورؐ کی وفات کے بعد خلفائے اربعہ کی خلافت کی پیشین گوئیاں ۲۹

ابوالقاسم بغوی نے سعید بن عبدالعزیز سے تخریج کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو صاحب قربات حمیری (جو ایک زبردست عالم تھا) سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون ان کا جانشین ہو گا۔ اس نے جواب دیا۔ امین (یعنی ابوبکر صدیق ہوں گے) اس کے بعد پوچھا گیا۔ کون شخص قائم مقام ہو گا۔ اس نے جواب دیا۔ قرن حدید یعنی عمر فاروقؓ۔ پھر اس سے پوچھا گیا۔ ان کے بعد کون ہو گا۔ اس نے جواب دیا۔ ازہر یعنی عثمان ہوں گے۔ اس کے بعد پھر اس سے پوچھا گیا۔ ان کے بعد کون ہو گا۔ اس نے جواب دیا (وضاح منصور) یعنی معاویہؓ ہوں گے۔ (ابوالقاسم)

حضورؐ کی بعثت سے پہلے کاہنوں کی پیشینگوئیاں

۳۰ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ان سے آکر کہا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ سطیح کاہن کا ذکر کیا کرتے ہیں کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ آدمؑ کی اولاد میں اللہ تعالے نے کسی کو سطیح کے مشابہ پیدا نہیں کیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا۔ ہاں ہے تو یہی بات۔ اللہ تعالیٰ نے سطیح کاہن کو ایسا پیدا کیا تھا جیسا گوشت کا لوتھڑا۔

بے حس و حرکت تھا۔ لوگ اس کو تختہ پر ڈال کر اِدھر اُدھر لے جاتے تھے سطیح کے جسم میں نہ ہڈی تھی نہ پٹھا۔ صرف کھوپڑی، گردن اور دو ہتھیلیاں تھیں لوگ اس کو پیروں کی طرف سے گردن کی طرف اس طرح لپیٹ دیتے تھے جیسے کپڑا لپیٹ دیا جاتا ہے۔ سطیح کے جسم کا کوئی حصہ سوائے زبان کے متحرک نہ تھا۔ ایک مرتبہ وہ مکہ معظمہ آیا لوگ اس کو تختہ پر ڈال کر لائے۔ قریش کے لوگ اس سے ملنے آئے اور اُس سے عرض کیا کہ ہمارے زمانہ میں اور اس کے بعد جو کچھ ہونے والا ہے اگر اس کا تمھیں علم ہو تو ہمیں بتاؤ۔ سطیح نے جواب دیا۔ اے گروہِ عرب تم بے علم اور کم فہم ہو تمھارے بعد ایسے لوگ پیدا ہونے والے ہیں جو طرح طرح کے علم حاصل کریں گے۔ بتوں کو توڑ ڈالیں گے۔ روم تک پہنچیں گے۔ اہل عجم کو قتل کریں گے۔ غنیمت طلب کریں گے۔ اہل عرب نے سوال کیا۔ وہ لوگ کس قوم اور قبیلہ سے ہوں گے؟ سطیح نے جواب دیا کہ وہ تمھارے ہی پسماندہ ہوں گے۔ وہ شیطان کی عبادت چھوڑ دیں گے۔ بتوں کو توڑ دیں گے اور خدائے رحمان کی پرستش کریں گے۔ اہل عرب نے دریافت کیا کہ وہ لوگ کس کی نسل سے ہوں گے؟ سطیح نے قسم کھا کر کہا کہ وہ بنی عبد شمس اور عبد مناف کی نسل سے ہوں گے۔ اہل عرب نے سوال کیا کہ ان لوگوں کا کس شہر میں ظہور ہوگا؟ سطیح نے جواب دیا اسی شہر میں۔ اسی شہر میں ایک نبی ہدایت با فتنہ ظاہر ہوگا۔ لوگوں کو ہدایت کی طرف بلائے گا۔ پتھروں کو چھوڑ دے گا۔ پتھروں کی عبادت سے بری ہوگا اور اس رب کی عبادت کرے گا جو احد اور واحد ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے

اس کی وفات ایسے حال میں ہوگی کہ وہ محمود ہوگا. وہ نبی زمین سے مفقود ہو جائے گا. آسمان میں اس کے پاس فرشتے حاضر رہیں گے اس نبی کی وفات کے بعد اس کا جانشین وہ صدیق ہوگا کہ وہ جس وقت حکم دے گا صداقت اور راستی کا مجسمہ ہوگا. مخلوق کے حقوق ادا کرنے میں نہ سختی برتے گا نہ نرمی. اس کے بعد پھر وہ شخص اس کا قائم مقام ہوگا جو صاحب استقامت اور تجربہ کار ہوگا مہمانوں کی حق مہمانی ادا کرے گا. عدالت کو مستحکم کرے گا. اس کے بعد اُن کا جانشین وہ مردہ زرہ پوش ہوگا جو اپنے کام میں ماہر اور آزمودہ کار ہوگا اس کے پاس لوگ گروہ در گروہ جمع ہوں گے لوگ اس کو نفرت اور غضب سے قتل کریں گے. دانشمند اور بزرگ لوگ اس کے خون کا بدلہ لینے کے لئے کھڑے ہو جائیں گے. اس کے بعد اُن کا جانشین وہ ناصر ہوگا جس کی رائے ایک مکر کرنے والے کی رائے کے ساتھ خلط ملط ہو جائے گی. اُس کے بعد سلطنت اور خلافت کا والی اس کا بیٹا ہوگا اور اپنے باپ کی پوری دولت پر قابض ہو جائے. لوگ اس کی تعریف بہت کم کریں گے. وہ لوگوں سے مال لے کر خود کھائے گا اور اپنے بعد آنے والے کے لئے خزانہ کی شکل میں چھوڑے گا اُس کے بعد بادشاہی کا دور دورہ ہوگا. (ابو نعیم)

قدیم پتھروں پر حضورؐ کا اسمِ گرامی نقش تھا

(۳۱) سلیمانؒ راوی ہیں کہ حضرت عمرؓ بن الخطابؓ نے حضرت کعبؓ سے کہا کہ حضورؐ کے جو فضائل آپ کی پیدائش سے پیشتر وقوع میں آئے. آپ

ہمیں بتلائیے حضرت کعبؓ نے کہا اے امیرالمومنینؓ میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کو ایک پتھر ملا تھا۔ اس پر چار سطریں لکھی ہوئی تھیں۔ (پہلی سطر) میں لکھا ہوا تھا (اللہ میں ہی ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میری ہی عبادت کرو۔

(دوسری سطر) میں تھا (بلاشبہ میں ہی خدا ہوں۔ میرے سوا کوئی لائق پرستش نہیں محمد میرا رسول ہے۔ جو شخص اُن پر ایمان لائے گا اور اُن کا اتباع کرے گا اس کے لئے جنّت ہے)

(تیسری سطر) یہ تھی (بلاشبہ میں ہی خدا ہوں اور میرے سوا اور کوئی لائق عبادت نہیں۔ جو شخص میرا دامن تھام لے گا۔ اسی کو نجات ملے گی)

(چوتھی سطر) میں یہ تھا (بلاشبہ میں ہی خدا ہوں اور میرے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں۔ حرم میرے لئے ہے۔ کعبہ میرا گھر ہے۔ جو شخص میرے گھر میں داخل ہو گا عذاب سے محفوظ رہے گا۔ (ابن عساکر)

زیرِ زمین ایک عجیب وغریب کتاب

(۳۲) محمد بن اسود نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ قریش کو مقام ابراہیم کے نیچے سے ایک ایسی کتاب دستیاب ہوئی تھی جس میں حضور سرورِ عالم ﷺ کا ذکر مبارک تھا۔ قریش نے اس کتاب کو پوشیدہ کر دیا۔ (بیہقی)

خانہ کعبہ کے پتھر پر ایک عجیب و غریب نقش

(۳۳) حضرت طلحہ رضؓ سے روایت ہے کہ پہلی مرتبہ بیت اللہ شریف کی جو عمارت گری۔ تو اس میں ایک ایسا پتھر پایا گیا۔ جس پر ایک عبارت کھدی ہوئی تھی۔ ایک آدمی کو بُلا کر پڑھوایا گیا تو اس پر یہ عبارت کندہ تھی۔

ترجمہ۔ میرا منتخب موکل انابت کرنے والا مختار بندہ اس کے پیدا ہونے کی جگہ مکہ اور ہجرت کی جگہ طیبہ ہو گی۔ وہ دُنیا سے نہیں جائے گا یہاں تک کہ ٹیڑھے راستے کو وہ سیدھا کر دے گا اور وہ یہ گواہی دے گا کہ سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی معبود نہیں۔ اُس کی امت کے لوگ بڑے حمد کرنے والے ہوں گے۔ وہ ہر ایک ٹیلے پر اللہ کی حمد بیان کریں گے اور اپنی کمروں پر تہمد باندھیں گے اور اپنے ہاتھوں اور پیروں کو پاک رکھیں گے (ابو نعیم)

شہر عموریہ کے کنیسہ میں طلائی عبارت

(۳۴) ابو الطیب عبد المنعم بن غلیون المقری سے روایت ہے کہ جب عساکر اسلامی نے شہر عموریہ فتح کیا تو وہاں ایک کنیسہ میں سونے کے پانی سے یہ عبارت نقش تھی۔

ترجمہ۔ بُرا خلف کا وہ خلف ہے جو سلف کو بُرا کہے۔ سلف سے ایک شخص ہزار خلف سے بہتر ہے۔ اے صاحب غار تو نے افتخار کی بزرگی حاصل کی ہے اس لئے ملک جبار نے تیری ثنا کی ہے۔ ملک جبار اپنی اس کتاب میں جو اس نے

اپنے نبی مرسل پر نازل کی ہے کہتا ہے۔ ثانی اثنین اذ ھما فی الغار۔ یہ خطاب حضرت صدیقؓ کے متعلق ہے۔ اے عمر تو والی نہ تھا۔ بلکہ مخلوق کے واسطے عدل اور داد و دہش میں باپ تھا۔ اے عثمان تجھ کو لوگ ایسی حالت میں قتل کریں گے کہ تو مقہور ہوگا اور جب تو قبر میں ہوگا تو تیری زیارت نہ کریں گے اور اے علی تو ابرار کا امام ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے کفار کو دفع کرنے والا ہے۔ بس یہ صاحب غار ہے اور یہ اخیار میں سے ایک ہے اور یہ فریاد رس شہروں کا ہے اور یہ ابرار کا امام ہے جو لوگ اُن چاروں کی برائی کریں اور ان کو عیب لگائیں۔ اُن پر جبار کی لعنت ہے"

ابوالطیب کہتے ہیں کہ میں نے اس کنیسہ والے کے ایک دوست سے جس کی بوڑھاپے کی وجہ سے دونوں ابرو آنکھوں پر لٹک پڑی تھیں دریافت کیا کہ تمھارے کنیسہ کے دروازے پر یہ عبارت کتنے عرصہ سے منقوش ہے تو اُس نے جواب دیا کہ تمھارے نبی کے مبعوث ہونے سے دو ہزار برس پہلے سے۔ (ابن عساکر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے ۶ سو برس پہلے کی کتابت

(۳۵) ابو محمد الجوہری نے اپنی امالی میں یحییٰ بن الیمان سے روایت کی ہے کہ بنی سلیم کی مسجد کے امام نے مجھ کو خبر دی ہے کہ ہمارے بزرگوں نے اہل روم سے جہاد کیا تو تو انھوں نے ایک کنیسہ میں یہ شعر لکھا پایا۔

ترجمہ۔ جس اُمت نے حسینؑ کو قتل کیا۔ وہ اُمت حسینؑ کے نانا کی شفاعت کی

اُمید روزِ حساب میں رکھے گی۔

انھوں نے رومیوں سے دریافت کیا کہ یہ شعر کتنے عرصہ سے تمھارے کنیسہ میں تحریر ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ تمھارے نبی کے ظہور سے چھ سو برس پہلے سے۔ (ابو محمد الجوہری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں آدم سے حضرت عبداللہ تک کوئی بے نکاح نہیں تھا (۳۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام سے میرے باپ تک کسی نے زنا نہیں کیا۔ (ابن سعد)

دوسری روایت میں ہے کہ مجھے عہد جاہلیت کی بے نکاحی سے کوئی تعلق نہیں۔ میں اسلامی نکاح کے بعد ظہور میں آیا ہوں۔ (طبرانی)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے ماں باپ ہرگز بغیر نکاح نہیں ملے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ مجھ کو اصلاب طیبہ سے ارحام طاہرہ کی طرف منتقل کرتا رہا۔ میں مصفیٰ اور مہذب تھا۔ میں اچھے قبیلہ کی اچھی شاخ میں پیدا ہُوا۔ (ابو نعیم)

حضرت عبیداللہ بن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا۔ مخلوق میں سے بنی آدم کو منتخب

کیا اور بنی آدم میں سے عربؑ کو چُنا۔ اور عرب سے مضر کو اور مضر سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھ کو چُنا۔ میں ابتدا سے انتہا تک سب سے اچھے لوگوں میں سے ہوں۔ (بیہقی)

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضور سرور عالم صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا کہ میں نے کل زمین مشرق سے مغرب تک پلٹ ڈالی۔ میں نے کوئی مرد محمد صَلَّی اللّٰہ عَلَیہِ وَسَلَّمْ سے افضل اور کسی باپ کے بیٹے کو بنی ہاشم سے زیادہ افضل نہیں پایا۔ (طبرانی)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرائی

(۳۷) حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا اُن کو اُن کے بیٹوں کو دکھایا۔ آدمؑ نے بعض کو بعض پر افضل پایا۔ سب سے آخر میں اُنھیں ایک نور لامع نظر آیا۔ حضرت آدمؑ نے اللہ تعالےٰ سے پوچھا یا اللہ یہ کون شخص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یہ تمھارا بیٹا ہے جو سب سے اوّل اور آخر ہے۔ اُس کا نام احمد ہے۔ قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہے۔ (بیہقی)

حضرت عبد المطلب کا خواب

(۳۸) ابو بکر بن عبد اللہ نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ اُن سے ابو طالب نے عبد المطلب کی روایت بیان کی۔ (عبد المطلب نے کہا)، کہ میں مقام حجر

میں سو رہا تھا۔ مجھے خواب نظر آیا۔ ڈر گیا۔ اور فوراً قریش کی ایک کاہنہ کے پاس جاکر بیان کیا کہ میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے کہ ایک درخت اُگا۔ اس کی چوٹی آسمان تک پہنچ گئی اور اس کی شاخیں مغرب سے مشرق تک پہنچ گئیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ میں نے ایک نور دیکھا۔ وہ نور آفتاب کے نور سے ستر درجہ بڑا تھا۔ تمام عرب و عجم اس نور کو سجدہ کر رہے تھے۔ اور وہ درخت عظمت، نور اور سربلندی میں آناً فاناً بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ وہ نور کچھ دیر کے لئے چھپ جاتا تھا۔ کچھ دیر بعد پھر آب و تاب سے جلوہ گر ہوتا۔ میں نے قریش کے ایک گروہ کو اس درخت کی شاخوں سے لٹکا دیکھا اور ایک گروہ قریش کو دیکھا کہ وہ اس درخت کی جڑ پر تیشہ زنی کا قصد کر رہے ہیں۔ جس وقت قریش کے لوگ اس درخت کے قریب گئے تو ان کو ایک حسین وجمیل ومعطر نوجوان نے ان لوگوں کو پکڑ پکڑ کر کمریں توڑ ڈالیں اور آنکھیں نکال دیں۔ میں بھی اس درخت کا کچھ حصہ لینا چاہتا تھا مگر کامیاب نہ ہو سکا میں نے دریافت کیا آخر یہ درخت کن لوگوں کے لئے ہے تو مجھ سے کہا گیا کہ جو لوگ اس درخت کو پکڑ کر لٹکے ہوئے ہیں۔ یہ درخت ان ہی لوگوں کے لئے ہے۔ اسی حالت میں میری آنکھ کھل گئی۔ خوف و ہیبت کی وجہ سے تھر تھرا رہا تھا۔

یہ خواب سن کر اس کاہنہ کے ہوش اڑ گئے اور کہنے لگی اگر یہ خواب سچا ہے تو تیرے صلب سے ضرور کوئی ایسا مرد پیدا ہوگا جو مشرق اور مغرب کا مالک ہوگا۔ مخلوق اس کی مطیع فرمان ہوگی۔ اس کے بعد عبدالمطلب

نے ابوطالب سے کہا شاید وہ بچہ تو ہی ہے۔ ابھی ذکراذکار کا سلسلہ تھا کہ حضورؐ نے ظہور فرمایا۔ ابوطالبؑ کہنے لگے خدا کی قسم وہ درخت ابوالقاسم آیئن (حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت) ہیں لوگ ابوطالبؑ سے کہتے تھے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیوں ایمان نہیں لاتے تو وہ جواب دیتے کہ مجھے بے آبروئی اور شرم وندامت کا خوف ہے۔ (ابونعیم)

عبدالمطلبؑ کو دیکھ کر ایک یہودی عالمؒ کی حیرت انگیز پیشین گوئی (۳۹)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اپنے والد ماجد سے روایت کی ہے کہ مجھ سے عبدالمطلبؑ نے ذکر کیا کہ میں ایک بار ایام سرما میں یمن آیا اور ایک یہودی عالم کے پاس قیام کیا۔ ایک عالم اہل کتاب نے مجھ سے پوچھا تم کس قبیلہ سے ہو؟ میں نے کہا قریش سے۔ پھر پوچھا قریش کے کن لوگوں میں سے ہو؟ میں نے جوابؑ دیا۔ بنی ہاشم سے۔ یہ سُن کر اس شخص نے کہا اگر تم اجازت دو تو میں تمھارے جسم کا کچھ دیکھ لوں۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ ستر کے علاوہ دیکھ سکتے ہو۔ اس کے بعد اس عالم نے میری ناک کا ایک نتھنا کھول کر دیکھا۔ پھر دوسرا کھول کر دیکھنے لگا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارے ایک ہاتھ میں ملک اور دوسرے میں نبوت ہے اور یہ بات میں بنی زہرہ میں پاتا ہوں۔ اس کے بعد اس عالم نے کہا کیا تم شادی شدہ ہو؟ میں نے کہا

نہیں۔ اُس نے کہا اب جب تم لوٹ کر جاؤ تو بنی زہرہ میں شادی کرنا۔ اس کے بعد عبدالمطلب مکہ معظمہ واپس آ گئے اور ہالہ بنت وہب بن عبد مناف سے نکاح کر لیا جن کے بطن سے حضرت حمزہ اور صفیہ پیدا ہوئیں اور حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب نے آمنہ بنت وہب سے نکاح کر لیا۔ جن کے بطنِ مُبارک سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں رونق افروز ہوئے۔ (حاکم)

حضرت عبداللہ پر عرب کی ایک ماہ پیکر عاشق ہو گئی

(۴۰) حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ کسی مقام کی تعمیر میں مصروف تھے۔ اتفاقاً ایسی حالت میں اُن کا گزر لیلیٰ عدویہ کی طرف ہوا۔ حضرت عبداللہ کی پیشانی میں نورِ تاباں تھا۔ وہ آپ کو دیکھتے ہی سنو جان سے عاشق ہو گئی اور کہنے لگی کہ اگر تم مجھ سے ملاقات کر لو تو تمہاری خدمت میں ایک سو اونٹ پیش کر دو گی۔ حضرت عبداللہ نے کہا اچھا میں غسل کر کے آؤں گا۔ حضرت عبداللہ فوراً حضرت آمنہ کے پاس تشریف لائے۔ نورِ نبوت شکم آمنہ میں منتقل ہو گیا۔ غسل کر کے لیلےٰ کے پاس گئے تو اس نے سیدھے منہ بات نہ کی اور کہنے لگی۔ اب تمھارے پاس کیا رکھا ہے تمھارے پاس جو چیز تھی وہ تو تم آمنہ کو دے آئے۔ تم نے آمنہ کے ساتھ صحبت کی ہے وہ ضرور ایک بادشاہ جنے گی۔ (ابو نعیم)

ایامِ حمل میں بی بی آمنہؓ کو کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی

(۴۱) زہری سے روایت ہے کہ حضرت آمنہ رضؓ نے فرمایا ہے کہ جب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے بطن میں تشریف لائے تو آپ کے حمل سے ولادت تک مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ (ابن سعد)

حضرت آمنہؓ کو حضورؐ کی ولادت کی بشارت اور غیبی تعویذ

(۴۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت آمنہ رضؓ سے کسی شخص نے خواب میں کہا کہ تمہارے حمل میں خیر الخلائق اور سید العالمین ہیں۔ وہ جس وقت تولد ہوں اُن کا نام احمد اور محمد رکھنا اور آپ کے جسم مبارک پر یہ تعویذ باندھ دینا۔ جس وقت حضرت آمنہ رضؓ خواب سے بیدار ہوئیں۔ اُن کے سرہانے ایک سونے کی ایک تختی رکھی ہوئی تھی جس پر یہ عبارت نقش تھی۔

اعیذہ بالواحد من شر کل حاسد وکل خلق رائد من قائم وقاعد عن السبیل عاند علی الفساد جاھد من نافث او عاقد وکل خلق مارد یاخذ بالمراصد فی طرق الموارد انہاھم عنہ باللہ الاعلی واحلہ منھم بالید العلیا والکف الذی لا یری ید اللہ فوق ایدیھم وحجاب اللہ دون عادیھم لا یطردوہ ولا یضروہ فی مقعد ولا منام وسیر ولا مقام اول اللیالی واخر ایام۔ (ابونعیم)

حضور سرورِ عالم کے سالِ ولادت میں اصحابِ فیل کی تباہی

(۴۳) ابن سعد اور ابن عساکر نے ابو جعفر محمد بن علیؒ سے روایت کی ہے کہ اصحاب فیل کا واقعہ محرم کی درمیانی تاریخوں میں رونما ہوا تھا اور اس واقعہ سے پچاس راتوں کے بعد حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ جب اصحاب فیل مکہ مکرمہ کے نزدیک پہنچے تو عبدالمطلب نے اُن کا استقبال کیا اور ان کے بادشاہ سے کہا۔ تم کس غرض سے یہاں آئے۔ کسی آدمی کو ہمارے پاس کیوں نہیں بھیج دیا۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ جو شخص بیت اللہ میں داخل ہوتا ہے اسے امن مل جاتا ہے۔ میں بیت اللہ کے رہنے والوں کو ڈرانے آیا ہوں۔ عبدالمطلب نے کہا تجھے جن چیزوں کی ہوس یہاں کھینچ کر لائی ہے وہ چیزیں تیرے آگے لاکر رکھے دیتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ تو آگے بڑھنے سے باز آجا اور واپس چلا جا۔ بادشاہ نے کوئی بات نہ سُنی اور پیش قدمی جاری رکھی اور بیت اللہ کی طرف چل دیا۔ عبدالمطلب بیت اللہ کو چھوڑ کر ایک پہاڑ پر کھڑے ہو کر یہ اشعار پڑھنے لگے۔

ترجمہ۔ اے میرے اللہ ہر ایک معبود کا ایک امر حلال کیا ہوا ہے تو اپنے حلال کو منع کر۔ اُن لوگوں کا مکر و فریب تیرے عذاب اور قوت پر ہرگز غالب نہ ہوگا۔

ترجمہ۔ اے میرے اللہ اگر تو کرتا ہے تو جو شے تجھے ظاہر ہوئی ہے اس کے ساتھ

تو حکم دے۔

اسی وقت دریا کی طرف سے ایک بادل سا اُٹھا۔ عبید بن عمر اللیثی کی روایت میں ہے کہ ابلق ابابیلوں کی ایک ٹکڑی دریا کی طرف سے اُڑتی ہوئی آئی ہر ابابیل کے پاس تین تین کنکریاں تھیں (ایک چونچ میں اور ایک ایک دونوں پنجوں میں)، یہ ابابیلیں اصحاب فیل کے سروں پر فضا میں صف بستہ کھڑی ہوگئیں اور کنکریاں پھینکنی شروع کردیں۔ تمام اصحاب فیل ہلاک ہوکر گھاس اور کوڑے کی مثل ہوگئے۔ (بیہقی)

حضرت آمنہ رضؓ کا گھر نور سے بھر گیا آسمان کے ستارے زمین کے قریب آگئے

(۴۴) حضرت عثمان بن ابی العاص رضؓ سے روایت ہے کہ جس رات میں حضورؐ بطن مادر سے صفحہ ہستی پر رونق افروز عالم ہوئے۔ اس رات میری والدہ بھی حضرت آمنہ رضؓ کے پاس موجود تھیں۔ میری ماں کا بیان ہے کہ گھر میں نور ہی نور بھرا ہوا تھا ستاروں پر نظر پڑی تو وہ اتنے قریب نظر آئے کہ مجھے خطرہ معلوم ہونے لگا کہیں مجھ پر گر نہ پڑیں۔ جس وقت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں تشریف لائے سارا مکان نور سے بھر گیا۔ نور ہی نور نظر آرہا تھا۔ (طبرانی)

حضور سرورِ عالم دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکے پیدا ہوئے

(۴۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت آمنہ رضؓ نے فرمایا ہے کہ میں جب حاملہ ہوئی مجھے اس وقت سے ولادت تک کوئی تکلیف

محسوس نہیں ہوئی۔ جس وقت حضور سرورِ عالم میرے بطن سے جدا ہوئے اُس وقت ایک ایسا نور رونما ہوا جس سے مشرق سے مغرب تک روشن ہوگیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکے پیدا ہوئے۔ پھر آپ نے ایک مٹھی خاک اُٹھا کر مٹھی میں بند کر لی اور آسمان کی طرف اپنا سر اُٹھا کر دیکھا۔ (ابن سعد)

حضور سرورِ عالم کی ولادت سے ملاءِ اعلیٰ میں جشن

(۴۶) عمر ابن قتیبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سُنا ہے کہ جس وقت حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آسمان کے سب دروازے کھول دو۔ بہشت کے سب دروازے کھول دو۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ حضور کے استقبال کے لئے زمین پر جاؤ۔ فرشتے زمین پر اُترے اور ایک دوسرے کو بشارت دینے لگے۔ حضور سرورِ عالم کی ولادت کی خوشی میں پہاڑوں کی ضخامت اور بلندی میں اضافہ ہوگیا۔ دریا جوش مارنے لگے۔ دریا کی مخلوق ایک دوسرے کو بشارت دینے لگی۔ ابلیس لعین کو ستّر طوق گرانبار پہنا کر بحرِ اخضر کے قعرِ عمیق میں ڈال دیا گیا۔ دوسرے شیاطین کو بھی طوق پہنائے گئے۔ اس دن آفتاب کو بھی خاص قسم کا نورانی لباس پہنایا گیا۔ آفتاب کے سر پر ۷۰ ہزار حوریں انتظار میں کھڑی تھیں اور ولادت باسعادت کی منتظر تھیں۔ جس وقت حضور سرورِ عالم دُنیا میں تشریف لے آئے۔ فرشتوں

نے آپس میں ایک دوسرے کو مبارک باد دی۔ ہر آسمان میں زبرجد کا ایک ستون قائم کیا گیا جو آپ کے نور سے روشن ہو گیا۔ حضور سرور عالم نے اُن ستونوں کو ملاحظہ فرمایا ہے۔ جس رات آپ پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حوض کوثر کے کنارے ۷۰ ہزار درخت مشک اذفر اُگائے اور اُن درختوں کے پھلوں کو جنتیوں کے لئے سامانِ بخور بنایا۔ اور اس وقت تمام اہل سماوات نے سلامتی کی دعا مانگی۔ تمام دنیا کے بت اوندھے ہو گئے۔ لات وعزیٰ دونوں بتوں کا یہ حال تھا کہ وہ دونوں اپنے خزانوں سے نکل آئے اور یہ کہنے لگے کہ قریش کا بھلا ہو۔ قریش کے پاس امین آیا ہے۔ قریش کے پاس صدیق آیا ہے۔ قریش نہیں جانتے کہ ہمیں کیا مصیبت درپیش ہے بیت اللہ کی یہ حالت تھی کہ جوف بیت اللہ سے بہت دنوں تک لوگوں نے یہ آواز سُنی کہ اب میرا نور مجھے واپس مل جائے گا۔ اب میرے پاس میری زیارت کرنے والے آیا کریں گے۔ اب میں جاہلیت کی نجاستوں سے پاک ہو جاؤں گا اے عزیٰ تو ہلاک ہو گیا اور تین دن تین رات بیت اللہ کا زلزلہ ساکن نہ ہوا۔ (ابونعیم)

ایک یہودی خاتم نبوت دیکھتے ہی بیہوش ہو کر گر پڑا

(۴۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک یہودی مکہ میں سکونت اختیار کر کے تجارت کیا کرتا تھا۔ جس رات حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ اس نے اہل قریش سے پوچھا کیا آج رات تمہارے قبیلہ میں کسی کے گھر میں بچہ پیدا ہوا ہے۔ لوگوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں۔ یہودی نے

کہا کہ میں جو بات کہہ رہا ہوں اس کو یاد رکھنا کہ آج رات اُس اُمت کا نبی آخرالزماں پیدا ہوا ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک علامت ہے۔ جس پر بال بکثرت ہیں۔ اہل قریش نے ایک دوسرے سے اس بات کا تذکرہ کیا تو معلوم ہُوا کہ عبداللہ بن عبدالمطلبؓ کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا ہے اور اس کا نام محمدؐ رکھا گیا ہے۔ اہل قریش نے یہودی کو اطلاع دی۔ یہودی نے کہا مجھے اپنے ساتھ لے چلو میں اس بچہ کو دیکھوں گا۔ وہ لوگ اس یہودی کو حضرت عبداللہؓ کے گھر لے گئے۔ حضرت آمنہؓ نے حضور سرورِ عالمؐ کو اُس کے سامنے کر دیا۔ لوگوں نے حضورؐ کی پشت اس کے سامنے کھول دی۔ یہودی خاتم نبوّت کو دیکھتے ہی بیہوش ہو کر گر پڑا۔ ہوش آیا تو لوگوں نے اُسے خوب بُرا بھلا کہا۔ یہودی نے کہا۔ خدا کی قسم کہ نبوت بنی اسرائیل میں سے چلی گئی۔ یہودی نے کہا۔ اے اہل قریش تم اس بچہ کی ولادت کی خوشیاں منا رہے ہو خدا کی قسم یہ بچہ ایک دن تمھارے اوپر غلبہ حاصل کرے گا اور اس کے غلبہ کی خبر مشرق سے مغرب تک پہنچ جائے گی (ابن سعد)

ابلیس لعین کو حضرت جبرئیلؑ نے ٹھوکر رسید کی

(۴۸) حضرت عکرمہؓ سے روایت ہے کہ جس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ زمین نور سے منور ہو گئی اور ابلیس لعین نے کہا کہ آج کی رات ایک ایسا لڑکا پیدا ہوا ہے جو ہمارا کام خراب کر دے گا۔ ابلیس کے لشکریوں نے اُس سے کہا کہ اگر تو اس لڑکے کے پاس گیا تو تیری عقل خراب

ہو جائے گی۔ اس کے بعد ابلیس لعین حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا حق تبارک و تعالیٰ نے اسی وقت حضرت جبریئل کو بھیجا۔ اُنھوں نے ابلیس لعین کے ایسی ٹھوکر رسید کی کہ وہ عدن میں جا گرا۔ (ابن ابی حاتم فی تفسیرہ)

(۴۹) ابلیسِ لعین کا آسمان پر داخلہ بند

ابن عساکر نے معروف بن خربوذ سے روایت کی ہے کہ ابلیس لعین ساتوں آسمانوں میں جہاں چاہے چلا جاتا تھا۔ جس وقت حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے اس کا داخلہ چوتھے آسمان سے اوپر بند کر دیا گیا اور جب حضور سرورِ کائنات پیدا ہوئے تو پہلے آسمان پر جانے کی بھی ممانعت کر دی گئی۔ (ابن عساکر)

ایوانِ کسریٰ میں زلزلہ فارس کی آگ سرد ہو گئی

(۵۰) مخزوم بن ہانی المخزومی سے روایت ہے کہ جس رات حضور سرورِ عالم پیدا ہوئے ایوانِ کسریٰ میں زلزلہ آیا۔ جس کے سبب چودہ کنگورے گر گئے فارس کی آگ بجھ گئی اور بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا۔ (ابو نعیم)

(۵۱) بت خانہ میں بت اوندھے منہ گر پڑے

حضرت عروہؓ سے روایت ہے کہ قریش کی ایک جماعت بت خانہ میں اپنے اپنے بتوں کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ وہ خود بخود اوندھے گر پڑے اُن لوگوں نے اُن بتوں کو سیدھا کر دیا تھوڑی دیر بعد وہ خود بخود پھر گر پڑے۔

تیسری بار پھر خود بخود اوندھے ہو گئے. لوگوں نے کہا آج رات کوئی نیا واقعہ ضرور ظہور میں آیا ہے. تحقیقات کرنے پر معلوم ہوا کہ اس رات حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے اور اُن بتوں کے پیٹ کے اندر سے آواز آئی کہ یہ بت اس مولود کی وجہ سے گر پڑے ہیں جس کے نور سے تمام راستے روئے زمین کے مشرق سے مغرب تک منور ہو گئے ہیں اور اس مولود کی وجہ سے تمام دُنیا کے بت گر پڑے ہیں اور روئے زمین کے بادشاہوں کے دل کانپ گئے ہیں. (خرا بطی فی الہواتف)

حضور سرورِ عالم ختنہ شدہ اور ناف بُریدہ پیدا ہوئے تھے

(۵۲) حضرت عبد اللہ بن عباس رض سے روایت ہے کہ حضور سرورِ عالم ختنہ شدہ اور ناف بُریدہ پیدا ہوئے تھے. (ابن عساکر)

دُنیا میں صرف بارہ ۱۲ نبی ختنہ شدہ پیدا ہوئے

(۵۳) ابن الکلبی کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت کعب احبار رض نے بیان کیا ہے کہ ہم نے اپنی بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ آدم ع ختنہ شدہ پیدا ہوئے تھے اور اُن کے بعد بارہ ۱۲ نبی اُن کی اولاد سے ختنہ شدہ پیدا ہوئے. جن میں سب سے آخری حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں. وہ انبیاء یہ ہیں. حضرت شیث ع ادریس ع. نوح ع. سام ع. لوط ع. یوسف ع. موسیٰ ع. سلیمان ع. شعیب ع. یحییٰ ع. ہود ع اور صالح ع علیہم الصلوٰۃ والسّلام. (حاکم)

حضور سرورِ عالمؐ گہوارہ میں چاند سے باتیں کیا کرتے تھے

(۵۴) حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ سے کہا کہ میں آپ کی نبوت کی علامت دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہوا۔ میں نے دیکھا تھا کہ آپ گہوارہ میں چاند سے باتیں کیا کرتے تھے اور انگشت مبارک سے چاند کی طرف اشارہ فرماتے تو وہ اسی طرف کو جھک جاتا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں چاند سے باتیں کیا کرتا تھا اور چاند مجھ سے باتیں کیا کرتا تھا۔ جس وقت میں روتا چاند مجھے بہلایا کرتا تھا اور جس وقت چاند عرش کے نیچے سجدہ کرتا میں اس کی آواز سنتا تھا۔ (بیہقی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم گہوارہ میں کلام کیا کرتے تھے

(۵۵) حافظ ابن حجر نے شرح بخاری میں سیر واقدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا ہونے کے وقت ہی کلام فرمایا تھا۔

حضورؐ کا جھولا فرشتے جھلایا کرتے تھے

(۵۶) ابن سبع نے خصائص میں لکھا ہے کہ حضور سرورِ عالمؐ کا جھولا فرشتے جھلایا کرتے تھے۔ حضور نے دنیا میں سب سے پہلے جو کلام کیا وہ یہ تھا اللّٰہ اکبر کبیراً و الحمدُ للّٰہ کثیرًا۔

(۵۷) بی بی حلیمہؓ کے گھر میں خیر و برکت

جس وقت حضرت بی بی حلیمہ سعدیہؓ نے حضور سرورِ عالم کو دودھ پلانے کے لئے لیا تو حق تعالیٰ نے اُن کو بے شمار خیر و برکت عطا فرمائی۔ تمام مویشی دودھ دینے لگے اور ہر طرح کی آسودگی نمایاں ہوگئی۔ (طبرانی)

(۵۸) شق صدر

حضرت علی بن عبداللہ بن عباسؓ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حلیمہؓ باتیں کیا کرتی تھیں کہ جس وقت میں نے رسول اللہؐ کا دودھ چھڑایا تو آپ نے سب سے پہلے یہ کلام فرمایا اللّٰہ اکبر کبیرا والحمد للّٰہ کثیرا سبحان اللّٰہ بکرۃ واصیلا پھر جب آپ بڑے ہوئے تو اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریاں چرانے جنگل جانے لگے۔ ایک دن دوپہر کے وقت حضورؐ کا سوتیلا بھائی باحال پریشان بھاگتا ہوا آیا۔ اور کہنے لگا جلدی چلو۔ ایک مرد ناگہانی طور پر آپ کو اُٹھا کر پہاڑ پر لے گیا اور وہاں اُس نے آپ کا سینہ ناف تک چیر دیا اس کے بعد کیا ہوا مجھے معلوم نہیں۔ یہ سُن کر حلیمہؓ اور اُن کے شوہر دوڑے ہوئے گئے آپ پہاڑی کی چوٹی پر بیٹھے نظر آئے۔ آپ تحیّر سے آسمان کی طرف دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ بی بی حلیمہ فوراً پہاڑی پر چڑھ گئیں۔ اور سینہ سے لگا کر آپ نے دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہنے لگیں۔ ماں صدقے خیر تو ہے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اماں ہم دونوں بھائی

ایک جگہ کھڑے تھے. یکایک تین آدمی نمودار ہوئے. ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ تھا. دوسرے کے ہاتھ میں زمرد کا طشت تھا. جس میں برف بھرا ہوا تھا. یہ لوگ مجھے پکڑ کر پہاڑی کی چوٹی پر لے گئے اور احتیاط سے لٹا کر ایک شخص نے میرا سینہ ناف تک چیرا. میں اس کی طرف دیکھتا رہا. مجھے کسی قسم کی تکلیف یا درد محسوس نہ ہوا. پھر اُس نے اپنا ہاتھ میرے پیٹ کے اندر ڈالا اور میرے پیٹ میں آنتیں اور جو چیزیں تھیں باہر نکال دیں. اور ان کو برف سے دھویا اور خوب اچھی طرح سے دھویا اس کے بعد اُن سب چیزوں کو سینہ کے اندر رکھ دیا۔
بعد ازاں دوسرا آدمی میرے قریب آیا اور اس نے اپنا ہاتھ میرے پیٹ میں ڈال کر میرا دل نکالا اور اس کو چاک کیا۔ دل کے اندر سے ایک سیاہ قطرہ خون کا نکلا. اس کو نکال کر پھینک دیا اور مجھ سے کہا اے اللہ کے حبیب تمھارے قلب مبارک میں جو حصہ شیطان کا تھا اس کو نکال کر پھینک دیا. اس کے بعد اس شخص نے اس میں کوئی چیز بھر کر جو اس کے پاس موجود تھی نور کی مہر لگا دی مجھے اس وقت بھی اس مہر کی برودت رگ، جوڑوں، پٹھوں میں محسوس ہو رہی ہے.
اس کے بعد تیسرے شخص نے اُن دونوں سے کہا کہ تمھارا کام ختم ہو چکا. اب تم ہٹ جاؤ چنانچہ وہ تیسرا شخص آیا اور اس نے اپنے ہاتھ کو شروع سینہ سے ناف تک پھیرا اور کہا کہ آپ کو آپ کی اُمت کے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو. ان دونوں آدمیوں نے مجھے وزن کیا. تو میں ان سے وزنی نکلا. پھر اس نے کہا اچھا انھیں چھوڑ دو. اگر آپ کا کل اُمت کے ساتھ وزن کرو گے تب بھی آپ ان سے بھاری ہوں گے. اس کے بعد ان لوگوں نے مجھے اٹھا

کر بٹھا دیا اور میرے سر اور آنکھوں کے درمیان بوسہ دے کر کہا۔ اللہ کے حبیب آپ ہرگز خوف نہ کریں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا ہے۔ اس کے بعد وہ مجھے میری جگہ پر چھوڑ کر آسمان پر پرواز کرنے لگے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ آپ کو گود میں اُٹھا کر لے آئیں الخ (بیہقی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر ابر سایہ فگن رہتا تھا

(۵۹) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حلیمہ سعدیہ حضور سرورِ عالمؐ کو تھوڑی دیر کے لئے بھی اپنے سے جدا نہ کرتی تھیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپؐ کہیں دور چلے جائیں۔ ایک روز حلیمہ سعدیہ کی غفلت سے حضور سرورِ عالمؐ اپنے رضاعی بھائی کے ہمراہ بکریوں کی چراگاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ حلیمہ سعدیہ اُن کو تلاش کرنے نکلیں کچھ دیر بعد آپ اپنی رضاعی بہن کے ساتھ ملے۔ حلیمہ سعدیہ نے اپنی لڑکی سے کہا کہ ایسی گرمی میں آپؐ کو یہاں کیوں لے کر آئی۔ اس نے جواب دیا۔ اماں جان میرے بھائی کو گرمی معلوم نہیں ہوئی آپ کے اوپر ایک ابر سایہ کئے ہوئے تھا جس وقت آپ ٹھہر جاتے تھے وہ ٹھہر جاتا تھا اور جس وقت آپؐ چلتے تھے۔ وہ بھی ساتھ ساتھ چل پڑتا۔ حلیمہ نے کہا بیٹی جو بات تو کہہ رہی ہے وہ سچ ہے۔ اس نے قسم کھا کر کہا۔ ہاں بالکل ٹھیک ہے۔ (ابن سعد)

⑥⓪ خاتم نبوت

حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور سرورِ عالمؐ کی مہر نبوت آپ کے دو شانوں کے بیچ کبوتر کے انڈے کی مثل دیکھی۔ اس کا رنگ آپ کے جسم کے رنگ کے مشابہ تھا۔ (مسلم)

خاتم نبوت پر کیا عبارت تحریر تھی

(۶۱) حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ حضور سرور عالمؐ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی جس کے باطن پر تحریر تھا۔ اَللّٰہُ وَحْدَہٗ لاشریک لہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ اور ظاہری حصہ پر یہ عبارت مسطور تھی۔ تَوَجَّہْ حَیْثُ شِئْتَ فَاِنَّکَ الْمَنْصُوْرُ (ابونعیم)

حضور سرور عالم آگے پیچھے دونوں جانب یکساں دیکھا کرتے تھے

(۶۲) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے اصحاب سے فرمایا کہ تم لوگ میرے سامنے اس جگہ دیکھتے ہو۔ واللہ تم لوگوں کا رکوع و سجود مجھ پر مخفی نہیں رہتا میں اپنی پشت کے پیچھے سے بھی تم کو دیکھتا ہوں۔ (بخاری)

دوسری روایت میں ہے کہ حضور سرور عالمؐ نے فرمایا ہے جیسے میں اپنے سامنے دیکھتا ہوں ویسے ہی اپنے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ (مسند عبدالرزاق)

حضور سرورِ عالم کے لعابِ دہن مبارک کی برکات

(۶۳) وائل بن حجر سے روایت ہے کہ حضور سرورِ عالم کے پاس پانی کا ایک ڈول لایا گیا۔ آپ نے اس ڈول میں سے تھوڑا سا پانی نوش فرمایا اور باقی پانی کنویں میں ڈال دیا۔ اس کنویں سے مشک کی خوشبو آنے لگی۔ (ابن ماجہ)

حضرت انس رض سے روایت ہے کہ حضور سرورِ عالم نے ان کے گھر کے کنویں میں لعابِ دہن مبارک ڈالا۔ مدینہ طیبہ میں اس سے زیادہ شیریں کنواں اور کوئی نہ تھا۔ (ابو نعیم)

زرینہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی) سے روایت ہے کہ حضور عاشورے کے دن اپنے شیر خوار بچوں کو اور اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رض کے شیر خوار بچوں کو بلا کر ان کے منہ میں لعاب دہن مبارک ڈالا کرتے تھے اور ان بچوں کی ماؤں سے فرما دیتے کہ اب ان کو دن بھر دودھ نہ پلانا۔ (بیہقی)

حضور کے منہ کا چبایا ہوا گوشت کھانے سے بیہودہ گوئی کافور

(۶۴) ابو امامہ رض سے روایت ہے کہ ایک بدزبان عورت حضور سرورِ عالم کے پاس آئی۔ آپ اس وقت سوکھا ہوا گوشت کھا رہے تھے۔ اس عورت نے کہا۔ کیا آپ مجھے گوشت نہیں کھلائیں گے۔ آپ کے سامنے جو گوشت رکھا ہوا تھا۔ آپ نے اس میں سے کچھ اس کو دیا۔ عورت نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا مجھے وہ گوشت دیجئے جو آپ کے دہن مبارک میں ہے۔ حضور نے اپنے

دہن مبارک سے گوشت نکال کر اس عورت کو دے دیا۔ وہ گوشت کو کھا گئی اس گوشت کھانے کی برکت سے اس کی بیہودہ و فحش گوئی کی عادت جاتی رہی (طبرانی)

لعابِ دہن مبارک کی حیرت انگیز تاثیر

(۶۵) ابو عبید نخوی سے روایت ہے کہ عامر بن کریز اپنے بیٹے عبداللہ کو حضورؐ کے پاس لائے اس وقت عبداللہ کی عمر ۵ سال تھی۔ حضورؐ نے اس کے منہ میں لعاب دہن مبارک ڈال دیا۔ اس کی برکت کچھ اس قسم کی تھی کہ وہ اگر کسی پتھر کو مارتے تو اس میں سے پانی نکل آتا تھا۔ (بیہقی)

حضورؐ کی زبان مبارک چوس کر حضرت امام حسنؓ سیراب ہو گئے

(۶۶) حضرت ابو جعفرؓ سے روایت ہے کہ ایک موقعہ پر حضرت امام حسنؓ حضورؐ کے ساتھ تھے۔ پانی موجود نہ تھا۔ امام حسنؓ کو سخت پیاس محسوس ہوئی پانی تلاش کرایا گیا مگر دستیاب نہ ہوا۔ حضور سرور کائناتؐ نے اپنی زبان مبارک امام حسنؓ کے منہ میں دے دی۔ وہ اُسے چوس کر سیراب ہو گئے۔ پیاس رفع ہو گئی۔ (ابن عساکر)

حضور سرور عالمؐ کے دانتوں کے درمیان سے نور جھڑتا تھا

(۶۷) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور سرور عالمؐ کے سامنے کے دو دانت کشادہ تھے۔ جس وقت آپ کلام فرماتے تو ایسا معلوم

ہوتا۔ گویا آپ کے اگن دونوں دانتوں کے درمیان سے نور نکل رہا ہے۔ (دارمی)

حضور کے روئے مبارک سے نور کی شعاعیں نکلتی تھیں

(۶۸) حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ میں ایک روز سحر کے وقت کپڑا سی رہی تھی۔ سوئی گر گئی۔ تلاش کی مگر تاریکی کی وجہ سے نہ ملی۔ اتنے میں حضور سرورِ عالم تشریف لے آئے۔ آپ کے روئے مبارک کے نور کی شعاع سے وہ سوئی مل گئی۔ (ابن عساکر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کا رنگ کبھی متغیر نہیں ہوا

(۶۹) حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت سجدہ کرتے۔ آپ کی دونوں بغلوں کی سفیدی دیکھی جاتی۔ طبری نے لکھا ہے کہ عام طور پر لوگوں کی بغلوں کا رنگ تبدیل ہو جاتا ہے لیکن یہ حضورؐ کی خصوصیت ہے کہ آپ کی بغل کا رنگ کبھی تبدیل نہیں ہوا اور نہ آپ کی بغل میں کوئی بال تھا۔ (ابن سعد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص فصیح نہیں تھا

(۷۰) محمد بن ابراہیم التیمی رضؓ سے روایت ہے کہ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ سے زیادہ فصیح ہم نے کوئی شخص نہیں دیکھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ قرآن شریف میری زبان میں نازل کیا گیا ہے قرآن کی زبان

عربی مبین ہے پھر میرے فصیح ہونے میں کون سی چیز مانع ہے۔ (بیہقی)

حضرت ابو سعید الخدری رضؓ سے روایت ہے کہ حضور سرور عالمؐ نے فرمایا ہے کہ میں اعراب العرب ہوں۔ میں قریش میں پیدا ہوا اور بنی سعد میں نشوونما پائی۔ میرے کلام میں محاورہ کی غلطی کہاں سے آئے گی۔ (طبرانی)

شرح صدر اور اُس کی کیفیت

(۷۱) ابراہیم بن طہمان سے روایت ہے کہ میں نے سعد سے اللہ تعالیٰ کے قول الم نشرح لک صدرک کے متعلق پوچھا تو سعد نے مجھ سے قتادہ رضؓ سے روایت کی کہ انھوں نے انس رضؓ سے روایت کی ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا شکم مبارک سینہ کے پاس سے اسفل بطن تک چیرا گیا اور سینہ سے آپ کا قلب مبارک نکال کر سونے کے ایک طشت میں دھویا گیا۔ پھر آپ کا قلب مبارک ایمان و حکمت سے بھرا گیا۔ پھر اپنی جگہ رکھ دیا گیا۔ (بیہقی)

(۷۲) شق صدر میں کیا حکمت تھی؟

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ ایک روز حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیلؑ امین آئے۔ حضور سرور عالمؐ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ انھوں نے آپ کو پکڑ لیا اور زمین پر لٹا کر آپؐ کا سینہ شق کیا۔ قلب کو باہر نکالا۔ اور قلب کو شق کر کے علقہ نکال دیا اور

کہا کہ یہ شیطان کا حصہ آپ کی ذات مبارک میں تھا۔ پھر سونے کے طشت میں قلب کو دھو کر درست کیا اور اس کو اپنی جگہ رکھ کر سی دیا۔ حضور کا رضاعی بھائی یہ منظر دیکھ کر دوڑتا ہوا حلیمہ سعدیہ کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ کسی شخص نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا۔ حلیمہ سعدیہ اور اُن کے شوہر دوڑے ہوئے آئے۔ حضورؐ کے چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر تھا۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ حضور صلے اللّٰہُ علیہِ وسلّم کے سینہ مبارک میں سلائی کا نشان موجود تھا۔ (احمد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی جماہی نہیں آئی

(۲۳) یزید بن الاصم سے روایت ہے کہ حضور سرورِ عالمؐ کو کبھی جماہی نہیں آئی۔ (ابن ابی شیبہ)

دوسری روایت میں ہے (جماہی شیطانی اثر سے آیا کرتی ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ شیطان کے شر سے محفوظ تھے اس لئے شیطانی اثر یعنی جماہی کا نہ آنا ظاہر ہے۔ (مؤلف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمانکے فرشتوں کی آواز بھی سنا کرتے تھے

(۲۴) حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ عالمؐ نے فرمایا ہے کہ میں جو کچھ دیکھتا ہوں وہ تمھیں نظر نہیں آتا اور جو بات سنتا ہوں وہ تمھیں سنائی نہیں دیتی۔ آسمان آواز دیتا ہے اور اس کے لئے حق ہے

کہ آواز دے. اس لئے کہ آسمان میں مقدار چار انگشت بھی جگہ خالی نہیں جہاں فرشتہ سر بسجود نہ ہو. (ابو نعیم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز اس جگہ پہونچتی تھی جہاں اور کسی کی آواز نہیں پہونچتی تھی

(۷۵) حضرت براء رضؓ سے روایت ہے کہ حضور سرور عالمؐ نے ہم لوگوں میں خطبہ پڑھا. حضورؐ کا خطبہ پردہ نشین عورتوں نے پردہ میں سنا. (ابو نعیم)

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے جمعہ کے دن منبر پر خطبہ ارشاد فرمایا اور آپ نے لوگوں سے فرمایا. بیٹھ جاؤ. عبداللہ بن رواحہ اس وقت بنی غنم میں تھے. انھوں نے حضور سرور عالمؐ کی آواز سنی. وہ سن کر وہیں بیٹھ گئے. (بیہقی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل تمام دنیا کی مجموعی عقل سے زیادہ تھی

(۷۶) حضرت وہب بن منبہ رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے اکثر کتابوں میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ابتدا سے اس کے انتہائی وقت تک حضور سرور عالمؐ کی عقل شریف کے مقابلے میں تمام آدمیوں کو عقل نہیں دی. دنیا کے تمام آدمیوں کو حضورؐ کے مقابلہ میں مجموعی طور پر اتنی عقل دی گئی ہے جیسے ریگستان کے مقابلے میں ریت کا ذرہ. میں نے کتابوں میں یہ بھی پڑھا ہے کہ

حضور عقل اور رائے میں سب سے راجح و برتر تھے۔ (ابن عساکر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ یا عطر رُوح افزا

(۷۷) حضرت جابر بن عبد اللہ رضؓ سے روایت ہے کہ اگر حضورؐ کہیں تشریف لے جاتے اور یہ معلوم نہ ہوتا کہ کس جگہ تشریف لے گئے ہیں تو لوگ آپؐ کے پسینہ کی خوشبو سے معلوم کر لیتے تھے کہ حضور اس کی گلی سے گزرے ہیں یا اس طرف تشریف لے گئے ہیں. حضورؐ جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتے تھے وہ پتھر اور درخت آپ کو سجدہ کیا کرتا تھا۔ (دارمی)

حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ عالمؐ جب وقت سامنے سے تشریف لاتے ہم آپ کی خوشبو سے پہچان لیتے تھے کہ حضور تشریف لا رہے ہیں۔ (ابن سعد)

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ کائناتؐ سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت اور نورانی تھے. چودھویں رات کا چاند بھی رُوئے زیبا کے سامنے شرماتا تھا. آپ کے رُوئے مبارک پر مثل موتی کے پسینہ آیا کرتا تھا اور خوشبو میں مشک سے زیادہ خوشبو اور مہک دار ہوتا تھا۔ (ابو نعیمؒ)

حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور سرورِ کائناتؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اپنی لڑکی کی شادی کی ہے۔ آپ میری امداد فرمایئے. حضور سرورِ عالمؐ نے فرمایا کہ اس وقت تو میرے پاس کچھ دینے کو نہیں ایک چوڑے منہ کی شیشی اور کسی درخت کی لکڑی

لے آ۔ وہ آدمی دونوں چیزیں لے کر حاضرِ خدمت ہُوا۔ حضورؐ نے اپنی دونوں کلائیوں کے پسینہ سے شیشی بھر دی اور اُس شخص کو دیتے ہوئے فرمایا کہ اپنی بیٹی سے کہنا کہ اس لکڑی کو شیشی میں ڈبو کر جسم اور کپڑوں پر خوشبو لگایا کرے راوی کا بیان ہے کہ جس وقت وہ لڑکی خوشبو استعمال کرتی تھی اس کی مہک تمام مدینہ میں پھیل جاتی تھی۔ خوشبو اور مہک کی وجہ سے لوگوں نے اُس کے گھر کا نام بیت المطیبینؒ رکھ دیا تھا۔ (ابو یعلیٰ)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قد موزوں

(۷۸) حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے حضورؐ نہ بہت لانبے تھے نہ بہت چھوٹے قد کے بلکہ آپؐ کا قد میانہ تھا۔ اگر آپ کہیں تنہا تشریف لے جاتے اور آپ کے ہمراہ کوئی شخص نہ ہوتا تو آپ میانہ قد معلوم ہوتے تھے اور اگر کوئی آپ کے ہمراہ دراز قد ہوتا تو حضورؐ اُس سے لانبے معلوم ہوتے تھے۔ اکثر ایسا اتفاق ہُوا کہ آپ کے دونوں جانب لانبے قد کے دو مرد ہوتے تو آپؐ اُن دونوں سے لانبے معلوم ہوتے تھے۔ ابن سبعؒ نے خصائص میں ذکر کیا ہے کہ آپ جس وقت بیٹھتے تھے۔ آپ کے شانے حاضرینِ مجلس سے اونچے معلوم ہوتے تھے۔ (ابن ابی خثیمہؒ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا سایہ نہ تھا

(۷۹) ذکوانؒ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ عالمؐ کا سایہ نہ دھوپ میں

نظر آتا تھا اور نہ چاندنی میں۔ ابن سبع نے کہا ہے کہ یہ بات بھی حضور علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ کے جسم مبارک کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ اس لئے کہ آپ نور تھے جس وقت آپ دھوپ یا چاندنی میں چلتے تھے۔ آپ کا سایہ نظر نہیں آتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک یا کپڑوں پر کبھی مکھی نہیں بیٹھی

(٨٠) قاضی عیاض نے شفا میں اور رغرفی نے مولد میں ذکر کیا ہے کہ یہ بات حضور کی خصوصیات میں سے ہے کہ نہ کبھی آپ کے جسم مبارک پر مکھی بیٹھی نہ کپڑوں پر اور نہ کبھی آپ کے کپڑوں میں جوں پڑی۔ (شفا قاضی عیاض)

(٨١) حضور سرور عالم ﷺ کے موئے مبارک ﷺ کی کرامت

عبدالحمید بن جعفر نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ جنگ یرموک میں حضرت خالد بن الولید کی ٹوپی گم ہو گئی۔ تلاش کرنے پر دستیاب ہو گئی اس دوران میں یہ سننے میں آیا کہ حضورؐ نے عمرہ ادا کیا اور سر مبارک کے بال منڈوائے۔ لوگ تبرک کے طور پر ان بالوں کو لینے کے لئے دوڑے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک کے کچھ بال میرے بھی ہاتھ لگے۔ میں نے وہ بال مبارک اپنی ٹوپی میں سی لئے۔ اس کے بعد میں جس جنگ میں شامل ہوا۔ حق تعالیٰ نے نصرت عطا فرمائی۔ (حاکم)

(۸۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خونِ مطہر

حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ سے روایت ہے کہ وہ حضور سرورِ عالمؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضور علیہ السّلام اس وقت پچھنے لگوا رہے تھے جس وقت آپ فارغ ہو گئے تو فرمایا۔ عبداللہ یہ خون لے جاؤ اور کسی ایسی جگہ ڈال دو جہاں کسی کو نظر نہ آئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ نے وہ خون پی لیا۔ کچھ دیر بعد لوٹ کر آئے تو حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ وہ خون تم نے کیا کیا۔ ابن زبیر رضؓ نے عرض کیا کہ میں نے وہ خون ایسی جگہ پوشیدہ کر دیا ہے کہ میرے خیال میں اس سے زیادہ اور کوئی پوشیدہ مقام نہ ہوگا۔ حضورؐ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ وہ خون تم نے پی لیا ہوگا۔ عبداللہ بن زبیر رضؓ نے عرض کیا۔ جی ہاں یا رسول اللہ میں نے پی لیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ویل للنّاس منک وویل لک من النّاس۔ (طبرانی)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ بڑے زبردست بہادر صحابی تھے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ میں قوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی خونِ مطہر کی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کا اعجاز

(۸۳) حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک جنازہ میں شریک تھا۔ حضورؐ چلتے چلتے مجھ سے آگے بڑھ جاتے تھے چنانچہ میں نے اپنی برابر کے ایک آدمی سے کہا حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی قسم

چلتے وقت حضورؐ کے لئے زمین لپیٹ دی جاتی ہے۔ (ابن سعد)

یزید بن مرثد کی روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام اس قدر تیز چلا کرتے تھے کہ کوئی شخص اگر دوڑ کر آپ کو پکڑنا چاہتا تو نہ پکڑ سکتا۔ (ابن سعد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی تھیں مگر دل نہ سوتا تھا

(۸۴) حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا اے عائشہ رضؓ میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا۔ (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت رجولیت

(۸۵) سلمیٰ کنیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضور سرورِ عالمؐ نے ایک رات میں اپنی ۹ بیویوں کے ساتھ مباشرت کی۔ (ابن سعد)

صفوان بن سلیم رضؓ نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جبرئیلؑ میرے پاس ایک ہانڈی لائے اس میں کوئی چیز پکی ہوئی تھی۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ اس میں سے کھاؤ۔ چنانچہ اس کو کھاتے ہی مجھ میں جماع کی طاقت چالیس مردوں کی برابر ہو گئی۔ (ابن سعد)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی احتلام نہیں ہوا

(۸۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ کسی نبی کو ہرگز احتلام

نہیں ہوا احتلام شیطان کی شرارت سے ہوا کرتا ہے۔ (طبرانی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بول و براز فوراً زمین کھا جاتی تھی

(٨٧) حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ آپ بیت الخلا تشریف لے جاتے ہیں مگر وہاں کچھ بھی فضلہ نظر نہیں آتا۔ حضورؐ نے فرمایا اے عائشہ رضؓ تمھیں معلوم نہیں کہ جو فضلہ انبیاء علیہم السّلام کے پیٹ سے خارج ہوتا ہے اس کو زمین کھا جاتی ہے۔ (ابن سعد)

حضرت عائشہ رضؓ کی آزاد کردہ لونڈی لیلیٰ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ نے ذکر کیا کہ حضور سرور عالمؐ قضائے حاجت کے لئے بیت الخلا میں داخل ہوئے آپ کے بعد میں داخل ہوئی۔ مجھے وہاں کوئی فضلہ نظر نہ آیا۔ البتہ مشک کی سی خوشبو اس مقام سے پائی۔ (حاکم)

حضور صلعمؐ کے پیشاب سے پیٹ کی تمام بیماریاں غائب

(٨٨) حضرت ام ایمن رضؓ سے روایت ہے کہ حضور رات کو اُٹھے۔ مکان کے ایک گوشہ میں ہانڈی رکھی ہوئی تھی۔ اس میں پیشاب کیا۔ ام ایمن رضؓ کہتی ہیں کہ میری آنکھ کھلی پیاس لگ رہی تھی وہ ہانڈی میرے ہاتھ لگی۔ میں اس میں جو کچھ تھا پی گئی۔ صبح کو اُٹھ کر میں نے حضورؐ سے ذکر کیا تو آپ نے ہنس کر فرمایا اب تمھیں کبھی پیٹ کی بیماری عمر بھر نہ ہو گی۔ (دار قطنی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چاند کی طرح گول تھا

(٨٩) اور آپ چودھویں رات کے چاند کی مثل تھے

جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ ان سے کسی شخص نے پوچھا۔ کیا رسول اللہؐ کا چہرہ مبارک لانبا تھا؟ جابرؓ نے جواب دیا۔ نہیں بلکہ سورج اور چاند کی طرح گول تھا۔ (مسلم)

ابو اسحاق نے بنی ہمدان کی ایک عورت سے روایت کی ہے کہ میں نے حضورؐ کے ہمراہ حج کیا۔ تو میں نے اس عورت سے کہا کہ مجھے تشبیہ دے کر بتاؤ حضورؐ کیسے تھے۔ اس عورت نے کہا کہ حضورؐ چودھویں رات کے چاند کے مثل تھے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد میں نے آپ جیسا نہیں دیکھا۔ (بیہقی)

حضور سرورِ عالمؐ کا رنگ گورا مگر سرخی مائل تھا

(٩٠) حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ، سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گورے تھے اور آپ کے رنگ میں سرخی ملی ہوئی تھی۔ (ابن عساکر)

حضورؐ کی آنکھیں بڑی بڑی پلکیں دراز اور

(٩١) آنکھوں میں سرخی کے ڈورے تھے

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ کی آنکھیں

بڑی بڑی پلکیں لمبی لمبی اور آپ کی آنکھوں میں سُرخی کے دوڑے تھے۔ (بیہقی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخر عمر تک بوڑھے نہیں ہوئے

(۹۲) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اُن سے کسی شخص نے دریافت کیا۔ کیا حضورؐ بوڑھے ہو گئے تھے؟ تو انھوں نے جواب دیا نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے حضورؐ کو بوڑھاپے کے عیبُ سے پاک رکھا۔ آپ کے سر اور داڑھی میں صرف ۱۷ یا ۱۸ سفید بال تھے۔ (بیہقی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے بال گھونگریالے تھے

(۹۳) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اتنے گورے تھے گویا آپ چاندی سے بنائے گئے ہیں۔ سر مُبارک کے بال گھونگریالے مگر لٹکیلے تھے شکم مُبارک ہموار تھا۔ آپ کے شانوں کے جوڑ بڑے بڑے تھے۔ (ترمذی)

حضور کی پیشانی چوڑی ناک ستواں اور بھنویں باریک تھیں

(۹۴) ایک صحابی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا آپ نہایت خوبصورت جسم کے مرد تھے پیشانی بڑی۔ ناک ستواں اور بھنویں باریک تھیں آپ کے سینے کے نیچے سے ناف تک بالوں کی ایک لمبی لکیر تھی۔ (بیہقی)

ہنستے وقت حضور کے منہ سے نور کی شعاعیں نکلتی تھیں اور اُن کا عکس دیواروں پر پڑتا تھا

(٩٥) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جس وقت حضور چلتے تھے تو اپنا پورا قدم زمین پر رکھتے تھے۔ آپ کے پاؤں کے تلوے میں گڑھا نہ تھا اور جس وقت چادر دوش مبارک سے جدا کرتے تو حضورؐ کا جسم چاندی کا پترا معلوم ہوتا تھا۔ جس وقت آپ ہنستے تو دیواروں پر روشنی پڑتی تھی۔ آپ جیسا میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کبھی نہیں دیکھا۔ (بزار)

حضور کی ہتھیلیاں ریشم سے زیادہ ملائم تھیں

(٩٦) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ کی ہتھیلیاں ریشم سے زیادہ ملائم تھیں اور حضورؐ کے جسم کی خوشبو مشک و عنبر سے بہتر و اعلیٰ تھی۔ (بخاری)

حضورؐ کا مشہور نام اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک سے مشتق ہے

(٩٧) حضرت حسان بن ثابتؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

ترجمہ۔ آپ ایسے واضح النسب ہیں کہ خاتم نبوت اللہ کے نور کی آپ پر ظاہر ہوتی ہے اور گواہی دیتی ہے۔

ترجمہ۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے نام کے ساتھ نبی کا نام ملایا ہے جس وقت موذن نماز کے پانچ وقتوں میں اشہدان لاالہ اللہ کہتا ہے تو اشہدان محمداً رسول اللہ کہتا ہے
ترجمہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نام سے آپ کا نام نکالا ہے تاکہ آپ کی جلالت مرتبت عیاں ہو بس صاحب عرش محمود ہے اور یہ نبی محمدؐ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو ایک دُنبہ سے عبدالمطلبؓ نے آپ کا عقیقہ کیا اور محمدؐ نام رکھا۔ کسی شخص نے عبدالمطلبؓ سے دریافت کیا کہ تم نے حضورؐ کا نام محمدؐ کیوں رکھا۔ باپ دادا کے نام پر کیوں نام نہ رکھا تو انھوں نے جوابؔ دیا کہ آپ کا نام میں نے اس خیال سے محمد رکھا کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں آپ کی حمد کرے اور زمین پر آدمی آپ کی حمد کریں۔ (ابن عساکر)

حضورؐ کی والدہ محترمہ کا انتقال اور جنات کی نوحہ خوانی

(۹۸) اُم سماعہ نے اپنی والدہ سے روایت کی ہے کہ میں حضورؐ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہؓ کے پاس اُن کی بیماری کے زمانہ میں جس میں ان کی موت واقع ہوئی تھی حاضر ہوئی۔ حضورؐ اس وقت پانچ سال کے تھے۔ اپنی والدہ کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت آمنہؓ نے حضورؐ کے روئے مبارک کو دیکھ کر یہ اشعار پڑھے۔

ترجمہ۔ اے لڑکے اللہ تعالےٰ تجھے برکت عطا کرے۔ اے بیٹے اس شخص کے جو وفات پا چکا ہے۔

ترجمہ۔ جس کا تو فرزند ہے اس نے اللہ تعالیٰ کی مدد سے نجات پائی تھی اور اس کی دیت اس روز دی گئی جس روز قرعہ ڈالا گیا تھا۔

ترجمہ۔ اس کی ان سو اونٹوں سے دیت دی گئی تھی کہ وہ چھوٹے ہوئے چرتے تھے جو بات میں نے خواب میں دیکھی ہے۔ اگر وہ صحیح ہے۔

ترجمہ۔ تو مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے۔ ذوالجلال والاکرام کی طرف سے کہ وہ مخلوق کا خدا ہے۔

ترجمہ۔ تو حرام اور حلال شئے کے بارے میں بھیجا جائے گا اور تحقیق حق اور اسلام کے ساتھ بھیجا جائے گا۔

ترجمہ۔ وہ حلال و حرام اور تحقیق و اسلام تیرے نکوکار باپ ابراہیم کا دین ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھے بتوں سے منع کرے گا یعنی تو دین ابراہیم کی لوگوں کو ہدایت کرے گا اور حلال و حرام کی تعلیم دے گا اور بتوں کی عبادت سے لوگوں کو روکے گا۔

ترجمہ۔ اور اللہ تعالیٰ تجھ کو اس بات سے منع کرے گا کہ تو اقوام کے ساتھ بتوں کا والی نہ ہو اور ان سے دشمنی کرے گا اور ان کو دوست نہ بنائے گا۔

اس کے بعد حضرت آمنہ رضؓ انتقال فرما گئیں۔ جنات نے آپ کی وفات پر مرثیہ پڑھے جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

ترجمہ۔ ہم روتے ہیں اس جوان عورت نکوکار امینہ پر کہ وہ صاحب جمال صاحب عفت اور صاحب وقار تھی۔

ترجمہ۔ وہ عبداللہ کی زوجہ اور ان کی ہمسر تھی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اس نبی کی

والدہ بھی جو صاحب سکینہ و وقار ہے۔

ترجمہ۔ وہ نبی صاحب منبر مدینہ میں ہوگا۔ اس نبی کی والدہ ماجدہ اپنی قبر کے پاس رہن ہوگی۔ (ابو نعیم)

حضورؐ کے توسل سے اہل مکہ پر نزول باراں

(۹۹) رقیقہ بنت صیفی حضورؐ کے دادا عبدالمطلب کی ہم سن تھیں۔ رقیقہ کا بیان ہے کہ مکہ میں اس قدر قحط سالی ہوئی کہ لوگوں کے گوشت پوست خشک ہو گئے۔ میں سو رہی تھی کہ ہاتف نے بڑی بھاری آواز سے پکار کر کہا۔

اے قریش والو! یہ نبی تمھیں میں سے بھیجا گیا ہے اس کے دن آ گئے ہیں یہ اس کے خروج کا وقت ہے۔ تم لوگ بارش اور فراخ سالی کے لئے کیوں دعا نہیں کرتے تم اپنے آدمیوں میں ایسے شخص کو تلاش کرو جو نسب اور قوم میں متوسط ہے اور مرتبہ میں تم سے بڑا ہے اور وہ گورے رنگ کا عظیم و جسیم ہے۔ اس کی جلد باریک اور نازک ہے اس کی پلکیں گھنی اور رخسار کشیدہ ہیں اس کی ناک اونچی ہے اسی پر مخلوق کی حاجت روک دی گئی ہے اس کا ایک راستہ ہے وہ اس کی طرف رہنمائی کرے گا۔ ضرورت ہے کہ وہ شخص اور اس کے بیٹے اس کام کے لئے کھڑے ہو جائیں اور ان کے ساتھ عرب کے ہر خاندان کا ایک مرد ہو۔ یہ سب لوگ پانی سے غسل کریں خوشبو لگائیں پھر رکن کو بوسہ دیں اور بیت اللہ شریف کا سات سات بار طواف کریں اور یہ سب لوگ کوہ ابو قبیس پر چڑھ جائیں اور وہ مرد موصوف الذکر یعنی عبدالمطلب

اللہ تعالیٰ سے پانی کے لئے دُعا مانگے. قوم آمین کہے. اس وقت تم جو دُعا مانگو گے قبول ہو گی ؛

رقیقہ کہتی ہیں کہ میں جب صبح کو بیدار ہوئی تو میری عقل زائل ہو چکی تھی خوف کی وجہ سے بدن کا رُواں رُواں کھڑا تھا میں نے فوراً شعاب مکہ میں آ کر اپنا خواب بیان کیا. تمام اہل قریش حضرت عبدالمطلب کے پاس جمع ہو گئے اور حسب ہدایت غسل و طواف کر کے کوہ ابو قبیس پر چڑھ گئے. حضرت عبدالمطلب پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہو گئے. اُن کے ہمراہ حضورؐ بھی تھے حضرت عبدالمطلب نے خدا سے دُعا مانگی. ابھی لوگ پہاڑ سے اترنے نہ پائے تھے کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی. قریش کے بڑے بوڑھوں نے عبدالمطلب کے شکریہ کے طور پر یہ اشعار پڑھے.

ترجمہ. شیبۃ الحمد کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے شہر کو سیراب کیا جب کہ ہم نے امیر کو گم کیا اور بارش نے اپنا دامن کھینچ لیا۔

ترجمہ۔ شیبۃ الحمد کے سبب سے اس سیاہ ابر نے پانی کے ساتھ بخشش کی کہ اس کے لئے بارش از روے بہنے کے ہے. اس ابر سے حیوانات اور درخت زندہ ہو گئے۔

ترجمہ۔ سیاہ ابر کی بارش اور حیوانات و اشجار کا زندہ ہو جانا اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اور یہ احسان اس شخص کے سبب سے ہے کہ اس کا طائر مبارک ہے اور وہ اُن لوگوں سے اچھا ہے جس کی بشارت ایک دن مُضر نے دی ہے۔

ترجمہ۔ وہ ایسا مُبارک نام ہے کہ اُس کے سبب سے ابر سے پانی مانگا جاتا ہے

وُہ ایسا ہے کہ مخلوق ہیں اس کی مثل اور اس کی ہم قدر و منزلت کوئی نہیں ہے۔ (ابن سعد)

حضور اپنے دادا کے جس کام کیلئے جاتے تھے وہ کام ہو جاتا تھا

(۱۰۰) کندیر بن سعید نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں حج کیا۔ ایک مرد کو طواف کرتے دیکھا وُہ کہہ رہا تھا۔ پھیر دے میرا اک محمد کو اے میرے رب پھیر دے اور میرے ساتھ بخشش اور بھلائی کر۔ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون شخص ہے۔ لوگوں نے کہا یہ عبد المطلب ہیں۔ انھوں نے اپنے بیٹے کو اپنے اونٹ کی تلاش کے لئے بھیجا ہے وُہ جب اپنے بیٹے کو کسی کام کے لئے بھیجتے تھے وُہ کام فوراً ہو جاتا تھا اب کی بار ذرا دیر ہو گئی۔ اسی واسطے یہ دُعا مانگ رہے ہیں۔ ابھی کچھ دیر نہ گزری تھی کہ حضور بھی تشریف لے آئے اور اونٹ بھی آ گیا۔ (بخاری فی تاریخہ)

عبد المطلب کے فرش پر حضور صلعم کے سوا اور کوئی نہیں بیٹھ سکتا تھا

(۱۰۱) عباس بن عبد اللہ بن معبد سے روایت ہے کہ عبد المطلب کے واسطے ظل کعبہ میں فرش بچھایا جاتا تھا اور عبد المطلب کے کسی بیٹے کو اُن کے عظمت و جلال کی وجہ سے اس فرش پر بیٹھنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ حضور سرورِ عالم اس فرش پر آ کر بیٹھ جاتے تھے۔ آپ کے چچا حضور کو فرش پر سے اُٹھانے کی کوشش کرتے تو عبد المطلب کہتے۔ میرے بیٹے کو چھوڑ دو۔ میرے بیٹے کو بیٹھا رہنے دو۔ عبد المطلب آپ کی پشت پر ہاتھ پھیر کر کہتے میرے اس بیٹے کی بڑی

شان ہو گی۔ عبدالمطلب کی وفات کے وقت حضورؐ کی عمر ۸ سال تھی عبدالمطلب نے ابوطالب کو بلا کر وصیت کی کہ میرے بعد حضورؐ کی پرورش اور تربیت میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھنا۔

ابوطالب کی کفالت کے زمانے میں حضور سرورِ عالمؐ کے حالات

(۱۰۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ابوطالب کے بیٹے صبح کے وقت خواب سے بیدار ہوئے تو ان کی آنکھوں میں چیپڑ لگے رہتے تھے۔ آنکھوں سے رطوبت بہتی رہتی تھی۔ حضور بالکل صاف ستھرے اُٹھتے تھے اور کھانے کے وقت جب ابوطالب اپنے بیٹوں کے سامنے کھانے کی رکابیاں رکھتے تو آپس میں چھینا جھپٹی کرنے لگتے۔ حضورؐ یہ دیکھ کر فوراً اپنا ہاتھ روک لیتے اور ان کے ساتھ چھینا جھپٹی میں شریک نہ ہوتے تھے۔ ابوطالب نے اپنے بیٹوں کی بدتمیزیاں دیکھ کر حضورؐ کے واسطے علیحدہ کھانے کا انتظام کر دیا تھا۔ (ابن عساکر)

حضور سرورِ عالمؐ نے کبھی بھوک پیاس کی شکایت نہیں کی

(۱۰۳) حضرت ام ایمنؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضورؐ کو کبھی بھوک پیاس کی شکایت کرتے نہیں سنا۔ آپ جس وقت صبح کو اُٹھتے تو تھوڑا سا آبِ زمزم نوش فرما لیتے۔ ہم اکثر صبح کا کھانا آپ کے سامنے پیش کرتے تو حضورؐ فرماتے۔ میرا ارادہ کھانا کھانے کا نہیں ہے۔ میرا پیٹ بھرا ہوا ہے۔ (واقدی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر درخت سایہ کرتا تھا

(۱۰۴) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ابو طالب شام کی طرف گئے۔ حضورؐ اُن کے ہمراہ تھے۔ ملک شام میں ایک راہب رہتا تھا راہب کے پاس ہی قیام کیا۔ اونٹوں کے کجاوے کھول دیئے۔ راہب اُٹھ کر آیا اور اِدھر اُدھر گھوم پھر کر حضورؐ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا کہ یہ لڑکا سید العالمین ہے۔ رسول رب العالمین ہے۔ یہ وہ ہے جس کو حق تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ قافلہ والوں نے اس راہب سے دریافت کیا۔ تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ رسول رب العالمین ہیں تو اُس نے جواب دیا کہ تمھارا قافلہ جس وقت گھاٹی سے نکلا۔ حضورؐ جس درخت یا پتھر کے پاس سے گزرتے تھے وہ فوراً سجدہ میں گر جاتا تھا۔ درخت اور پتھر سوائے نبی کے اور کسی کو سجدہ نہیں کرتے ہیں حضور سرور عالمؐ کو اُن کی خاتم نبوت سے بھی پہچانتا ہوں۔ اس بات چیت کے بعد راہب واپس چلا گیا۔ قافلہ والوں کے لئے کھانا پکوا کر لایا۔ اس وقت سرور عالمؐ اونٹ چرانے تشریف لے گئے تھے راہب نے کہا کسی آدمی کو بھیج کر حضورؐ کو بلواؤ۔ حضور تشریف لے آئے۔ آپ کے سر پر ایک بادل کا ٹکڑا سایہ کئے ہوئے تھا۔ (ابن ابی شیبہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے باران رحمت کا نزول

(۱۰۵) جلہمہ بن عرفطہ سے روایت ہے کہ میں مکہ معظمہ پہنچا۔ اس وقت مکہ میں

قحط سالی تھی. قریش نے عرض کیا. اے ابو طالب قحط کی وجہ سے ہم لوگوں کا برا حال ہو گیا ہے بارش کے لیے دعا مانگو. ابو طالب بارش کی دعا کرنے چلے۔ حضورؐ اور مکہ مکرمہ کے بہت سے لڑکے ہمراہ تھے. بیت اللہ شریف سے پشت لگا کر کھڑے ہو گئے. ان کی انگلیاں حضورؐ نے پکڑیں. حق تعالیٰ سے نزول باراں کی درخواست کی. اسی وقت آسمان پر بادل آ کر برسنے لگا. جل تھل بھر گئے. شہر میں غلّے کی ارزانی اور چرندوں کے لئے چارہ کی فراوانی ہو گئی. ابو طالب نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں نظم کیا ہے۔

ترجمہ۔ آپ ایسے گورے اور ایسے واضح النسب ہیں کہ ابر آپ کے چہرۂ مبارک یا آپ کی ذات اقدس کے ساتھ پانی مانگتا ہے اور آپ یتیموں کی پناہ ہیں اور بیوہ عورتوں کے نگہبان ہیں۔

ترجمہ۔ آپ کے ساتھ وہ لوگ جو آل ہاشم سے ہیں اور ہلاک ہونے والے ہیں پناہ چاہتے ہیں. وہ آپ کے پاس نعمت اور عظیم نعمتوں میں ہیں۔ (ابن عساکر)

(۱۰۶) حق تعالیٰ نے حضورؐ کو زمانہ شباب میں جاہلیت کی باتوں سے محفوظ رکھا

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ عالم کعبۃ اللہ کی تعمیر کے لئے پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے. آپ اس وقت صرف تہمد پہنے ہوئے تھے آپ کے چچا حضرتِ عباسؓ نے فرمایا. اے میرے بھتیجے اگر تم اپنا تہمد کھول

کر کاندھے پر رکھ لو تو پتھر کی رگڑ وغیرہ سے محفوظ رہو۔ حضورؐ نے ایسا ہی کیا۔ آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے اس کے بعد کسی شخص نے آپ کو برہنہ نہیں دیکھا (بخاری)

عمار بن یاسرؓ سے روایت ہے کہ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہؐ آپ کبھی ایام جاہلیت میں عورتوں کے کھیل تماشہ میں شریک ہوئے تھے۔ فرمایا نہیں۔ (طبرانی)

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہ، سے روایت ہے کہ کسی شخص نے رسول اللہؐ سے پوچھا کہ آپ نے کبھی بتوں کی پوجا کی ہے۔ فرمایا نہیں۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہؐ! آپ نے کبھی شراب پی؟ فرمایا ہرگز نہیں۔ اس لئے کہ میں اس بات کو جانتا تھا کہ جو شخص بت پرستی اور شراب نوشی کا مرتکب ہو گا وہ کفر کا مرتکب ہو گا۔ مجھے اس وقت نہ کتاب کا علم تھا نہ ایمان کو پہچانتا تھا۔ (ابو نعیم)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور اپنے چچا زاد بھائیوں کے ساتھ اساف بت کے پاس کھڑے تھے۔ آپ نے خانہ کعبہ کی پشت کی طرف ایک ساعت نظر اٹھائے رکھی اس کے بعد واپس لوٹ گئے۔ حضورؐ کے چچا زاد بھائیوں نے کہا اے محمد تجھے کیا ہو گیا؟ آپ نے فرمایا مجھے اس بت کے پاس کھڑے ہونے کی ممانعت کی گئی ہے۔ (ابن عساکر)

حضورؐ کی قوم آپ کے عہدِ شباب میں آپکی تعظیم کرتی تھی

(۱۰۷) اور آپ کے ذریعہ دعا کراتی تھی

ابن شہابؒ سے روایت ہے کہ جس وقت قریش نے خانہ کعبہ تعمیر کیا

اور بناتے بناتے رکن کی جگہ تک پہنچے تو ان میں آپس میں جھگڑا ہو گیا کہ رکن کو کون اٹھائے جب کوئی صورت فیصلہ کی نظر نہ آئی تو باہمی قرارداد سے طے پایا کہ جو شخص ہمارے آگے سے آئے اسی کو اپنا حکم بنالیں۔ اتنے میں حضورؐ تشریف لے آئے۔ اس وقت آپ لڑکے اور کم عمر تھے۔ قریش نے آپ کو حکم قرار دیا۔ حضور سرورِ عالمؐ نے اس پتھر کو ایک کپڑے کے اندر رکھ کر حکم دیا کہ ہر قبیلہ کا سردار اس کپڑے کو پکڑ کر اٹھائے۔ رؤسائے قبائل نے تعمیل حکم کی۔ حضورؐ نے دیوار پر چڑھ کر اس پتھر کو اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر اس کی مقررہ جگہ پر رکھ دیا۔ اس بات سے تمام اہل قریش آپ سے بہت خوش ہوئے اور آپ کی کمال ذہانت و فطانت کی داد دی۔ قریش حضورؐ سے اس درجہ خوش تھے کہ انھوں نے متفقہ رائے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امین کا خطاب دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فرشتوں نے سایہ کیا

(۱۰۸) ابن اسحاق نے کہا ہے کہ حضرت خدیجہ رضؓ نے حضورؐ سے عرض کیا کہ آپ اُن کا مال لے کر تجارت کے واسطے شام جائیں، چنانچہ آپ حضرت خدیجہ رضؓ کے غلام میسرہ کے ہمراہ شام تشریف لے گئے اور ایک درخت کے سایہ میں جو ایک راہب کے صومعہ کے قریب تھا، قیام فرمایا۔ راہب نے میسرہ سے دریافت کیا۔ تمہارے ہمراہ یہ کون شخص ہے۔ میسرہ نے کہا یہ ایک قریشی اہل حرم ہیں۔ یہ سن کر راہب نے کہا کہ اس درخت کے نیچے سوائے نبی کے کسی نے قیام نہیں کیا۔ میسرہ کا بیان ہے کہ دوپہر کے وقت جب گرمی شدت کی

ہوتی تھی۔ دو فرشتے سر مبارک پر سایہ کئے رہتے تھے۔ پھر جب سامان تجارت فروخت کر کے حضور شام سے مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے تو یہ نظارہ حضرت خدیجہ رضؓ نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ میسرہ نے بھی دوران سفر کے حالات بیان کئے۔ اسی وقت سے حضرت خدیجہ رضؓ کو حضورؐ سے عقد مسنون کرنے کا شوق دامنگیر ہوا۔ (ابن سعد)

حضرت خدیجہ کو نکاح کرنے کا غیبی اشارہ

(۱۰۹) حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ رجب کی عید میں اہل مکہ کی عورتوں میں کسی بات پر جھگڑا ہوگیا۔ یہ سب عورتیں ایک بُت کے پاس کھڑی ہوئی تھیں۔ یکایک اُن کو ایک انسانی شبیہ نظر آئی اور اس نے اُن عورتوں کے قریب آکر بلند آواز سے پکار کر کہا۔

"اے تیما کی عورتو! عنقریب تمہارے شہر میں ایک نبی جس کا نام احمد ہے مبعوث ہونے والا ہے۔ جو عورت اس سعادت کی خواہش مند ہو کہ وہ اس نبی کی زوجیت قبول کرے۔ اس کو بلا تامل اپنا ارادہ پورا کرنا چاہئے۔"

یہ آواز سن کر عورتوں نے اس کو کنکریاں ماریں۔ بُرا بھلا کہا۔ حضرت خدیجہ رضؓ بھی اُن عورتوں میں شامل تھیں۔ مگر وہ خاموش رہیں اور انھوں نے اپنی زبان سے کچھ نہ کہا۔ (ابن سعد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آغازِ وحی

(۱۱۰) حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ پر شروع شروع میں آغاز وحی اس طور پر ہوئی کہ آپ کو سچے خواب نظر آتے تھے۔ آپ جو کچھ خواب میں مُشاہدہ فرماتے صبح کو ہو بہو اسی طرح ظہور میں آتا۔ اس کے بعد حضور خلوت گزیں ہو گئے۔ آپ غارِ حرا میں کئی کئی رات عبادت میں مشغول رہتے تھے حضورؐ کھانے پینے کا سامان اپنے ہمراہ لے جاتے تھے۔ جب ختم ہو جاتا پھر واپس تشریف لا کر لے جاتے اسی دوران میں ایک روز حضور سرور عالمؐ عبادت میں مشغول تھے کہ آپ کے پاس ایک فرشتہ نے آ کر کہا پڑھو۔ حضورؐ نے فرمایا مجھے پڑھنا نہیں آتا۔ اس فرشتہ نے حضورؐ کو بغل میں لے کر خوب دبوچا۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ اس فرشتے نے مجھے اس زور سے بھینچا کہ مجھ میں طاقت باقی نہ رہی۔ اس کے بعد اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھو۔ میں نے جواب دیا مجھے پڑھنا نہیں آتا۔ اس فرشتے نے پھر مجھے آغوش میں لے کر خوب دبایا۔ اس کے بعد مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھو۔ میں نے کہا مجھے پڑھنا نہیں آتا۔ اس بار فرشتے نے پھر مجھے دبایا۔ میں بے حال ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھو۔
اقرأ باسم ربك الذی خلق. خلق الانسان من علق اقرأ وربك الاکرم الذی علّم الانسانَ مالم یعلم فرشتہ چلا گیا۔ میرا دل خوف کی وجہ سے کانپ رہا تھا۔ اس کے بعد حضور حضرت خدیجہ رضؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ فرمایا مجھے کمبل اڑھاؤ۔ آج میرے ساتھ ایسا واقعہ پیش آیا ہے جس سے مجھے جان کا

خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ حضرت خدیجہ رضؓ نے آپ کو کمبل اڑھا یا۔ عرض کیا حضوؐ آپ کسی بات کا خیال نہ کریں۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ سچی بات کہتے ہیں سختی برداشت کرتے ہیں۔ مہمانوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ نادار اور مفلس لوگوں کو کسب کراتے ہیں جو شخص حق پر ہوتا ہے اور مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے آپ اس کی اعانت کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہے۔

کچھ دیر بعد جب حضورؐ کے اوسان درست ہوئے خدیجہ رضؓ حضورؐ کو ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ کے پاس لے کر گئیں اور ان سے سارا واقعہ ذکر کیا ورقہ بن نوفل ایک زبردست نصرانی عالم تھا۔ ورقہ نے ہی انجیل کا ترجمہ عربی زبان میں کیا تھا، ورقہ نے حضورؐ کی زبانی سارا حال سُنا۔ ورقہ نے جواب دیا کہ یہ وہی فرشتہ تھا جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوا تھا۔ ورقہ نے کہا۔ کاش میں اس وقت زندہ رہوں جس وقت آپ کی قوم آپ کو وطن سے نکالے گی۔ حضورؐ نے فرمایا کیا مجھے میری قوم جلاوطن کرے گی۔ ورقہ نے جواب دیا۔ ہاں آپ جو چیز لے کر آئے ہیں اور کوئی اس جیسی چیز لے کر نہیں آیا۔ قوم نے ہمیشہ ایسے لوگوں کے ساتھ عداوت اور مخالفت کی ہے اگر میں آپ کی نبوت کے زمانہ میں زندہ رہا تو آپ کی پوری پوری مدد کروں گا۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد ہی ورقہ کا انتقال ہو گیا۔ (بخاری و مسلم)

فترت وحی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اضطراب اور حضرت جبرئیلؑ کی تسلی دہانی (١١١)

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ وحی آتے آتے کچھ روز بندش ہو گئی۔ اس بات سے حضورؐ کو سخت قلق و اضطراب ہوا۔ آپ نے کئی بار ارادہ کیا کہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر اپنے آپ کو نیچے گرا دیں مگر اسی وقت حضرت جبرئیلؑ نے حاضر ہو کر آپ کو تسلی دی: "اے محمدؐ آپ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں"۔ اس بات سے حضورؐ کو تشفی ہو جاتی اور دولت خانہ واپس آجاتے۔ (احمد)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحؒ نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ ابتدائے نزولِ وحی میں حضور سرورِ عالمؐ کو فرشتہ کا دبوچنا حضورؐ کی خصوصیات میں سے ہے۔ آغوش میں لے کر دبوچنے کی حکمت یہ تھی کہ آپ کسی دوسری شے کی طرف التفات سے فارغ الذہن رہیں اور اس امر میں شدت و کوشش کا اظہار اس امر کی تنبیہ کے پیشِ نظر تھا کہ وہ قولِ ثقیل جو آپ کو آئندہ القا کیا جانے والا ہے آپ اس کے متحمل ہو سکیں اور ابتدائے وحی میں اس کی ضرورت بھی تھی کہ آپ کے قلبِ مبارک میں تخیل اور وسوسہ کی گنجائش نہ رہے۔

ابتدائے نبوت میں حضرت اسرافیلؑ تین سال تک حضورؐ کو تعلیم دیتے رہے

(۱۱۲) حضرت امام بیہقی نے شعبی سے روایت کی ہے کہ حضورؐ کو چالیس سال کی عمر میں خلعت نبوت پہنایا گیا۔ نبوت کے شروع کے تین سال میں حضرت اسرافیلؑ حضورؐ کے ساتھ رہے۔ ان ایام میں قرآن شریف نازل نہیں ہوا تھا حضرت اسرافیلؑ حضورؐ کو کلمہ اور دوسری چیزوں کی تعلیم دیتے تھے تین سال بعد حضرت جبرئیلؑ آپ کے ساتھ رہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السّلام کے ذریعہ بیس سال تک قرآن نازل ہوتا رہا دس سال مکہ معظمہ میں اور دس سال مدینہ طیبہ میں۔

آغاز نبوت سے پیشتر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو درخت اور پتھر سلام کرتے تھے

(۱۱۳) عبدالملک بن عبداللہ بن ابی سفیان بن العلاء بن جاریہ الثقفی نے بعض اہل علم سے روایت کی ہے کہ جب حق تعالیٰ نے حضورؐ کو نبوت کی کرامت عطا کرنے کا ارادہ کیا تو اس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ حضورؐ جس درخت یا پتھر کے پاس سے گزرتے تھے وہ درخت یا پتھر آپ کو سلام کرتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم السلام علیک یا رسول اللہ کی ندا سن کر ادھر ادھر

مڑ کر دیکھتے تھے. مگر کوئی سلام کرنے والا نظر نہ آتا تھا۔ (بیہقی)

عسکلان بن عواکن الحمیری کا قبول اسلام

(۱۱۴) حضرت عبدالرحمان بن عوف نے اپنے والد سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میں ایک مرتبہ یمن کے سفر پر گیا. عسکلان بن عواکن الحمیری کے ہاں قیام کیا۔ عسکلان بہت بوڑھا مرد بزرگ تھا. عسکلان نے مجھ سے دریافت کیا۔ سُناؤ تم لوگوں میں کوئی نیا آدمی ظاہر ہوا ہے جس نے تمھارے دین کے خلاف کیا ہو۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نبوت کا اعلان فرما چکے تھے. عسکلان کبر سنی کے باعث ثقل سماع میں مبتلا تھا. نشست و برخاست دشوار تھی. میں جب اس کے پاس پہنچا تو اس کے بیٹوں پوتوں نے اس کو گاؤ تکیہ کے سہارے بٹھایا. عسکلان نے مجھ سے کہا. تم اپنا نسب بیان کرو. میں نے کہا میں عبدالرحمٰن بن عوف بن عبدالحارث بن زہرہ ہوں. عسکلان نے کہا۔ اے زہرہ کے بھائی میں تجھے ایک خوشخبری سُناتا ہوں. میں نے کہا ضرور عسکلان نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے اس مہینہ کے شروع میں تیری قوم میں ایک نبی کو مبعوث کیا ہے اور اس پر ایک کتاب نازل کی ہے. وہ نبی بتوں کی عبادت کو منع کرتا ہے. اسلام کی طرف بلاتا ہے حق بات کا حکم کرتا ہے۔ بری باتوں سے روکتا ہے. میں نے پوچھا کہ وہ نبی کن لوگوں میں سے ہے عسکلان نے کہا کہ وہ نبی ہاشم سے ہے اور تم اس کی ننہال میں سے ہو۔

اے عبد الرحمٰن تم یہاں سے جلد واپس چلے جاؤ اور اس کی مدد کرو اس کی تصدیق کرو اور اس نبی کے پاس یہ میرے چند اشعار لے جاؤ۔

ترجمہ۔ میں گواہی دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ صاحب بلندیوں کا ہے اور نکالنے والا رات اور صبح کا۔

ترجمہ۔ آپ شرف اور جواں مردی میں قریش سے ہیں اے فرزند اس شخص کے ذبح سے جس کا فدیہ دیا گیا ہے۔

ترجمہ۔ آپ خدا کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔ مخلوق کو یقین کی طرف بلاتے ہیں اور حق و فلاح کے واسطے رہنمائی کرتے ہیں۔

ترجمہ۔ میں اس اللہ کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ وہ موسیٰ کا رب ہے۔ تحقیق آپ بطحا میں بھیجے گئے ہیں۔

ترجمہ۔ آپ ملیک یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس میری شفاعت فرمائیں کہ وہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو فلاح کی طرف بلاتا ہے۔

عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا بیان ہے کہ یہ اشعار میں نے اسی وقت حفظ یاد کر لئے اور مال تجارت جلدی جلدی فروخت کر کے مکہ مکرمہ واپس آیا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ملاقات کی اور ان کو سارا واقعہ سنایا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ وہ نبی محمد بن عبد اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے ان کو رہنما بنا کر بھیجا ہے۔ تم ان کے پاس چلو حضورؐ اس وقت حضرت خدیجہؓ کے مکان میں تشریف فرما تھے۔ ہم دونوں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے مجھے دیکھ کر متبسمانہ انداز میں

فرمایا۔ تمہارے چکنے اور پُر رونق چہرے سے مجھے خیر کی اُمید ہے۔ سُناؤ کیا خبر ہے جو امانت لے کر آئے ہو، پیش کرو۔ میں نے سارا واقعہ حضورؐ کے سامنے پیش کیا اور عسکلانُ کے اشعار پڑھ کر سُنائے اور خود بھی مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ حمیر کا بھائی (عسکلانُ) خاص ایماندار لوگوں میں سے ہے۔ حضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھ پر بہت سے لوگ ایمان لاتے ہیں۔ میری نبوت کی تصدیق کرتے ہیں اور وہ میرے پاس حاضر نہیں ہوئے۔ وہ لوگ میرے سچے بھائی ہیں۔ (ابن عساکر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت غیب کی آوازیں

(۱۱۵)

(۱) حضرت عمر فاروق رضؓ نے فرمایا ہے کہ میں ایک روز بتوں کے پاس سو رہا تھا اُن بتوں کے پاس کسی شخص نے ایک گائے کا بچہ ذبح کیا۔ اس وقت اس گائے کے بچہ کے پیٹ میں سے کسی نے اس شدت کے ساتھ شور مچایا۔

ترجمہ۔ (اے جلیح یہ امر نجات دینے والا ہے مرد نصیحت کرنے والا ہے وہ لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے) یہ سُن کر لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ میں اس فکر میں رہا کہ میں اس آواز کا حال اور انجام معلوم کروں۔ کچھ دیر بعد دوسری اور تیسری مرتبہ پھر یہی آواز بلند ہوئی۔ اس واقعہ کو کچھ زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ ہم نے حضورؐ کی بعثت کی خبر سُنی۔ (بخاری)

(۲) حضرت عمر فاروق رضؓ نے فرمایا ہے کہ میں نے سواد بن ابی ربؓ سے کہا کہ اپنے ابتدائے اسلام کی بات سُناؤ۔ سواد بن قاربؓ نے کہا کہ ایک جنُ میرا

دوست تھا میں ایک رات سو رہا تھا۔ اس جن نے مجھے آکر جگاتے ہوئے کہا۔ اٹھو اور سمجھو کہ لوئی بن غالب میں ایک نبی مبعوث ہوا ہے پھر اُس نے یہ اشعار پڑھے
ترجمہ۔ جنات سے میں تعجب کرتا ہوں اور جنات کے نجس لوگوں سے تعجب کرتا ہوں اور اس امر سے تعجب کرتا ہوں کہ وُہ اپنے اونٹوں پر کجاوے باندھتا ہے۔
ترجمہ۔ وہ جنات مکّہ کی طرف میل کرتے ہیں اور ہدایت کی خواہش کرتے ہیں۔ ان جنات میں جو مُومن ہیں وہ ان نجس جنات کی مثل نہیں۔
ترجمہ۔ تو اس کی خلاصہ کی طرف جا۔ جو ہاشم سے ہے اور اپنی آنکھوں کو دزدہ ہاشم کی طرف اٹھا کے دیکھ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کہ بنی ہاشم کے راس ہیں اور اس قبیلہ کا دزدہ ہیں۔

اس کے بعد اس جنّ نے مجھے بیدار کر کے ڈرا کے کہا کہ اے سواد بن افارب اللہ تعالیٰ نے ایک نبی کو مبعوث کیا ہے تو اس کے پاس جا تو ہدایت پائے گا اور تجھ کو بزرگی حاصل ہوگی۔

دوسری رات بھی اسی قسم کا واقعہ پیش آیا۔ اُس جن نے مجھے بیدار کر کے یہ اشعار سُنائے۔
ترجمہ۔ میں جنّات سے اور اُن کی طلب سے تعجب کرتا ہوں اور جنات اونٹوں کے اوپر کجاوے باندھتے ہیں اس سے تعجب کرتا ہوں۔
ترجمہ۔ وہ جنّات مکّہ کی طرف میل کرتے ہیں اور ہدایت کی خواہش کرتے ہیں۔ جنّات میں کے صادق لوگ اُن کذابوں کے مثل نہیں۔
ترجمہ۔ ہاشم سے جو خلاصہ مرد ہے اس کی طرف کوچ کر دے۔ جنات کے اگلے لوگ اُن

کے بعد کے لوگوں اور اتباع کے مثل نہیں۔

تیسری رات اس جن نے مجھے یہ اشعار سُنائے۔

ترجمہ۔ جنات سے میں تعجب کرتا ہوں اور اُن کی دلیری سے تعجب کرتا ہوں اور اس امر سے تعجب کرتا ہوں کہ وہ اونٹوں پر کجاوے باندھتے ہیں اور آمادۂ سفر ہیں۔

ترجمہ۔ وہ جنات مکہ کی طرف میل کرتے ہیں اور ہدایت کی خواہش کرتے ہیں جو جنات شریر ہیں وہ نیک جنوں کے مثل نہیں۔

ترجمہ۔ تو ہاشم کے منتخب اور خلاصہ مرد کی طرف کوچ کر۔ جو جنات ایمان والے ہیں وہ ان جنات کی مثل نہیں جو کافر ہیں۔

سواد بن اقارب کہتے ہیں کہ تین رات پے در پے اس جن کے اشعار سُن کر میرے دل میں اسلام کی محبت جاگزیں ہوگئی۔ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا حضورؐ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا۔ مرحبا یا سواد بن اقارب جو چیز تجھ کو میرے پاس لائی ہے۔ مجھے اس کا علم ہے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے چند اشعار کہے ہیں۔ سماعت فرمایئے۔

ترجمہ۔ میرے پاس ایک اچھی صورت والا سو جانے کے بعد رات میں آیا۔ جس امر میں میں نے اس کو آزمایا ہے وہ جھوٹا نہیں ہے۔

ترجمہ۔ وہ اچھی صورت والا تین رات آیا۔ اس کا قول ہر رات یہی تھا کہ تیرے پاس ایک رسول آیا ہے جو لوئی بن غالب کی اولاد سے ہے

ترجمہ۔ میں نے اپنی پنڈلی سے اپنے تہمد کو باندھا دیتی ہیں آمادۂ سفر ہوا،

اور تیز رفتار اونٹنی نے جو بڑے جھکڑ والی ہے اُس نے میدانوں کو قطع کرنے کے بعد مجھ کو بیچ میں لا پہنچایا۔

ترجمہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ رب ہے اور اس کے سوا کوئی رب نہیں ہے اور آپ ہر ایک غالب پر مامون ہیں یعنی ہر ایک غالب آپ پر بھروسہ کئے ہوئے ہے۔

ترجمہ۔ اور میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ آپ از روئے شفاعت کے اللہ تعالیٰ کے پاس مرسلوں سے زیادہ قریب ہیں۔ اے اکرمین اور پاکوں کے بیٹے۔

ترجمہ۔ جو شئے آپ کے پاس آئی ہے اے خیر مخلوق آپ ہمیں اس کا حکم فرمایئے اگرچہ اس میں ایسی محنت اور دشواری ہو کہ آدمی بوڑھا ہو جائے۔

ترجمہ۔ آپ میری شفاعت اس دن فرمائیں کہ کوئی صاحب شفاعت اُس دن آپ کے سوا سواد بن اقارب کو بے نیاز کرنے والا نہیں۔ (رواہ البخاری فی تاریخہ)

(۳) حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضور سرور عالمؐ کی بعثت کی خبر سب سے پہلے مدینہ میں اس طرح آئی کہ مدینہ کی عورت کے ایک جن تابع تھا۔ وہ جن ایک پرندہ کی شکل میں اس عورت کے مکان پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس عورت نے جن سے کہا کہ نیچے اُتر آ۔ مگر اس نے نیچے آنے سے انکار کر دیا اور کہا مکہ میں ایک ایسا نبی مبعوث ہوا ہے۔ جس نے ہم لوگوں کے ٹھہرنے کو منع کیا اور زنا کو ہم پر حرام کیا ہے۔ (طبرانی)

(۴) ارطاۃ بن المنذر سے روایت ہے کہ میں نے ضمرہ سے سُنا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ مدینہ میں ایک عورت تھی۔ ایک جن اُس سے جماع کیا کرتا تھا۔ وہ

یکایک غائب ہو گیا۔ اس عورت کے پاس آنا چھوڑ دیا۔ ایک روز وہ اتفاق سے ایک سوراخ میں سے ظاہر ہوا۔ اس عورت نے جن سے کہا کہ آج خلاف عادت اس طرح کیوں آیا۔ اس جن نے جواب دیا کہ ایک نبی مکہ میں ظاہر ہوا ہے اور وہ جو کچھ لایا ہے۔ میں نے اس کو سنا ہے اس نے زنا کو حرام قرار دیا ہے۔ لو ہمارا سلام لو۔ یہ کہہ کر وہ رخصت ہو گیا۔ (ابو نعیم)

○ یزید بن رومان سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضؓ اور طلحہ بن عبد اللہ رضؓ نے حضورؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ حضرت عثمان رضؓ نے عرض کیا میں ابھی ابھی شام سے آیا ہوں۔ معان اور زرقاء کے درمیان رات کو قیام تھا کہ مجھے ایک غیبی آواز سنائی دی۔ کوئی شخص پکار پکار کر کہہ رہا تھا۔ اے سونے والو بیدار ہو جاؤ۔ احمدؐ (نبی) نے مکہ میں ظہور کیا۔ چنانچہ مکہ میں پہنچ کر آپ کی بعثت کی خبر سنی۔ (ابن سعد)

ایک جن شاتم رسولؐ کو ایک عفریت نے قتل کر دیا

(۱۱۶) حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ کسی جن نے مکہ معظمہ کے کوہ ابو قبیس پر چڑھ کر یہ اشعار پڑھے۔

ترجمہ۔ برا کرے اللہ تعالیٰ کعب بن فہر کی رائے کا یہ لوگ کتنے سبک عقل ہیں۔

ترجمہ۔ بنی کعب کا دین ان کے آبائے کرام حمایت کرنے والوں کا دین ہے اور وہ اس دین میں ملامت کئے جاتے ہیں۔

ترجمہ۔ تمہارا ساتھ جنات دیں گے جس وقت تم پر حکم کیا جائے گا۔ اور وہ مرد تمہارا ساتھ دیں گے جو نخبل اور آطام کے ہیں۔

ترجمہ۔ قریب ہے کہ تو سواروں کو دیکھے گا کہ وہ خرام کریں گے ایسی حالت میں کہ قوم کو بڑے بڑے شہروں میں قتل کریں گے۔

ترجمہ کیا تم لوگوں میں کوئی ایسا کریم ہے کہ اس کا نفس آزاد ہے اور اس کے ماں باپ اور چچا شریف ہیں۔

ترجمہ۔ وہ کریم ایسی ضرب لگانے والا ہو کہ وہ ضرب عذاب اور خوشی ہو سختی اور غم سے۔

یہ بات بجلی کی طرح سارے مکہ میں مشہور ہو گئی۔ مشرکین بھی ان اشعار کو پڑھنے لگے۔ ان اشعار کو سن کر مشرکین نے مومنوں کی طرف رُخ کیا۔ حضورؐ نے فرمایا یہ وہ شیطان ہے جو بتوں کے اندر سے آدمیوں سے کلام کرتا ہے۔ اس کا نام مسعر ہے اللہ تعالیٰ اس شیطان کو ذلیل کرے گا۔ اس واقعہ کے تیسرے دن کسی ہاتف نے پہاڑ پر چڑھ کر یہ اشعار پڑھے۔

ترجمہ۔ ہم نے مسعر شیطان کو قتل کر ڈالا جب کہ اس نے سرکشی اور تکبر کیا۔

ترجمہ۔ اور مسعر شیطان نے حق کو سبک سمجھا اور امر منکر کو سنت ٹھہرایا۔ میں نے مسعر کا قناع اس فلوار سے بنایا کہ وہ بنیا دہتی کھودنے والی اور قاطع ہے۔

ترجمہ۔ اس شیطان کو اس سبب سے میں نے قتل کیا کہ اس نے ہمارے نبی مطہرؐ کو برا کہا تھا۔

یہ اشعار سن کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جنات میں سے یہ وہ عفریت ہے جس کا نام سمج ہے میں نے اس کا نام عبداللہ رکھا ہے۔ یہ مجھ پر ایمان لایا ہے۔ اس نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ اس شیطان کی جستجو میں چند روز سے تھا۔ (ابونعیم)

حضرت تمیم داری رضؓ سے روایت ہے کہ میں شام میں تھا۔ جس وقت رسول اللہؐ مبعوث ہوئے میں کسی کام سے جنگل کی طرف گیا تھا۔ رات ہو گئی۔ میں وہیں لیٹ گیا۔ یکایک ایک زوردار آواز آئی۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ حاصل کرو۔ اس لئے کہ جن کسی شخص کو اللہ تعالےٰ سے نجات نہیں دلا سکتا۔ میں نے کہا۔ تجھے خدا کی قسم بات صاف صاف کہو۔ اس نے کہا کہ رسول اللہؐ نے ظہور فرمایا ہے اور ہم نے مقام جیحون میں آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور آپ کا ہم نے اتباع کیا ہے۔ اب جنات کا مکر چلا گیا۔ اب جنات آگ کے شعلوں سے مارے جاتے ہیں تو محمدؐ رسول اللہؐ رسول رب العالمین کی طرف جا اور مسلمان ہو جا۔

تمیم داری رضؓ کہتے ہیں کہ میں صبح اٹھتے ہی ایک راہب کے پاس گیا۔ اور اس سے رات کی بات ذکر کی۔ اس نے جواب دیا کہ تجھ سے جنات نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ وہ نبی حرم سے ظہور کرے گا۔ اس کی ہجرت کی جگہ حرم ہوگی وہ خیر الانبیاء ہے تو ان کی طرف کیوں نہیں جاتا۔ (ابونعیم)

حضورؐ کی بعثت کے وقت بت اوندھے ہو گئے طاق کسریٰ میں شگاف آگیا ۱۱۷

حضرت وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم خلعت نبوت سے سرفراز ہوئے تو طاق کسریٰ شق ہو گیا۔ دریائے دجلہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ (واقدی)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ہر ایک بت صبح کے وقت اوندھا پڑا ہوا تھا۔ شیاطین نے ابلیس لعین کو جا کر خبر کی۔ ابلیس نے کہا کہ ایک نبی مبعوث ہوا ہے۔ شیاطین تلاش میں نکلے مگر پتہ نہ چل سکا۔ ابلیس نے کہا اچھا میں تلاش کرتا ہوں ابلیس چل دیا۔ مکہ معظمہ میں حضورؐ کو پایا اور شیاطین سے آکر کہا کہ میں اس نبی کو دیکھ آیا ہوں۔ اس کے ساتھ جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ (ابونعیم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی وجہ سے جنات کا آسمان میں داخلہ بند ۱۱۸

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ شیاطین آسمان پر چڑھ کر وحی کے کلمات سن کر زمین پر اترتے تھے اور جو کلمات سنتے تھے ان

ہیں اپنی طرف سے کچھ اور باتیں ملا کر لوگوں کو بتایا کرتے تھے جس وقت حضورؐ مبعوث ہوئے۔ شیاطینؔ ان جگہوں پر جانے سے روک دیئے گئے۔ شیاطینؔ نے ابلیس لعین سے ذکر کیا۔ ابلیس نے کہا زمین پر ضرور کوئی حادثہ رونما ہوا ہے ابلیس نے شیاطین کو دریافت کے لئے بھیجا۔ اُنھوں نے رسُول اللہؐ کو قرآن شریف پڑھتے ہوئے پایا۔ شیاطین نے قرآن شریف سُن کر اور حضورؐ کو دیکھ کر فرمایا۔ واللہ وُہ حادثہ یہی ہے۔ اب تو شیاطین آگ کے انگاروں سے مارے جاتے ہیں۔ جس وقت کوئی ستارہ ٹوٹتا ہُوا معلوم ہو تو سمجھو کہ اُس نے شیطانؔ کو پا لیا۔ اس کا نشانہ خطا نہیں ہُوتا۔ اس ستارہ سے شیطان قتل تو نہیں ہوتا۔ لیکن اس کا چہرہ۔ پسلی اور ہاتھ جل جاتے ہیں۔ (احمد)

حضورؐ سرورِ عالمؐ کی بعثت پر ستارے ٹوٹنے سے قریش کی گھبراہٹ

(۱۱۹) حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو آسمانؔ پر اُٹھالئے جانے کے بعد ستارے ٹوٹنے بند ہو گئے تھے جب حضورؐ مبعوث ہوئے۔ پھر ستارے ٹوٹنے لگے۔ قریش ستاروں کو ٹوٹتا دیکھ کر ڈر گئے اور وُہ یہ خیال کرنے لگے کہ دُنیا کے خاتمہ کا وقت آگیا۔ بنی ثقیفہ نے تو اپنے غلام اور چوپائے آزاد کرنے شروع کر دیئے۔ پھر جس وقت یہ خبر عبد یا لیل کو پہونچی تو اُس نے لوگوں سے کہا۔ گھبراؤ مت۔ جلدی نہ کرو۔ یہ بات معلوم کرو کہ جو ستارے آسمان سے ٹوٹتے ہیں وہ کون سے ستارے ہیں:

اگر وہ ستارے مشہور و معروف ہیں تو سمجھ لو کہ دُنیا کے خاتمہ کا وقت آگیا ورا اگر وہ ستارے غیر معروف ہوں تو اس کا باعث کوئی واقعہ عظیم ہے۔ لوگوں نے دیکھ بھال کر کہا کہ وہ غیر معروف ستارے ہیں۔ عبد یا ئیل نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ دُنیا میں کسی نبی کا ظہور ہُوا ہے۔ کچھ دنوں بعد سفیان بن حرب طائف گئے تو انہوں نے لوگوں سے ذکر کیا کہ محمد بن عبداللہ نے نبوت کا اعلان کیا ہے۔ (واقدی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد حضرت جبرئیل نے ابلیس کے زور سے دھکا مارا

(۱۲۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور کو مبعوث کیا تو ابلیس لعین آپ کے پاس آکر مکر کرنے لگا۔ حضرت جبرئیل نے اسی وقت آکر ابلیس لعین کے اتنی زور سے دھکا مارا کہ وہ وادی اردن میں جاگرا۔ (ابو نعیم)

قرآن شریف کا اعجاز اور مشرکین قریش کا اعتراف

(۱۲۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز ولید بن مغیرہ حضور کے پاس آیا۔ حضور نے اس کو قرآن پڑھ کر سنایا۔ اس پر رقت طاری ہوئی۔ یہ خبر ابوجہل کو پہنچی تو وہ فوراً ولید کے پاس جاکر کہنے لگا۔ اے چچا مجھے معلوم ہوا ہے کہ قوم تمہارے واسطے مال جمع کرنے کا ارادہ کر رہی ہے

کیونکہ تم محمدؐ کے پاس گئے تھے اور اس کی باتیں سن کر تمھیں بڑا اثر ہوا. ولید نے کہا. قریش کو علم ہے کہ میں ان سے زیادہ مالدار ہوں. ابوجہل نے کہا تو پھر کوئی ایسی کیا بات کہوں خدا کی قسم تم لوگوں میں مجھ سے بہتر شاعر، رجز اور قصیدہ خواں نہیں. جو بات محمدؐ کہتے ہیں وہ اشعار سے مشابہ نہیں. اس کے کلام میں بڑی حلاوت ہے. اس کا کلام سن کر خوش دلی پیدا ہوتی ہے. اس کا قول وزن دار اور فائق ہے. ابوجہل نے کہا کہ ان باتوں سے تیری قوم راضی نہ ہوگی. جب تک محمدؐ کے بارے میں کوئی تشفی خیز بات نہ کہو. ولید نے کہا اچھا میں سوچ کر جواب دوں گا. چنانچہ کئی روز بعد اس نے کہنا شروع کیا کہ محمدؐ پر تو کسی نے سحر کر دیا ہے. اس کا کلام اور اس کی باتیں سحر کاری کا ثمرہ ہیں. (حاکم)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نضر بن حارث بن کلدہ بن عبدمناف نے قریش کے ایک مجمع میں کھڑے ہو کر کہا. اے اہل قریش تم لوگ ایک ایسے امتحان میں مبتلا ہوئے ہو کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوتے تھے. محمدؐ کم سن تھے تو تم ان کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے. وہ تم میں نہایت سچے اور امین تھے. جب ان کا بڑھاپے کا زمانہ آیا اور انھوں نے تمھارے سامنے وہ چیز پیش کی جو وہ لے کر آئے تھے تو تم نے ان کو ساحر کہا خدا کی قسم محمدؐ ساحر نہیں. ہم نے بہت سے ساحروں کو دیکھا ہے. وہ کاہن بھی نہیں. ہم نے بہت سے کاہنوں کا حال دیکھا ہے. وہ مجنوں بھی نہیں ہم نے بہت سے جنون والوں کا حال دیکھا ہے. شاعر بھی نہیں. بھلا فن شعر میں ہم سے

بڑھ چڑھ کر کون ہے۔ اے قریش والو اپنے معاملہ کو اچھی طرح سوچ سمجھ لو یہ تمہارے امتحان کا وقت۔ (ابن اسحاق)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مال و دولت اور خوبصورت عورتوں کا لالچ دینے کی کوشش (۱۲۲)

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ قریش کے ایک مجمع میں اس بابت مشورہ ہوا کہ محمدؐ کی بات تمام قوم میں پھیل گئی ہے۔ اگر کوئی آدمی شاعر، کاہن اور ساحر ہوتا تو ہم اس کو محمدؐ کے پاس بات چیت کرنے بھیجتے۔ یہ سن کر عتبہ نے کھڑے ہو کر کہا میں ان باتوں کا بہت بڑا عالم ہوں۔ اگر یہ بات ہے کہ محمدؐ ساحر ہیں کاہن ہیں یا شاعر ہیں تو مجھے پتہ چل جائے گا چنانچہ عتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ عتبہ نے آپ سے پوچھا۔ اے محمد آپ اچھے ہیں یا ہاشم؟ آپ اچھے یا عبدالمطلب؟ آپ اچھے ہیں یا عبداللہ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے بعد عتبہ نے کہا تو پھر آپ ہمارے معبودوں کو کیوں برا بھلا کہتے ہیں اور ہمارے باپ داداؤں کو گمراہ قرار دیتے ہیں۔ اگر آپ کو ریاست کی خواہش ہے تو ہم آپ کو اپنا سردار ماننے کے لئے تیار ہیں اور اگر آپ کو حسین عورتوں کی ضرورت ہے تو ہم وہ بھی مہیا کر سکتے ہیں۔ اگر مال و دولت کی خواہش ہے تو ہم آپ کے واسطے اتنا مال جمع کر دیں گے کہ آپ کے پسماندگان کے لئے بھی کافی ہو گا۔

عتبہ یہ باتیں کہہ رہا تھا حضورؐ خاموش بیٹھے سُن رہے تھے۔ جس وقت عتبہ خاموش ہُوا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حٰمٓ تنزیل من الرحمٰن الرحیم۔ فصّلت ایاتہ قرآنا عربیا لقوم یعقلون پڑھتے پڑھتے فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقۃ مثل صاعقۃ عاد و ثمود تو عتبہ نے حضورؐ کو قسم دیتے ہوئے کہا کہ آپ خدا کے واسطے باز رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ مجھ پر عذابؐ نازل ہو جائے۔ ابوجہل کو فکر ہُوا کہیں ایسا نہ ہو کہ عتبہ حضورؐ کی طرف مائل ہو جائے ابوجہل اور اُس کے رفقاء عتبہ کے گھر گئے اور اس سے کہا ہمارا تو خیال تھا کہ تو محمدؐ کی طرف مائل ہو گیا ہے اور تجھے اُن کی باتیں اچھی معلوم ہوئی ہیں۔ اگر تجھے مال و دولت درکار ہو تو ہم دینے کے لئے تیار ہیں۔ عتبہ نے یہ بات سُن کر غضب ناک ہو کر خدا کی قسم کھا کر کہا کہ اب میں محمدؐ سے کبھی کلام نہیں کروں گا۔ تم مجھے مال و دولت کا کیا لالچ دیتے ہو۔ میں قریش میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ میں محمدؐ کے پاس گیا تھا آپ نے میری بات کا جوابؐ جس چیز سے دیا۔ وہ خدا کی قسم نہ شعر ہے نہ سحر ہے نہ کہانت ہے۔ آپ نے میرے سامنے بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم حٰمٓ تنزیل من الرحمٰن الرحیم کتاب فصلت آیاتہ کو پڑھا جب آپ پڑھتے پڑھتے فقل انذرتکم صاعقۃ مثل صاعقۃ عاد و ثمود تک پہونچے تو میں نے آپ کو قسم دی کہ آپ رحم فرمائیں اور مجھ سے باز رہیں۔ تم لوگوں کو علم ہے کہ محمدؐ نے کبھی جھوٹ نہیں بُولا۔ مجھے اسی وقت خوف دامنگیر ہُوا کہیں تم لوگوں پر عذاب نازل نہ ہو جائے۔ (ابن ابی شیبہ)

دوسری روایت میں یہ ہے کہ عتبہ نے اپنے یار دوستوں سے کہا کہ تم آج کے دن میری اطاعت کرو۔ اس کے بعد تمہارا جی چاہے میری بات نہ ماننا۔ میں نے خدا کی قسم اس آدمی سے ایسا کلام سُنا ہے کہ میں نے اس جیسا کلام آج تک نہیں سُنا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کی تردید کیونکر کروں۔ (بیہقی)

ابوجہل بھی حضورؐ کی نبوّت اور صداقت کا معترف تھا

(۱۲۳) مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ میں ابوجہل بن ہشام کے ساتھ مکہ کی گلیوں میں سے گزر رہا تھا کہ ہماری ملاقات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی۔ حضور سرورِ عالمؐ نے ابوجہل سے فرمایا "اے ابوالحکم اللہ اور اس کے رسول کی طرف آجاؤ میں تم کو اللہ تعالے کی طرف بُلاتا ہوں" ابوجہل نے جواب دیا۔ اے محمدؐ کیا آپ ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کہنے سے باز نہ آئیں گے۔ ان باتوں سے ہماری یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ہم آپ کے کمالات اور بزرگی کے قائل ہوجائیں ہم اقرار کرتے ہیں کہ آپ واقعی باکمال آدمی ہیں اور آپ نے حق رسالت خوب ادا کیا ہے۔ اگر ہمیں یہ علم ہوجائے کہ آپ جو بات کہتے ہیں حق ہے تو میں آپ کا ضرور اتباع کروں گا۔ یہ سُن کر حضور سرورِ عالمؐ لوٹ کر چلے گئے اور ابوجہل نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔ خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ جو بات محمدؐ کہتے ہیں وہ بالکل حق و صداقت ہے لیکن کیا کروں اپنی قوم سے مجبور ہوں۔ (بیہقی)

کلامِ الٰہی سُن کر بنی سُلیم آغوشِ اسلام میں

(۱۲۴) شعبی اور زہری سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی سلیم کا ایک مرد حضور سرورِ عالمؐ کے پاس آیا۔ اس کا نام قلیس بن نسیبہ تھا۔ اُس نے حضورؐ کی زبان مُبارک سے کلامِ الٰہی سُنا۔ بہت سی باتیں دریافت کیں۔ مسلمان ہوگیا اسلام قبول کرنے کے بعد اُس نے اپنی قوم سے آکر کہا کہ میں نے روم وفارس کی نرم نرم باتیں، عربوں کے اشعار کاہنوں کی کہانت اور بڑے بڑے لوگوں کا کلام سُنا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اُن لوگوں کے کلام سے کوئی مشابہت نہیں رکھتا۔ اے میری قوم کے لوگو! تم میری بات مانو اور حضورؐ پر ایمان لے آؤ۔ راوی کا بیان ہے کہ فتح مکہ کے سال بنی سُلیم کے سات سو یا ایک ہزار افراد نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوکر اسلام قبول کیا۔ (ابن سعد)

وحی کس طرح نازل ہوتی تھی اور وحی کے وقت حضورؐ کی کیا کیفیت ہوتی تھی

(۱۲۵) ابو جعفر سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیلؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ راز کی باتیں کرتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ ان باتوں کو سُنتے تھے۔ مگر جبرئیلؑ نظر نہ آتے تھے۔ (ابن ابو داؤد)

حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ جس وقت حضورؐ پر وحی نازل ہوتی تھی ہمیں ایسی آواز سنائی دیتی تھی جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ۔ (ترمذی)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حارث بن ہشام نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کے پاس وحی کیوں کر آتی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ کبھی وحی مثل گھنٹی کی آواز کے آتی ہے. جب آواز منقطع ہو جاتی ہے تو فرشتہ ہم کلام ہوتا ہے یہ وحی مجھ پر زیادہ سخت ہوتی ہے اور کبھی وحی اس طور پر آتی ہے کہ ایک فرشتہ انسانی شکل میں متشکل ہو کر میرے پاس آکر مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے. وہ جو کچھ کہتا ہے میں اُسے یاد کر لیتا ہوں. حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے موسم سرما میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پر وحی نازل ہوئی اور آپ کی پیشانی مبارک پسینہ سے تر ہو گئی. (بخاری)

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ جس وقت حضورؐ پر وحی نازل ہوتی آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا.

یعلی بن امیہؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک روز حضور سرور عالمؐ کو ایسی حالت میں دیکھا جب آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی. اس وقت آپ کی دونوں آنکھیں اور پیشانی مبارک سرخ تھی اور آپ کے منہ سے ایسے خراٹے نکل رہے تھے جیسے اونٹ کے نکلا کرتے ہیں. (بخاری)

ابو اروی الدوسی سے روایت ہے کہ حضورؐ پر وحی نازل ہو رہی تھی آپ اونٹ پر سوار تھے. وحی کے بار سے وہ اونٹ بلبلا رہا تھا. اس کے دونوں

ہاتھ دوہرے ہوئے جا رہے تھے۔ مجھے اس کی یہ حالت دیکھ کر گمان ہوتا تھا کہ اس کے ہاتھ نہ ٹوٹ جائیں۔ وہ اونٹ کئی دفعہ زمین پر بیٹھ گیا اور کئی بار وحی کے ثقل سے اس طرح کھڑا ہوا کہ اس نے اپنے دونوں ہاتھ میخوں کی طرح تان لئے۔ جس وقت وحی کا نزول ختم ہوا آپ کی پیشانی سے پسینہ موتیوں کی طرح بہہ رہا تھا۔ (ابن سعد)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جس وقت حضورؐ پر وحی نازل ہوتی تھی۔ ہماری کسی کی طاقت نہ ہوتی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ سکیں۔ (مسلم)

(۱۲۶) حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا ہے۔ جبرئیلؑ کے چھ سو بازو تھے۔ ان کے بازوؤں میں سے ہر ایک بازو ایسا تھا۔ جس نے افق کا احاطہ کر لیا تھا۔ اور ان کے بازوؤں میں سے مختلف رنگ کے جواہرات موتی اور یاقوت وغیرہ جھڑتے تھے۔ (احمد)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیلؑ کو سبز حلّہ میں دیکھا ہے وہ اتنے عظیم الخلقت تھے کہ آسمان و

زمین بھر گئے تھے۔

شریح بن عبید سے روایت ہے کہ حضورؐ جس وقت آسمان پر تشریف لے گئے تو حضورؐ نے جبرئیلؑ کو اُن کی اصلی صورت میں دیکھا۔ اُن کے بازوؤں میں زمرد، موتی اور یاقوت پروئے ہوئے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ مجھ کو یہ نظر آیا کہ جبرئیلؑ کی دونوں آنکھوں کے درمیان کا فاصلہ اتنا تھا جو تمام افق آسمان کو محیط ہو جائے۔ اس سے پہلے میں نے جبرئیل علیہ السلام کو مختلف صورتوں میں دیکھا۔ وہ مجھے اکثر دحیۃ الکلبیؓ کے شبیہ نظر آتے تھے اور کبھی میں نے اُن کو اس طرح دیکھا جیسے کوئی شخص اپنے دوست کو چلمن کے پیچھے سے دیکھ رہا ہو۔ (ابو الشیخ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے درخت چل کر آیا

(۱۲۷) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ مشرکین مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ایذا پہنچائی۔ جبرئیل علیہ السلام آپؐ کو اپنے ہمراہ ایک ایسے صحرا کے کنارہ کی طرف لے گئے جہاں درختوں کا گھنا جنگل تھا۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا۔ آپ جس درخت کو چاہیں آواز دیں حاضر ہو گا۔ حضورؐ نے اُن درختوں میں سے ایک درخت کو آواز دی۔ وہ فوراً آپ کے روبرو آکر کھڑا ہو گیا اور حضورؐ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اپنی جگہ لوٹ جا۔ وہ درخت پھر اپنی جگہ واپس چلا گیا حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا آپ بلا شبہ حق پر ہیں۔ (ابو یعلی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بن بیاہی بکری کا دودھ دوہا

(۱۲۸) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں قریب البلوغ تھا عقبہ بن معیط کی بکریاں مکہ میں چرایا کرتا تھا۔ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ کی معیت میں کفار کی اذیت سے تنگ آکر میرے پاس آئے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبرؓ نے مجھ سے فرمایا۔ ہمیں دودھ پلاؤ گے۔ میں نے عرض کیا کہ میں امانت دار ہوں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ تیرے پاس کوئی ایسی بکری ہے جس کے ساتھ بکرے نے جفتی نہ کی ہو۔ میں ایک ایسی بکری پکڑ کر حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس لے آیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اس بکری کے پیر پکڑے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تھنوں کو اپنے ہاتھ سے ملنا شروع کیا۔ دعا فرمائی۔ اس بکری کے تھن دودھ سے بھر گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ دوہا۔ ان دونوں حضرات نے نوش فرمایا اور مجھے بھی پینے کیلئے دیا۔ اس کے بعد حضورؐ نے بکری کے تھنوں سے فرمایا سکڑ جاؤ، بکری کے تھن جیسے پہلے تھے ویسے ہی ہو گئے۔ (طیالسی)

(۱۲۹) حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن سعید بن العاص کو دوزخ میں گرنے سے بچا لیا

محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان نے حضرت خالد بن سعید بن العاص

کے اسلام لانے کا یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ خالد نے خواب میں دیکھا کہ میں دوزخ کے کنارے کھڑا ہوں اور میرے باپ مجھے دوزخ میں دھکا دے رہے ہیں اتنے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دونوں کولھے پکڑ لئے اور مجھے دوزخ میں گرنے سے بچا لیا۔ یہ خواب دیکھ کر خالد ڈر گئے انھوں نے اس خواب کا تذکرہ حضرت ابوبکر صدیق سے کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا میں تمھیں بہترین مشورہ دیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں تم ان پر ایمان لے آؤ۔ حضرت صدیقؓ کا مشورہ سن کر خالد حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ سے پوچھا کہ آپ لوگوں کو کس چیز کی طرف بلاتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں لوگوں کو اس خدا کی طرف بلاتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں اور محمدؐ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ تو پتھروں کی پوجا کرتا ہے۔ یہ کام چھوڑ دے یہ پتھر کے بت نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع۔ ان کو یہ بھی پتہ نہیں کہ ان کی پوجا کرنے والے کون لوگ ہیں اور کون کون لوگ ان کی پرستش سے بیزار ہیں یہ بات سن کر خالد بن سعید مسلمان ہو گئے۔ خالدؓ کے والد کو جب معلوم ہوا تو انھوں نے اپنے بیٹے کو سخت زجر و توبیخ کی اور کہا میں تیری روٹی پانی بند کر دوں گا۔ خالدؓ نے جواب دیا مجھے تمہاری روٹی کی پروا نہیں۔ خدا رزاق ہے۔ خدا مجھے اتنا رزق دے گا کہ میں اپنی زندگی اس سے بسر کر لوں گا۔ (بیہقی)

﴿۱۳۰﴾ حضرت سعد بن وقاص کا خواب

حضرت سعد بن وقاص رضؓ نے فرمایا ہے کہ میں نے اسلام قبول کرنے سے پیشتر خواب دیکھا کہ میں ایک ایسی تاریکی میں ہوں جہاں مجھے کوئی چیز سوائے تاریکی کے نظر نہیں آتی کچھ دیر بعد مجھے ایک روشن چاند نظر آیا. میں اس چاند کے قریب گیا. وہاں کچھ آدمی مجھے اپنے سے آگے جاتے دکھائی دیئے. یہ لوگ زید بن حارثہ رضؓ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ تھے. گویا میں ان لوگوں سے بہ زبان حال دریافت کر رہا تھا کہ تم لوگ اس طرف کب آئے. ان حضرات نے بتایا کہ "ہم ابھی ابھی تیرے آگے آگے آ رہے ہیں". اس خواب کے کچھ دنوں بعد میں نے سنا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اسلام کی خفیہ دعوت دے رہے ہیں. چنانچہ ایک روز اجیاد کی گھاٹیوں میں میری ملاقات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئی. میں نے آپ سے پوچھا. آپ کس چیز کی دعوت دے رہے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا. اس بات کی گواہی دو کہ لا الٰہ الا اللہ وانی رسول اللہ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں) میں اسی وقت کلمہ پڑھ لیا. (ابن ابی الدنیا)

معجزہ تکثیر طعام ایک پیالہ کھانے سے چالیس آدمی شکم سیر

﴿۱۳۱﴾ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہٗ سے روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ o نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ بکری کے پائے اور ایک صاع گندم لے کر کھانا تیار کرو اور ایک بڑا پیالہ دودھ کا ہمارے واسطے مہیا کرو. جب سب انتظام مکمل ہو جائے تو بنی عبدالمطلبؓ کو کھانے کی دعوت دو. حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ میں نے حسب ارشاد کھانا تیار کیا. بنی عبدالمطلبؓ کے چالیس آدمی کھانے کے لئے جمع ہوئے. اُن لوگوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالبؑ. حمزہؓ اور عباس بھی تھے. میں کھانے کا بڑا پیالہ حضورؐ کے سامنے لے کر گیا. حضورؐ نے اس پیالہ میں سے گوشت کا ایک لمبا سا ٹکڑا اپنے دندان مبارک سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پیالہ میں چاروں طرف ڈال دیا اور فرمایا بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرو. لوگوں نے کھانا شروع کیا. سب شکم سیر ہو گئے اور کھانا اتنے کا اتنا پیالہ میں رہا. اس کے بعد حضور سرور عالمؐ نے فرمایا. اے علی! اب اُن لوگوں کو دودھ پلاؤ. سب لوگوں نے خوب سیر ہو کر پیا اور دودھ اتنے کا اتنا پیالہ میں رہا. کھانے سے فراغت پا کر ابو لہبؑ نے حاضرین مجلس سے کہا. دیکھا تمہارے میزبان نے تم پر جادو کر دیا. یہ سن کر تمام حاضرین اُٹھ کھڑے ہوئے. حضورؐ نے اُن سے کوئی بات نہیں کی.

دوسرے دن حضورؐ نے پھر کھانا تیار کرایا اور کل والے مہمانوں کو مدعو کیا. کھانے سے فراغت کے بعد حاضرین سے فرمایا. اے بنی عبدالمطلبؓ خدا کی قسم میں تمہارے واسطے دنیا و آخرت لایا ہوں. میرا اتباع کرو.

حضور سرورِ عالم کی برکت سے زمین سے پانی برآمد ہو گیا

(۱۳۲) عمرو بن سعید سے روایت ہے کہ ابو طالب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں ایک روز مقام ذی المجاز میں اپنے بھتیجے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا مجھے پیاس معلوم ہوئی۔ میں نے حضورؐ سے ذکر کیا مجھے پیاس لگ رہی ہے۔ میرا خیال تھا کہ شاید آپ کے ساتھ پانی ہو گا۔ حضورؐ نے اونٹنی سے اتر کر ابو طالب سے کہا۔ چچا آپ کو پیاس لگ رہی ہے۔ حضورؐ نے اپنی پشت کی جانب مڑ کر دیکھا تو پانی موجود تھا حضورؐ نے فرمایا لو چچا جان پانی پیو۔ (ابن سعد)

حضور سرورِ عالم کی دعا سے ابو طالب بستر مرض سے اٹھ کھڑے ہوئے

(۱۳۳)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ابو طالب بیمار ہو گئے۔ حضورؐ ان کی مزاج پرسی کے لئے گئے۔ ابو طالب نے کہا اے بھتیجے جس رب کی تو عبادت کرتا ہے۔ اس سے میری عافیت کے لئے دعا کر حضورؐ نے فرمایا اللّٰھمّ اشف عمّی ابی طالب۔ ابو طالب اسی وقت صحت یاب ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے ابو طالب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ اے بھتیجے جس رب کی تو عبادت کرتا وہ تیرا مطیع ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تم اللہ کی اطاعت کرو گے۔ اللہ تمھاری

اعانت ضرور کرے گا۔ (ابن عدی)

مکہ میں قحط اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے نزول باراں

(۱۳۴) حلیمہ بن عرفطہ سے روایت ہے کہ میں مسجد حرام میں گیا وہاں شور و غوغا بلند تھا۔ قریشی دعا مانگ رہے تھے۔ ان لوگوں میں سے کوئی کہہ رہا تھا کہ لات و عزیٰ کے پاس جاؤ۔ اور ان سے پانی مانگو۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ منات کے پاس جاؤ اور اس سے پانی مانگو غرض جتنے منہ تھے اتنی باتیں تھیں۔ ان ہی لوگوں میں سے کسی بڑے بوڑھے صائب الرائے نے کہا کہ کیوں ایسی کمزور رائے دیتے ہو۔ ابھی تم لوگوں میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی باقیات اور حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد موجود ہے اُن سے مدد کی درخواست کرو۔ لوگ سمجھ گئے کہ اس کا اشارہ ابوطالبؑ کی طرف ہے چنانچہ ہم سبؑ لوگ ابوطالبؑ کے گھر گئے۔ دروازہ پر دستک دی۔ ابوطالبؑ باہر آئے۔ اس وقت وہ زرد رنگ کا تہمد باندھے ہوئے تھے سبؑ لوگوں نے ابوطالبؑ سے کہا کہ بارش نہ ہونے سے قحط پڑ گیا ہے۔ لوگ اور جانور بھوکے مر رہے ہیں۔ آپ بارش کے لئے دعا کریں۔ ابوطالب نے کہا۔ ذرا آفتابؑ ڈھلنے دو۔ ہوا چل جائے۔ زوال آفتاب کے بعد ابوطالبؑ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمراہ لے کر مسجد حرام میں تشریف لائے۔ خدا سے دعا کی۔ اسی وقت بادل گھر آیا۔ موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ جل تھل بھر گئے اسی وقت ابوطالب نے چند اشعار پڑھے جن میں سے ایک شعر یہ ہے۔

ترجمہ۔ آپ ایسے پاک ناموس ہیں کہ بادل آپ کے چہرہ مبارک سے پانی حاصل کرتے ہیں۔ آپ یتیموں کے فریاد رس اور بیوہ عورتوں کی عصمت ہیں (تاریخ ابن عساکر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رض کو حضرت جبرئیل کی زیارت کرائی (۱۳۵)

عمار بن ابی عمار سے روایت ہے کہ حضرت حمزہ رض نے کہا یا رسول اللہ مجھے جبرئیل علیہ السلام کو اُن کی اصلی صورت میں دکھلا دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اُن کی دید کی تاب نہ لا سکو گے۔ حضرت حمزہ رض نے کہا۔ نہیں آپ مجھے ضرور دکھلائیں۔ حضور نے فرمایا۔ اچھا۔ بیٹھ جاؤ۔ تھوڑی دیر بعد حضرت جبرئیل اس لکڑی پر اُترے۔ جس لکڑی پر مشرکین کعبہ کا طواف کرتے وقت اپنے کپڑے ڈال دیا کرتے تھے۔ حضور نے فرمایا۔ لو اب جبرئیل ع کو دیکھ لو۔ حمزہ رض نے آنکھ اوپر اُٹھائی تو اُن کو حضرت جبرئیل ع کے قدم مثل زبرجد کے سبز نظر آئے۔ حضرت حمزہ رض انھیں دیکھتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ (ابن سعد)

حضور کی انگلی کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے (۱۳۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رض سے روایت ہے کہ ایک روز مشرکین نے حضور کے پاس جمع ہو کر کہا کہ اگر آپ سچے ہیں تو ہمیں چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھائیں۔ ایک ٹکڑا ابو قبیس پر رہے اور آدھا تعیقعان پر۔ چودھویں

رات تھی۔ پورا چاند تھا۔ حضورؐ نے اس معجزہ کے لئے حق تعالیٰ سے درخواست کی۔ فوراً ہی چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ نصف حصہ ابوقبیس پر چلا گیا اور نصف حصہ تعیقعان پر چلا گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم لوگ گواہ رہو۔ (ابونعیم)

ابوجہل کے شر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت

(۱۳۷) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ابوجہل نے لوگوں سے پوچھا۔ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم لوگوں کے سامنے اپنا چہرہ گرد آلود کرتے ہیں (یعنی نمازیں سجدہ کرتے ہیں) لوگوں نے کہا۔ ہاں آپ ہمارے سامنے سجدہ کرتے ہیں ابوجہل نے کہا لات و عزیٰ کی قسم اگر میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نماز پڑھتے دیکھا تو اُن کا سر کچل دوں گا یا اُن کا چہرہ گرد آلود کر دوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوجہل حضورؐ پر حملہ کرنے کی نیت سے آیا مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ پیچھے ہٹتا چلا گیا اور دونوں ہاتھوں سے اپنے کو بچاتا رہا لوگوں نے ابوجہل سے پوچھا تجھے کیا ہو گیا تو اُس نے بیان کیا کہ میرے اور محمدؐ کے درمیان آگ کی ایک ہولناک خندق ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر وہ میرے نزدیک آتا تو فرشتے اس کی تکا بوٹی کر دیتے۔ (مسلم)

ابوجہل نے حضور کے سر پر پتھر مارنے کیلئے اٹھایا مگر اسکا ہاتھ خشک ہو گیا

(۱۳۸) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک روز ابوجہل نے قریش کے ایک گروہ سے کہا۔ تمھیں معلوم ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے

دین میں کس قدر عیب نکالتے ہیں اور ہمارے باپ دادا کو کس قدر برا کہتے ہیں اور ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں۔ ہمیں بے عقل بتاتے ہیں۔ میں اللہ تعالٰی سے عہد کرتا ہوں کہ کل ایک پتھر لے کر بیٹھوں گا۔ جس وقت محمدؐ اپنی نماز میں مشغول ہوں گے اس پتھر سے ان کا سر کچل دوں گا۔ اگلے روز ابو جہل ایک پتھر لے کر بیٹھ گیا۔ حضورؐ نماز پڑھنے کھڑے ہوئے۔ جس وقت حضورؐ نے سجدہ کیا تو وہ پتھر لے کر آپؐ کی طرف آیا۔ قریب پہنچا تو اس کے حواس ایک دم خراب ہو گئے۔ اس کے چہرہ کا رنگ اڑ گیا اور اس کے دونوں ہاتھ پتھر کو اٹھائے ہوئے خشک ہو گئے۔ ابو جہل نے اسی وقت وہ پتھر ہاتھوں سے پھینک دیا۔ اس کے بعد قریش کے کچھ آدمی ابو جہل کے پاس آ کر پوچھنے لگے۔ تمھیں کیا ہو گیا۔ ابو جہل نے جواب دیا کہ جس وقت میں نے پتھر پھینکنے کا ارادہ کیا تو آپؐ کے اس طرف سے ایک اونٹ مجھے کھانے کے لئے دوڑا۔ اس اونٹ کی کھوپڑی اور گردن کی جڑ اتنی موٹی تھی کہ میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ یہ واقعہ کسی شخص نے حضورؐ کو سنایا تو آپ نے فرمایا وہ جبریلؑ تھے اگر ابو جہل میرے قریب آتا تو وہ اسے پکڑ لیتے۔ (ابن اسحاق)

حضورؐ کے غیبی محافظوں کو دیکھ کر ابو جہل کے ہوش خراب ہو گئے

(۱۳۹) ابو فرعۃ الباہلی سے روایت ہے کہ کسی شخص کا قرضہ ابو جہل کے ذمہ تھا مگر وہ ادا نہ کرتا تھا۔ اس شخص سے لوگوں نے کہا۔ ہم تجھے ایسا آدمی بتاتے ہیں کہ اس کی وجہ سے تیرا قرضہ وصول ہو جائے گا۔ لوگوں نے اس کو حضورؐ

کا نام و پتہ بتایا وہ شخص حضورؐ کے پاس آیا۔ حضورؐ اسی وقت اس شخص کے ہمراہ ابوجہل کے مکان پر تشریف لے گئے اور اس سے کہا کہ اس شخص کا جو کچھ قرضہ تیرے ذمہ ہے۔ فوراً ادا کردے۔ ابوجہل نے اسی وقت گھر میں سے روپیہ لاکر قرض خواہ کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد لوگوں نے ابوجہل کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہا۔ لو یہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ڈر گیا۔ ابوجہل نے جواب دیا۔ خدا کی قسم محمدؐ کے ساتھ میں نے ایسے محافظ نیزہ بردار دیکھے تھے کہ اگر میں اُن کا کہنا نہ مانتا تو میرا پیٹ چیر ڈالتے۔ (ابونعیم)

اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو دشمنوں کی آنکھوں سے پردہ میں رکھا

(۱۴۰) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب سورۂ تبت نازل ہوئی تو ابولہب کی عورت آئی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ اگر آپ اس کے سامنے سے ہٹ جاتے تو بہتر تھا کیوں کہ یہ عورت بد زبان ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ فکر نہ کرو میرے اور اس کے درمیان حجاب حائل ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ابولہب کی بیوی نے حضرت صدیق اکبرؓ سے کہا کہ تمہارے صاحب نے ہماری ہجو کی ہے حضرت صدیق اکبرؓ نے جواب دیا۔ خدا کی قسم نہ وہ شاعر ہیں نہ کبھی شعر پڑھتے ہیں۔ ابولہب کی بیوی یہ بات سن کر بولی کہ تم ضرور تصدیق کرنے والے ہو۔ یہ کہہ کر واپس چلی گئی۔ اس کے بعد حضرت صدیقؓ نے حضورؐ سے عرض کیا کہ حضورؐ اس نے آپ کو نہیں دیکھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس کے اور میرے درمیان ایک فرشتہ حائل تھا۔ اس فرشتہ نے مجھے اپنے بازو میں چھپا

رکھا تھا۔ (ابن ابی حاتم)

جانی دشمنوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رحم وکرم

(۱۴۱) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ مسجد میں جہری قرأت کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ قریش ایذارسانی کے لئے آپ کو گرفتار کرنے لپکے۔ حضورؐ تک نہ پہنچ سکے تھے کہ ان کے ہاتھ ان کے گلے میں خود بخود طوق ہوگئے اور وہ ایسے اندھے ہوگئے کہ انھیں حضورؐ نظر نہ آئے۔ یہ لوگ افتاں و خیزاں حضورؐ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتے ہیں۔ آپ رحم فرمائیں۔ حضورؐ نے دعا فرمائی۔ یہ لوگ صحیح حالت پر واپس آگئے اور پوری سورۂ یٰسین نازل ہوئی۔ (ابو نعیم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ پہلوان کو کشتی میں پچھاڑ دیا

(۱۴۲) اسحاق بن یسار نے روایت کی ہے کہ حضور سرور عالمؐ نے رکانہ بن عبد یزید سے کہا کہ تو مسلمان ہو جا۔ رکانہ نے جواب دیا کہ اگر مجھے علم ہو جائے کہ آپ جو بات کہتے ہیں وہ حق ہے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تو تو پہلوان ہے۔ اگر میں تجھے کشتی میں پچھاڑ دوں تب تو تجھے میری بات کی صداقت کا یقین ہو جائے گا۔ رکانہ نے کہا بیشک۔ حضورؐ کھڑے ہوگئے اور ایک ہی داؤ میں اس کو پچھاڑ دیا۔ رکانہ نے کہا۔ محمدؐ! اب کی بار پھر لڑو۔ حضورؐ نے اس کو دوبارہ پچھاڑ دیا۔ اس کے بعد رکانہ یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ یہ شخص ساحر ہے

اس جیسا ساحر میں نے نہیں دیکھا۔ (بیہقی)

حضرت عثمانؓ کی خالہ کی بشارت اور انکا قبول اسلام

(۱۴۳) حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے کہ میں ایک شب قریش کے ایک گروہ کے ساتھ صحن کعبہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ یہ خبر سننے میں آئی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی صاحبزادی رقیہؓ کا نکاح عتبہ بن ابولہب کے ساتھ کر دیا۔ حضرت رقیہؓ نہایت صاحب جمال خاتون تھیں۔ مجھے حسرت رہی کہ تو نے اس معاملہ میں کیوں پیش قدمی نہ کی۔ کچھ دیر بعد میں گھر چلا آیا۔ اپنی خالہ کے پاس پہنچا۔ وہ اپنی قوم کی کاہنہ مانی جاتی تھیں۔ انھوں نے مجھے دیکھتے ہی بشارت دی کہ تیری شادی قریش کی ایک صاحب جمال نا کتخدا لڑکی سے ہوگی۔ مجھے خالہ کی بات پر تعجب ہوا۔ میں نے کہا خالہ جان کیا کہہ رہی ہو۔ انھوں نے جواب دیا۔ اے عثمان تو صاحب جمال و صاحب لسان ہے۔ دیکھو ہمارے شہر میں نبی برحق کا ظہور ہوا ہے۔ تم اس کا اتباع کرو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ بت تمھیں دھوکہ دے کر ہلاک کر ڈالیں اور میری خالہ نے اسلام قبول کرنے پر زور دیا۔ خالہ کی باتیں سن کر میرا دل متاثر ہوا۔ میں فوراً حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس گیا اور ان سے بتوں کی بے بسی کے متعلق بات چیت ہوتی رہی۔ حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ تمھاری خالہ نے تم سے جو کچھ کہا وہ بالکل درست ہے۔ تم حضورؐ کے پاس جاؤ اور ان کا کلام سنو۔ حضرت عثمانؓ حضورؐ کے پاس گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عثمانؓ اللہ تعالیٰ تم کو جنت کی طرف بلاتا ہے۔ تم خدا کی اطاعت کرو۔

میں خدا کا رسول ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تمہاری طرف اور اپنی مخلوق کی طرف ہدایت کے واسطے بھیجا ہے۔ حضرت عثمان رضؓ نے کہا۔ آپ نے درست فرمایا اور میں مسلمان ہوگیا اور کچھ دنوں بعد حضرت رقیہ رضؓ سے میرا نکاح ہوگیا۔ (ابن عساکر)

حضرت عمرؓ حضورؐ کے قتل کے ارادے سے چلے مگر خود ہی محبّت کے خنجر سے ذبح ہو گئے (۱۴۴)

حضرت عمر رضؓ سے روایت ہے کہ میں ایک روز ابو جہل اور شیبہ بن ربیعہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ابو جہل نے کہا۔ اے قریشیو! محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہارے معبودوں کو بُرا کہا ہے۔ تمہیں بے وقوف اور کم عقل کہتے ہیں اور ہمارے مرے ہوئے باپ داداؤں کو کہتے ہیں کہ وہ دوزخ میں پڑے ہوئے ہیں میں اعلان کرتا ہوں کہ جو شخص (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرے گا۔ میں اس کو سو اونٹنیاں سُرخ و سیاہ رنگ کی اور ایک ہزار اوقیہ چاندی دوں گا حضرت عمر رضؓ فاروق یہ سُنتے ہی تلوار حمائل کر کے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ چلے جا رہے تھے کہ قبیلہ بنی زہرہ کا کوئی آدمی راستہ میں ملا۔ اُس شخص نے کہا۔ اے عمر! کہاں کا قصد ہے۔ حضرت عمر رضؓ نے جواب دیا۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ اُس آدمی نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر کے بنی ہاشم اور بنی زہرہ کے انتقام سے محفوظ رہ سکو گے؟ یہ بات سُن کر حضرت عمر رضؓ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے تو بھی بے دین ہو گیا ہے اُس آدمی نے کہا خیر تم جو چاہو کہو محمد

صلی اللہ علیہ وسلم) کی تو بعد میں خبر لینا۔ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو۔ تمہاری بہن بہنوئی بھی بے دین ہو گئے ہیں۔ حضرت عمر یہ بات سنتے ہی آگ بگولا ہو گئے غصہ میں بھرے ہوئے اپنی بہن کے مکان پر پہنچے۔ اس وقت حضرت عمرؓ کی بہن اپنے شوہر کے پاس بیٹھی تھیں اُنھوں نے جونہی حضرت عمرؓ کی آواز سُنی ڈر کے مارے مکان میں چھپ گئے حضرت عمرؓ کے بہنوئی اس وقت کلام پاک کی تلاوت کر رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کی آواز سنتے ہی بہن بہنوئی نے قرآن شریف چھپا کر رکھ دیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا تم کیا پڑھ رہے تھے۔ اُنھوں نے جواب دیا ہم باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم دونوں بے دین ہو گئے ہو بہنوئی نے جواب دیا۔ اگر حق تمہارے غیر دین میں ہو تو کیا ہم اُسے ترک کر دیں۔ یہ بات سُن کر حضرت عمرؓ غصہ سے بے قابو ہو گئے اور اپنے بہنوئی کو زد و کوب کرنا شروع کر دیا۔ شوہر کو پٹتے دیکھ کر بہن چھڑانے آئیں تو اُن کو بھی خون خون کر دیا۔ اب اپنی بہن کو خون آلودہ دیکھ کر حضرت عمرؓ کا دل پسیجا۔ کہنے لگے جو کتاب تم پڑھ رہے تھے۔ وہ میرے سامنے لاؤ۔ حضرت عمرؓ کی بہن نے کہا کہ تم ناپاک ہو۔ اس کتاب کو پاک آدمی ہی ہاتھ لگا سکتا ہے۔ اُٹھو وضو کرو۔ حضرت عمرؓ نے وضو کر کے قرآن شریف کھولا۔ سورہ طٰہٰ پر نظر پڑی جس وقت آپ اس آیت پر پہنچے۔ اننی انا اللّٰہ لا الٰہ الا انا فاعبدنی واقم الصلوٰۃ لذکری حضرت عمرؓ نے کہا کہ "مجھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلو" یہ سُن کر حضرت خبابؓ گھر سے باہر نکل آئے۔ کہنے لگے۔ عمرؓ تمھیں بشارت ہو مجھے اُمید ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعرات کے دن جو دعا کی تھی اَللّٰھُمَّ

اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او بعمرو بن ھشام وہ دعا قبول ہوگئی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ (ابن سعد)

قبیلہ ازد کا ایک عامل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علاج کرنے آیا اور خود ہی مسلمان ہو گیا (۱۴۵)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ ازد شنوہ کا ایک مرد بہت بڑا عامل تھا۔ آسیب و جنات اُتارا کرتا تھا۔ یہ عامل مکہ میں آیا۔ اُسے بعض بے وقوفوں کی زبانی معلوم ہوا کہ حضورؐ عارضہ جنون میں مبتلا ہیں۔ اس عامل نے کہا میں آپ کے پاس جاؤں گا۔ شاید اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ سے اُن کو شفا عطا فرمائے۔ اس عامل کا نام ضماد تھا۔ ضماد کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہؐ سے ملاقات کی اور اُن سے کہا کہ میں جنات کے دفعیہ کے منتر جانتا ہوں میرے ہاتھ سے بہت سے مریض شفا پا چکے ہیں۔ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا۔ الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ ضماد نے یہ کلمات سن کر عرض کیا کہ آپ یہ کلمات مجھے پھر سنائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات دوبارہ سنائے۔ ضماد

نے کہا کہ میں نے شاعروں، کاہنوں اور ساحروں کا قول سُنا ہے مگر اس جیسا کلام نہیں سُنا۔ آپ اپنا ہاتھ دیجئے۔ میں آپ سے اسلام پر بیعت کرتا ہوں۔ ضماد مسلمان ہو گیا۔ (احمد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جنّات ایمان لائے

(۱۴۶) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظم میں صحابہؓ کے ایک گروہ میں تھے۔ حضورؐ نے فرمایا میرے ساتھ تم لوگوں میں سے وُہ شخص چلے جس کے دل میں ذرّہ برابر آلودگی نہ ہو۔ میں حضورؐ کے فرماتے ہی کھڑا ہو گیا اور میں نے ایک چھاگل اُٹھا لی۔ میرا خیال ہے کہ اس میں پانی ہو گا اس کے بعد میں حضورؐ کے ساتھ چل دیا۔ یہاں تک کہ جب اعلیٰ مکّہ میں پہنچے تو وہاں بہت سے لوگ جمع دیکھے۔ حضورؐ نے ایک خط کھینچ کر مجھے اس کے پاس بٹھا کر فرمایا کہ جب تک میں واپس آؤں اس خط سے باہر نہ آنا۔ اس کے بعد حضورؐ جنّات کی طرف تشریف لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ حضورؐ کے اردگرد جنّات کا بے شمار ہجوم تھا۔ حضورؐ رات بھر ان کے ساتھ باتیں کرتے رہے۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ حضورؐ میرے پاس تشریف لائے اور پوچھا ابن مسعود تم اپنی جگہ بیٹھے رہے؟ میں نے عرض کیا جی حضورؐ! حضورؐ نے فرمایا تھا میں جب تک واپس آؤں اسی جگہ بیٹھے رہو اس کے بعد حضورؐ نے وضو کیا اور نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے اسی وقت دو جن آپ کے پاس آئے اور دونوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہماری خواہش ہے آپ امامت فرمائیں۔ اس کے

بعد حضورؐ نے نماز پڑھائی۔ نماز سے فراغت کے بعد حضورؐ میرے پاس تشریف لائے میں نے پوچھا۔ حضورؐ یہ کون لوگ تھے؟ حضورؐ نے فرمایا۔ یہ نصیبین کے جنات تھے بعض معاملات میں اُن کا باہمی نزاع تھا۔ وہ فصل خصومت کے واسطے میرے پاس آئے تھے۔ اُنھوں نے مجھ سے زاد راہ کے بارے میں سوال کیا۔ میں نے اُن کو گوبر اور ہڈی کا توشہ دیا۔ گوبر یا گوبر کی قسم سے جو چیز پائیں گے وہ اُن کیلئے چھوارہ اور ہڈی گوشت دار ہڈی بن جائے گی۔ اُن چیزوں کو بیان کرتے وقت حضورؐ نے گوبر اور ہڈی سے استنجا کرنے کی ممانعت فرمائی۔ (طبرانی)

ابُونعیم نے ابو رجا کے طریق سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ دوران سفر میں ہم نے ایک جگہ پانی کے پاس قیام کیا۔ خیمے ڈیرے نصب کرائے۔ میں قیلولہ کے واسطے ڈیرے میں لیٹا تھا کہ ایک سانپ ڈیرے کے اندر آ کر تڑپنے لگا۔ میں نے لوٹا اُٹھا کر اس پر پانی چھڑکا۔ کچھ سکون ہو گیا۔ جب پانی ڈالنا بند کر دیا تو وہ پھر تڑپنے لگا۔ یہاں تک کہ عصر کا وقت آ گیا۔ میں نے نماز پڑھی۔ وہ سانپ مر گیا۔ میں نے کپڑوں کی پوٹلی میں سے ایک کپڑا نکال کر اس سانپ کو کفن پہنایا اور ایک گڑھے میں دفن کر دیا۔ پھر ہم اسی دن شام کو چل دیئے ایک دن رات بعد ہم نے پانی کی جگہ قیام کیا۔ میں دوپہر کو آرام کرنے لیٹا تو یکایک آوازیں آنے لگیں۔ تم پر سلام ہو ایک بار، دس بار، سو بار، ہزار بار بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ میں نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ اُنھوں نے جواب دیا۔ ہم جن ہیں۔ تو نے ہمارے ساتھ بڑی نیکی اور احسان کیا تھا۔ ہم میں اس احسان کا بدلہ دینے کی طاقت نہیں۔ میں نے سوال کیا۔ میں نے تمھارے

ساتھ احسان کیا کیا۔ کون سی نیکی کی؟ انھوں نے جواب دیا کہ وہ سانپ جو تمھارے پاس مرگیا تھا وہ ان جنات میں سے تھا۔ جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی یہ جن اس گروہ کا آخری فرد تھا۔ (ابونعیم)

معاذ بن عبداللہ بن معمر سے روایت ہے کہ میں حضرت عثمان غنی رضی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص نے آکر امیر المومنین سے عرض کیا کہ میں ایک جنگل سے گزر رہا تھا یکایک سامنے سے دو بگولے آئے اور آپس میں لڑنے لگے کچھ دیر بعد وہ الگ الگ ہو گئے۔ میں لڑائی کی جگہ پر آیا تو وہاں زرد رنگ کا ایک سانپ مرا ہوا نظر آیا۔ اس سانپ میں سے مشک کی سی خوشبو پھوٹ رہی تھی۔ مجھے اس سانپ کو دیکھ کر تعجب ہوا۔ میں نے اپنا عمامہ پھاڑ کر اس سانپ کو لپیٹ کر زمین میں دفن کر دیا اور آگے چل دیا۔ کچھ دور جا کر میرے کانوں میں ندا آئی۔ بولنے والا نظر نہ آتا تھا۔ اس ندا کرنے والے نے مجھ سے پوچھا یہ کام تو نے کیا کیا؟ میں نے راستہ میں جو کچھ دیکھا تھا بیان کیا۔ اس ندا کرنے والے نے کہا تو نے بہت اچھا کیا یہ دو سانپ ان جنات میں سے تھے جو بنی شعیبان اور بنی اقلیس سے تھے دونوں آپس میں لڑے دونوں مارے گئے۔ جس سانپ کو تو نے کفن پہنا کر دفن کیا۔ وہ سانپ شہید تھا۔ اور وہ ان جنات میں سے تھا۔ جس نے حضورؐ کی زبان مبارک سے وحی سُنی تھی۔ (ابونعیم)

حضرت ابراہیمؒ نخعی سے روایت ہے کہ عبداللہ کے اصحاب کا ایک گروہ حج کے قصد سے روانہ ہوا۔ راستہ میں انھیں ایک سانپ ملا۔ اس سانپ کا رنگ بالکل سفید تھا اور اس میں سے مشک کی سی خوشبو آرہی تھی اور وہ

سانپ زمین پر پڑا پڑا بل کھا رہا تھا۔ میں نے اپنے ہمراہیوں سے کہا۔ تم چلو میں اس سانپ کا انجام دیکھ کر آتا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد وہ سانپ مر گیا۔ میں نے اُسے ایک سفید کپڑے میں لپیٹ کر زمین میں دفن کر دیا اور اپنے قافلہ سے جا ملا۔ چلتے چلتے ایک جگہ قیام کیا۔ یکا یک مغرب کی طرف سے چار عورتیں ہمارے پاس آئیں اور اُن میں سے ایک عورت نے ہم سے پوچھا۔ تم لوگوں میں سے کس شخص نے عمرو کو دفن کیا۔ لوگوں نے پوچھا کون عمرو؟ اس عورت نے کہا تم لوگوں میں سے کس شخص نے سانپ کو دفن کیا۔ یہ سن کر میں نے کہا کہ میں نے دفن کیا تھا۔ اس عورت نے کہا۔ سُنو، تم نے ایسے شخص کو دفن کیا جو بہت روزہ رکھنے والا اور بڑا نمازی تھا۔ کتاب اللہ پر عمل کرتا تھا اور لوگوں کو عمل کرنے کی ہدایت کرتا تھا اور وہ تمھارے نبی پر اُن کے مبعوث ہونے سے چار سو برس پہلے ایمان لا چکا تھا۔ یہ بات سن کر میں نے خدا کی حمد بیان کی۔ اس کے بعد ہم نے حج کیا۔ حج کے بعد مدینہ طیبہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں گیا اور اس سانپ کا واقعہ ذکر کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس عورت نے سچ کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے، آپ فرماتے تھے کہ میری بعثت سے چار سو برس پہلے وہ مجھ پر ایمان لایا تھا۔ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جن اُن نو جنات میں سے تھا جنھوں نے حضور سرور عالمؐ کی زبان مبارک سے قرآن سُنا تھا۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہامہ کے ایک پہاڑ پر بیٹھا ہوا تھا کہ یکا یک ایک بوڑھا آدمی ہمارے سامنے آیا۔ اس کے ہاتھ میں عصا تھا۔ اس نے حضورؐ کو سلام کیا۔ حضورؐ نے جواب

دے کر فرمایا یہ آواز اور لہجہ تو جنات کا ہے تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا میں ہامہ بن ہیم بن لاقیس بن ابلیس ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ تیری کیا عمر ہے؟ ہامہ نے جواب دیا کہ جس زمانہ میں قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تھا۔ اس وقت میری عمر تین چار سال تھی۔ میں اس زمانہ میں باتوں کو سمجھتا تھا۔ لوگوں کے کھانے خراب کر دیتا تھا۔ قطع رحمی کی تلقین کیا کرتا تھا۔ حضور سرور عالمؐ نے اس کو سخت و سست کہا۔ ہامہ بولا۔ آپ مجھے بُرا بھلا نہ کہیئے۔ میں نے اعمال بد سے خدا سے توبہ کی ہے نوح علیہ السّلام کے قوم کے آدمی جو اُن پر ایمان لائے تھے۔ میں اُن کے ساتھ نوح علیہ السّلام کی مسجد میں نماز پڑھا کرتا تھا۔ جب نوح علیہ السّلام نے اپنی قوم کے لئے بد دُعا کی تو میں نے نوحؑ پر غصہ کا اظہار کیا۔ جس پر وہ خود بھی روئے اور مجھے بھی رُلایا اور نوح علیہ السّلام نے فرمایا۔ واقعی میں نے برُا کیا۔ میں اپنے اس فعل پر نادم ہوں حضرت نوح علیہ السّلام سے میں نے کہا کہ جو لوگ ہابیل شہید کے خون میں شریک تھے میں بھی اُن میں کا ایک فرد ہوں۔ آپ حق تعالےٰ سے دُعا فرمایئے کہ وہ میرے اس گناہ کو معاف فرما دے۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو بڑا اور غفور الرحیم ہے۔ اُٹھ۔ وضو کر کے سجدے کر۔ میں نے تعمیل حکم کی۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا تو اپنا سر سجدہ سے اُٹھا تیری توبہ قبول ہو گئی۔ اس کے شکرانہ میں میں ایک سال تک سجدہ میں پڑا رہا۔ میں حضرت ہود علیہ السّلام پر بھی ایمان لایا۔ میں حضرت یعقوب علیہ السّلام کی زیارت کو بھی جایا کرتا تھا۔ میں یوسف علیہ السّلام کے ساتھ مکان امین میں رہا۔ میں نے الیاس علیہ السّلام سے جنگلات میں ملاقات

کی اور اب بھی اُن سے ملتا رہتا ہوں۔ میں نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو بھی دیکھا ہے۔ انھوں نے مجھے توریت کی تعلیم دی تھی اور مجھ سے فرمایا تھا کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے تیری ملاقات ہو تو میرا سلام اُن کو پہنچا دینا۔ میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے ملاقات کی اور ان کو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا سلام پہنچایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اگر تو محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرے تو میرا سلام اُن کو پہنچا دیجیو۔ راوی کا بیان ہے کہ ہامہ کی زبان سے یہ بات سُن کر حضور سرورِ عالم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پر سلام پہنچتا رہے جب تک دُنیا قائم رہے اور اے ہامہ تجھ پر سلام تو نے امانت ادا کی۔ ہامہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ حضرت موسیٰؑ نے مجھے توریت کی تعلیم دی تھی۔ آپ بھی مجھے تعلیم فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہامہ کو سورہ واقعہ سورہ مرسلات اور سورہ تکویر معوذتین اور سورہ اخلاص تعلیم فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ ہم سے ملنا جلنا نہ چھوڑنا۔ اگر کوئی حاجت ہو تو ہمارے سامنے پیش کرنا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہامہ کے مرنے کی خبر نہیں ملی۔ نہیں معلوم وہ زندہ ہے یا مر گیا۔ (بیہقی)

مشرکین نے حضور کا امتحان تین سوالوں سے لیا

(۱۴۷) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ قریش نے اپنا ایک وفد یہود مدینہ کے پاس بھیجا کہ وہ اُن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں

دریافت کر کے آئیں کہ وہ واقعی نبی ہیں یا اُن کا دعویٰ جھوٹا ہے اُن لوگوں نے حضورؐ کے تمام اوصاف یہودیوں سے بیان کئے. علمائے یہود نے کہا کہ اگر یہ اوصاف واقعی اُن میں موجود ہیں تو وہ بلا شبہ نبی مرسل ہیں. اُن کی توصیف توریت میں مذکور ہے لیکن تم لوگ ایسا کرو کہ امتحان کے طور پر اُن سے تین سوال کرو اگر وہ نبی ہوں گے تو دو سوالوں کا جواب دیں گے تیسرے کے متعلق لاعلمی کا اظہار کریں گے. وہ سوالات یہ تھے.

(۱) ذوالقرنین کا حال.

(۲) اصحاب کہف کا حال.

(۳) روح کیا چیز ہے.

اس کے بعد قریش کا وفد مکہ معظمہ آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تین مذکرہ بالا سوالات کئے. حضورؐ نے اصحاب کہف اور ذوالقرنین کا حال بیان کیا اور روح کے متعلق فرمایا کہ وہ امر رب ہے اُس کی حقیقت خدا ہی کو معلوم ہے

قریش کے وفد نے آپس میں کہا لو بھائی توریت اور قرآن دونوں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے موید ہیں. ہم نہ توریت کو مانتے ہیں اور نہ قرآن کو. (ابو نعیم)

عقبہ بن معیط ابوجہل اور امیہ بن الخلف کے قتل کی پیشین گوئی (۱۴۸)

حضرت عثمان غنی رضؓ سے روایت ہے کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو ناگوار باتیں کہیں۔ ایذا اور نقصان پہنچایا۔ ایک روز کا واقعہ ہے حضورؐ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے اور مقام حجر میں عقبہؓ بن معیط۔ ابوجہل اور امئیہ بن الخاف بیٹھے تھے جس وقت حضورؐ ان لوگوں کے مقابل آئے تو انھوں نے حضورؐ کو بری بات کہی۔ جس کی ناگواری چہرہ انور پر ظاہر ہوئی۔ دوسرے اور تیسرے طواف میں بھی یہی بات پیش آئی۔ تیسرے طواف میں حضورؐ ٹھہر گئے اور فرمایا۔ آگاہ ہو جاؤ خدا کی قسم تم اس وقت تک متنبہ نہ ہو گے جب تک تم پر عذاب نازل نہ ہو۔ یہ کلمات سنتے ہی ان تینوں کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ حضورؐ غصہ میں بھرے ہوئے گھر تشریف لے آئے۔ حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں کہ ہم آپ کے پیچھے پیچھے تھے حضورؐ نے ہم سے فرمایا۔ تم لوگوں کو بشارت ہو اللہ کا دین غالب آنے والا ہے۔ کلمۂ حق بلند ہو گا خدا اپنے دین کی مدد کرے گا۔ جن لوگوں کو تم نے بیت اللہ میں دیکھا ہے یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بہت جلد تمھارے ہاتھوں ذبح کرنے والا ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا ہے کہ خدا کی قسم یہ لوگ ہمارے ہی ہاتھوں ذبح ہوئے۔ (ابو نعیم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی کنکریاں جس جس کافر کے لگیں وہ جنگ بدر میں قتل ہوا

(۱۴۹) حضرت فاطمہؓ سے روایت ہے کہ مشرکین نے مقام حجر میں جمع ہو کر طے کیا کہ جس وقت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمھارے پاس سے گزریں تو تم

میں سے ہر ایک آدمی خوب بھرپور ضرب لگائے۔ یہ بات اتفاقاً میں نے سن لی میں نے حضورؐ سے ذکر کیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ بیٹی چپ رہ۔ پھر آپ گھر سے نکل کر بیت اللہ میں تشریف لائے۔ مشرکین نے جس وقت حضورؐ کو دیکھا تو آپس میں ایک دوسرے سے پوچھنے لگے۔ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہیں۔ یہ کہہ کر انھوں نے اپنی نگاہیں نیچی کر لیں اور آپ کی طرف نظر نہ اٹھائی اور نہ کوئی شخص ان میں سے اپنی جگہ سے اٹھا۔ آپ آگے بڑھتے بڑھتے ان کے سروں پر پہنچ گئے اور ایک مٹھی خاک اٹھا کر ان لوگوں کی طرف پھینک دی اور شاھت الوجوہ فرمایا حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں کہ آپ نے جو کنکریاں ان کی طرف پھینکی تھیں وہ کنکریاں جس جس کو لگیں وہ جنگ بدر میں بحالت کفر قتل کیا گیا۔ (احمد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے ابولہب کے بیٹے کو شیر نے چبا ڈالا ⑮⓪

طاؤسؒ سے روایت ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والنجم اذا ھویٰ پڑھی تو عتبہ بن ابی لہب نے کہا کفرت بربّ النجم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (اے اللہ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط کر دے) اس واقعہ کے چند روز بعد عتبہ بغرض تجارت شام گیا۔ وہاں اس کو شیر کی آواز سنائی دی۔ خوف کے مارے تھر تھر کانپنے لگا۔ قافلہ والوں نے حتی الامکان اس کی حفاظت کا انتظام کیا۔ مگر اس کے دل سے دہشت

دُور نہ ہوئی۔ کھانا سامنے آیا تو اُس نے ایک لقمہ بھی نہ کھایا رات کو سوتے وقت قافلہ والوں نے اُسے اپنے بیچ میں لٹایا جب سب لوگ سو گئے تو ایک شیر آکر سب کا مُنہ سونگھنے لگا اور عتبہ کے پاس پہنچ کر اُس کا سر مُنہ میں لے کر چبا گیا۔ (ابو نعیم)

مُسلمانوں کی ہجرتِ حبشہ اور قریش کا تعاقُب اور بداخلاقی کا رکیک مُظاہرہ (۱۵۱)

مکہ مکرمہ میں اسلام کا اعلان ہوتے ہی مشرکین نے مسلمانوں کی زندگی دوبھر کر دی تھی۔ جینا مشکل ہو گیا تھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اجازت عطا فرمادی تھی کہ حبشہ ہجرت کر جائیں۔ اُدھر مسلمان کشتیوں میں سوار ہو کر حبشہ روانہ ہوئے۔ قریش نے عمرو بن العاص اور عمارہ بن ولید بن مُغیرہ کو تحفہ تحائف دے کر نجاشی والیٔ حبشہ کے پاس روانہ کیا۔ یہ لوگ حبشہ پہنچ کر دربار نجاشی میں حاضر ہوئے تحفے تحائف پیش کئے۔ نجاشی نے اُن کی بڑی تعظیم وتکریم کی۔ قریش کے اُن دونوں نمائندوں نے عرض کیا کہ ہماری قوم کے کچھ بے وقوف لوگ آپ کے ہاں آگئے ہیں۔ وہ لوگ بے دین ہیں نہ ہمارے مذہب کے پیرو کار ہیں نہ آپ کے۔ آپ انھیں ہمارے سپرد کر دیجئے۔ نجاشی نے کہا۔ جب تک میں اُن سے بات چیت نہ کرلوں اور مجھے نہ معلوم ہو جائے کہ اُن کا دین و مذہب کیا ہے میں ان لوگوں کو تمہارے سپرد کرنے کو تیار نہیں۔ عمرو بن العاص اور اس کے ساتھی نے کہا کہ ہماری

قوم کے ایک شخص نے نیئے مذہب کا اعلان کیا ہے۔ یہ لوگ اس کے متبع وپیرو کار ہیں۔ یہ لوگ نہ عیسیٰ علیہ السّلام کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں اور نہ آپ کے سامنے حاضرِ دربار ہوکر آپ کو سجدہ کریں گے۔

یہ سن کر نجاشی نے کسی آدمی کے ذریعہ حضرت جعفرؓ اور ان کے اصحاب کو طلب کیا۔ حضرت جعفرؓ اور ان کے اصحاب نے دربار میں حاضر ہوکر نجاشی کو سلام کیا۔ عمرو بن العاص اور عمارہ نے فوراً نجاشی کو توجہ دلائی ہم نے آپ سے کہا تھا کہ یہ لوگ انتہائی سرکش ہیں، آپ کو سجدہ نہ کریں گے نجاشی نے حضرت جعفرؓ کو مخاطب کر کے کہا۔ کیا آپ لوگ مجھ سے بات چیت نہ کریں گے۔ تم نے تعظیم بھی نہ کی بتاؤ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں تمھارا کیا اعتقاد ہے۔ تمھارا دین کیا ہے؟ تم نصرانی ہو۔ یہودی ہو یا کس مذہب کے پیرو کار ہو؟ حضرت جعفرؓ نے جواب دیا کہ ہم نصرانی نہیں۔ نجاشی نے پوچھا تو تم یہودی ہو؟ حضرت جعفرؓ نے کہا۔ نہیں؟ نجاشی نے سوال کیا کہ تم لوگ اپنی قوم کے دین پر ہو؟ انھوں نے جواب دیا نہیں۔ نجاشی نے کہا تو پھر تمہارا دین کیا ہے؟ حضرت جعفرؓ نے جواب دیا کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا دین اسلام ہے۔ نجاشی نے پوچھا اسلام کیا چیز ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں جو ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے ساتھ ہم کسی کو شریک نہیں کرتے۔ نجاشی نے پوچھا کہ اسلام تمھارے پاس کون شخص لے کر آیا ہے۔ حضرت جعفرؓ نے جواب دیا کہ اس دین کو وہ خدا کا بندہ لے کر آیا ہے جو خود ہماری ذات

برادری کا ہے ہم اس کی ذات اور نسب سے بخوبی واقف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہماری طرف اس شان سے بھیجا ہے جس شان سے اس نے اُن سے پہلے دیگر مرسلین کو بھیجا تھا اس شخص نے ہمیں ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے صدقہ دینے۔ وعدہ وفا کرنے اور امانت ادا کرنے کی تعلیم دی ہے اور اُس نے ہمیں بتوں کی پرستش سے منع کیا ہے اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم صرف اللہ وحدہٗ کی عبادت کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ ہم نے اس رسُول کی تصدیق کی ہے ہم نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو پہچانا ہے اور ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ جو چیز وہ رسُول لے کر آیا ہے وہ واقعی خدا کی طرف سے آیا ہے۔ جب ہم نے اُن باتوں پر عمل کیا اور اس کا علم ہماری قوم کو ہُوا تو وہ ہماری عداوت پر کمربستہ ہو گئی۔ قوم نے اس رسُول برحق کی تکذیب کی اور اس کو قتل کرنا چاہا۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہم پھر بُت پرست بن جائیں۔ ہم اپنے مذہب اور اپنی جانوں کی حفاظت کے لئے آپ کے ملک میں آئے ہیں۔

نجاشی نے حضرت جعفرؓ کا بیان سُن کر کہا اگر واقعی یہی بات ہے جو تم نے مجھ سے بیان کی تو یہ نور اسی چراغ کا ہے جس سے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا چراغ رُوشن تھا۔ حضرت جعفرؓ نے کہا کہ ہمارے رسُول نے فرمایا ہے کہ اہل جنت ایک دوسرے کی تعظیم وتکریم سلام سے کرتے ہیں۔ تم بھی سلام سے ایک دوسرے کی تعظیم وتکریم کیا کرو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسُول ہیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہیں جو حضرت مریم کی طرف القا کیا گیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام روح اللہ اور

عذراء بتول کے فرزند ہیں۔ یہ بات سُن کر نجاشی نے اپنا ہاتھ زمین کی طرف جھکا کر کہا کہ خدا کی قسم صرف عیسٰی بن مریمؑ نے اپنے متعلق اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہا۔

درباریوں نے شاہ نجاشی کی زبان سے یہ سچی بات سُن کر کہا کہ اگر اہل حبشہ کے کانوں میں تمھاری یہ باتیں پڑ گئیں تو وہ فوراً سلطنت سے معزول کر دیں گے۔ نجاشی نے کہا مجھے سلطنت و حکومت کی پروا نہیں ہیں حق بات کہنے میں دریغ نہ کروں گا۔

نجاشی نے حکم دیا کہ عمرو بن العاص کا ہدیہ واپس کر دو۔ خدا کی قسم اگر وہ اس معاملے میں مجھے سونے کا پہاڑ بھی رشوت میں دیں تو میں ہرگز قبول نہ کرونگا نجاشی نے حضرت جعفرؓ سے کہا کہ تم لوگ یہاں امن و عافیت سے رہو۔ میں تم لوگوں کی ضروریات زندگی کا کفیل ہوں۔ نجاشی نے حکم دیا کہ جو شخص ان مہاجرین کو کسی قسم کی اذیت پہنچائے گا میں اس کو سخت سزا دوں گا۔

اس واقعہ کے بعد عمرو بن العاص اور عمارہ میں عداوت پیدا ہوگئی اور ایک دوسرے کو زک پہنچانے کی فکر میں لگ گئے۔ عمرو بن العاص نے عمارہ سے کہا کہ تو خوبصورت آدمی ہے جس وقت نجاشی دربار میں چلا جائے اس کی بیوی کے پاس جانا۔ اس سے باتیں کرنا۔ ہمیں امید ہے کہ اس ترکیب سے ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔ عمارہ نے نجاشی کی عورت سے خط و کتابت کی۔ آخر وہ ایک روز نجاشی کی عورت کے پاس جانے میں کامیاب ہو گیا۔ اُدھر عمارہ نجاشی کی عورت کے پاس پہنچا۔ ادھر عمرو بن العاص نے

نجاشی کو مخبری کی کہ میرا ساتھی عورتوں کا دلدادہ ہے وہ آج تیری عورت کے پاس گیا ہے۔ نجاشی نے اسی وقت ایک خادم کو بھیجا۔ عمارہ اس کی بیوی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ نجاشی اس حرکت سے غیض و غضب میں بھر گیا اور اس کو گرفتار کر کے دریا کے ایک جزیرہ میں چھڑوا دیا۔ عمارہ اس جزیرے میں پہنچ کر دیوانہ ہو گیا اور وحشیوں کے ساتھ وحشی بن کر پھرنے لگا۔ اس کے بعد عمرو بن العاص بصد ناکامی مکہ مکرمہ واپس آگیا۔ (بیہقی)

(۱۵۲) شب معراج رواق تو گذشت از افلاک
بمقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی

نبوت کے بارہویں سال ۲۷ رجب کو بروز دوشنبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام ہانی رض کے مکان میں آرام فرما تھے کہ مکان کی چھت شق ہوئی اور اس میں سے حضرت جبرئیل و میکائیل برآمد ہوئے اور آپ کو بیدار فرما کر بارگاہ ایزدی میں لے جانے کا پیغام سنایا۔ حضور نے وضو کی جبرئیل آپ کو چاہ زمزم کے پاس لے گئے اور وہاں آپ کے سینہ مبارک کو چاک کیا اور قلب اطہر کو نکال کر آب زمزم سے دھویا۔ اس کے بعد سونے کا ایک طشت ایمان و حکمت سے بھرا ہوا لایا گیا۔ جبرئیل امین نے اس طشت سے ایمان و حکمت کے خزانہ کو لے کر آپ کے سینہ میں رکھ کر برابر کر دیا۔ اس کے بعد آپ کے

سامنے براق لایا گیا۔ براق قد میں گدھے سے اونچا اور خچر سے نیچا تھا اور اس کے پیر دونوں پہلوؤں پر تھے تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ اس کا ہر قدم وہاں پڑتا تھا جہاں نگاہ کی آخری حد ہوتی ہے۔ براق پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی یہ شان تھی کہ جبرئیلؑ براق کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔ میکائیلؑ کے ہاتھ میں اس کی لگام تھی۔ حضورؐ براق پر سوار ہو کر چشم زدن میں بیت المقدس پہنچ گئے۔ جہاں پہلے ہی سے تمام انبیاء جمع تھے۔ حضورؐ نے دو رکعت نماز ادا کی۔ تمام انبیاء نے اقتدا کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امام بنے۔

نماز سے فارغ ہو کر باہر تشریف لائے تو جبرئیلؑ نے آپ کے سامنے دو پیالے پیش کئے۔ ایک میں دودھ تھا۔ دوسرے میں شراب۔ حضورؐ نے دودھ کا پیالہ اٹھا لیا۔ حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا کہ اگر آپ شراب کا پیالہ اٹھا لیتے تو آپؐ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ ان امور سے فراغت کے بعد سونے چاندی اور جواہرات سے مرصع ایک سیڑھی جو جنت الفردوس سے لائی گئی تھی لگائی گئی۔ اس کے ذریعہ جبرئیلؑ نے آپ کو لے کر آسمان پر چڑھنا شروع کیا۔ جب آسمان دنیا کے دروازے پر پہنچے تو وہاں کے محافظ فرشتے صف بستہ کھڑے ہو گئے۔ سبوحا سبوحا لرب الملائکة قدوسا قدوسا لرب الارباب سبحان العظیم الاعلیٰ ان کے ورد زبان تھا۔

انھوں نے کہا کون ہے؟ جبرئیلؑ نے تعارفی الفاظ ادا کئے۔ دروازہ کھولا گیا۔ آپ آسمان پر تشریف لے گئے۔ پہلے آسمان پر حضرت آدمؑ سے ملاقات ہوئی۔ دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام سے تیسرے آسمان

پر حضرت یوسف ؑ سے. چوتھے آسمان پر حضرت ادریس ؑ سے پانچویں آسمان پر حضرت ہارون ؑ سے چھٹے پر حضرت موسیٰ ؑ سے اور ساتویں پر حضرت ابراہیم ؑ سے ملاقات ہوئی۔

پھر آپ کو جنّت کی سیر کرائی گئی اور آپ اس مقام تک پہنچے. جہاں قلمِ قدرت کے چلنے کی آواز سُنائی دیتی تھی. آگے چل کر سدرۃ المنتہیٰ پر پہونچے یہاں پہنچ کر حضرت جبرئیل ؑ نے اپنی اصلی صورت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ اس مقام سے آگے جانا میری طاقت سے بالاتر ہے. ؎

اگر یک سرِ موے برتر پرم فروغِ تجلی بسوزد پرم

یہاں سے آگے بڑھ کر حضورؐ حجابات طے کرتے ہوئے خدا سے ملے. وہاں خدا سے کیا باتیں ہوئیں. اس کا علم اللہ اور اس کے رسول کو ہی ہے فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ اس وقت بارگاہ الوہیت سے آپ کو تین چیزیں عطا ہوئیں

(۱) سورۂ بقر کی دو آیتیں جن میں اسلام کے عقائد ایمان کی تکمیل اور مصیبت کے دور کے خاتمہ کی خوشخبری تھی۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ آپ کی اُمّت میں جو شخص شرک نہ کرے گا بخشا جائے گا۔

(۳) اُمّت پر پچاس وقت کی نمازیں فرض کی گئیں۔

واپسی میں حضرت موسیٰ ؑ سے ملاقات ہوئی. حضورؐ نے ان سے پچاس وقت کی نمازوں کا تذکرہ کیا. حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ آپ کی اُمّت سے

پچاس وقت کی نمازیں ادا نہ ہو سکیں گی. میں بنی اسرائیل کا تجربہ کر چکا ہوں
آپ واپس جا کر تخفیف کرائیے. حضورؐ واپس تشریف لے گئے اور بارگاہ
الٰہی میں اپنی اُمت کی عاجزی اور ناتوانی کا اظہار کیا تو دس وقت کی نمازوں
کی تخفیف ہو گئی حضورؐ واپس چلے آئے. اس کے بعد پھر حضرت موسیٰؑ سے
ملاقات ہوئی. حضرت موسیٰؑ نے فرمایا. اب بھی تعداد بہت ہے اس میں
تخفیف کرائیے. حضورؐ پھر خدا تعالیٰ کے پاس تشریف لے گئے. غرض اسی
طرح بار بار جانے سے پانچ وقت کی نمازیں رہ گئیں حضرت موسیٰؑ نے
اس تعداد میں بھی تخفیف کا مشورہ دیا. حضورؐ نے فرمایا کہ اب مجھے بار بار
تخفیف کراتے خدا سے شرم آتی ہے. اسی وقت خداوند عالم کا حکم ہوا کہ اگرچہ
یہ نمازیں صورتاً پانچ وقت کی ہیں مگر اُن کا ثواب پچاس ہی کا دوں گا.

اُس کے بعد حضورؐ آسمان سے اُتر کر بیت المقدس تشریف لائے. یہاں
انبیاء علیہم السّلام جمع تھے. حضورؐ نے نماز پڑھائی. نماز سے فارغ ہو کر دولتکدہ
پر تشریف لے آئے. اگلے دن صبح کو خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے. وہاں
روسائے قریش جمع تھے. آپؐ نے اُن سے رات کا واقعہ معراج کا بیان
کیا. یہ واقعہ سن کر قریش تعجب میں پڑ گئے مگر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے
اس واقعہ کی تصدیق کی اور اسی سبب سے اُن کو بارگاہ نبوت سے صدیق
کا خطاب عطا ہوا. بعض لوگوں نے اس واقعہ کی تکذیب کی. اُن لوگوں نے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیت المقدس کے متعلق سوالات کیے. حضورؐ اس
سے پیشتر کبھی بیت المقدس تشریف نہیں لے گئے تھے. حق تعالیٰ نے آپ

کی آنکھوں کے سامنے سے حجابات اُٹھا دیئے. روسائے قریش نے جو جو سوالات کئے اُن کے صحیح صحیح جوابات دیئے.

محمدؐ عرش اعظم پر گئے اللہ کو دیکھا

(۱۵۳) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے معراج کی شب خدا کو دیکھا تھا. (بزار احمد)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ کو جب سے معراج ہوئی تھی اس وقت سے آپ کی خوشبو دلہن کی سی تھی اور عروس کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ تھی. (ابن مردویہ)

شب معراج میں عالم بالا کے مشاہدات

(۱۵۴) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ جس وقت جبرئیلؑ مجھ کو معراج کو لے گئے تو میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے سینوں اور چہروں کو اُن ناخنوں سے چھیلتے تھے. میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا. یہ کون لوگ ہیں تو انھوں نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو آدمیوں کا گوشت کھاتے تھے یعنی اُن کی غیبت اور لوگوں کی بے آبروئی کرتے تھے. (احمد)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جس رات مجھے معراج ہوئی. میں ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے ہونٹ لوہے

کی مقراضوں سے کاٹے جا رہے تھے. جس وقت ان کے ہونٹ کاٹے جاتے تھے پھر ویسے ہی ہو جاتے تھے جیسے کاٹنے سے پہلے تھے. میں نے پوچھا اے جبرئیلؑ یہ کون لوگ ہیں. انھوں نے جواب دیا کہ یہ آپ کی اُمت کے وہ مولوی اور مقرر ہیں جو دوسرے لوگوں کو تو نصیحت کرتے تھے مگر خود اس پر عامل نہ تھے۔ (ابن مردویہ)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے. آپ فرماتے تھے. جس رات مجھے معراج ہوئی. میں سدرۃ المنتہیٰ تک گیا. اس بیری کے بیر اتنے بڑے بڑے تھے جتنی پہاڑ کی چوٹی. (طبرانی)

ابو حمراءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ جب مجھ کو ساتویں آسمان تک معراج ہوئی تو میں نے عرش کے داہنے ساق پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہؐ لکھا دیکھا۔ (طبرانی)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے لقد رای من آیات ربہ الکبریٰ کے معنی میں روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں رفرف اخضر کو دیکھا تھا جس نے آسمان کے کناروں کو گھیر لیا تھا۔ (بخاری)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے شب معراج کی باتیں بیان کیں. آپ نے فرمایا کہ میں نے پہلے آسمان پر حضرت آدمؑ سے ملاقات کی ان کے سامنے ان کی ذریت مومن اور کافر کی روحیں پیش کی جاتی تھیں مومن ارواح کو دیکھ کر فرماتے تھے کہ پاکیزہ روح اور پاکیزہ نفس ہے. ان کو علیین میں لے جاؤ

اور ارواح فجار کو دیکھ کر فرماتے تھے۔ روح اور نفس خبیث ہے۔ اُن کو سجین میں لے جاؤ۔ یہاں سے آگے بڑھا تو ایک جگہ مجھے بہت سے خوان رکھے ہوئے نظر آئے جن میں پکا ہوا گوشت رکھا ہوا تھا اور ان کے پاس کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ اس کے آگے کچھ خزانوں پر سڑا ہوا گوشت رکھا ہوا تھا اور ان کے ارد گرد بڑا بھاری مجمع تھا جو ان خزانوں میں سے سڑا ہوا گوشت اُٹھا کر کھا رہے تھے۔ میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حلال پر حرام کو ترجیح دیتے ہیں اُس سے آگے بڑھا تو مجھے ایک ایسی قوم نظر آئی جن کے پیٹ مکانوں کے برابر بڑے تھے ان لوگوں میں سے اگر کوئی اُٹھنے کی کوشش کرتا تو فوراً گر پڑتا تھا۔ یہ لوگ دُعا مانگتے تھے "اے خدا قیامت نہ آئے" یہ لوگ آلِ فرعون کے راستہ پر تھے ان لوگوں پر مختلف قوموں کا گزر ہوتا تھا اور وہ ان کو روند ڈالتی تھیں۔ میں نے پوچھا۔ اے جبرئیلؑ یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ یہ آپ کی اُمّت کے سود خور ہیں۔ ان سے آگے بڑھ کر میرا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کے مثل تھے وہ لوگ منہ کھول کر پتھر کھاتے تھے اور فوراً ہی پاخانہ کے مقام سے نکل جاتے تھے۔ حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا۔ یہ آپ کی اُمّت کے وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں۔ اُن سے آگے بڑھ کر ایسی عورتیں نظر آئیں جو اپنی پستانوں سے بندھی لٹک رہی تھیں یا بالکل اُلٹی سر نیچے اوپر پیر لٹکی ہوئی تھیں۔ اُن کے متعلق معلوم ہوا کہ یہ زنا کار عورتیں

تھیں اُس کے بعد کچھ ایسے لوگ نظر آئے جن کی پسلیوں کا گوشت کاٹا جا رہا تھا اور وہ اس گوشت کا لقمہ کر رہے تھے۔ جبرئیلؑ نے بتایا کہ یہ آپ کی اُمت کے وہ لوگ ہیں جو ایک دوسرے کی عیب جوئی اور سخن چینی کرتے ہیں۔ الخ (ابو نعیم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ کا گزر شب معراج میں ایک ایسی قوم پر ہوا۔ جو ایک ہی دن میں کھیتی بو کر کاٹ لیتی تھی اور جب وہ اس کو کاٹ چکتی تو وہ پھر ویسی ہی کی ویسی ہو جاتی۔ حضورؐ نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے جواب دیا۔ یہ لوگ مجاہد فی سبیل اللہ ہیں۔ پھر آپ کا گزر ایسی قوم پر ہوا کہ اُن کے سر پتھروں سے کچلے جا رہے تھے اور پھر ویسے ہی ہو جاتے تھے۔ حضورؐ نے جبرئیلؑ سے دریافت کیا۔ یہ کون لوگ ہیں؟ اُنھوں نے جواب دیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نمازوں سے کاہلی کرتے ہیں۔ پھر آپ ایسی قوم کے پاس آئے جن کے آگے پیچھے کپڑے کے پیوند تھے۔ وہ اس طور سے چھوٹے پھر رہے تھے جس طرح اونٹ پھرا کرتے ہیں اور وہ ضریع زقوم اور جہنم کے پتھر کھاتے تھے حضرت جبرئیلؑ نے بتایا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کا صدقہ ادا نہیں کرتے۔ پھر آپ ایک ایسے مرد کے پاس سے گزرے جس نے لکڑی کا ایک بڑا گٹھا جمع کر رکھا تھا اور اس کو اس بار کے اٹھانے کی قدرت نہ تھی اس پر بھی وہ بار میں اضافہ کرتا جا رہا تھا۔ حضرت جبرئیلؑ نے بتایا یہ آپ کی اُمت کے وہ آدمی ہے جو لوگوں کی امانتیں رکھ کر ادا نہ

کرتا تھا اور اسی ہوس میں رہتا تھا کہ اس کو اور امانتیں مل جائیں۔ (ابو یعلیٰ)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان پر فرشتوں کی امامت کی

(۱۵۵) حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب مجھ کو آسمان پر معراج ہوئی تو جبرئیل ؑ نے اذان دی۔ میں نے خیال کیا کہ جبرئیل ؑ فرشتوں کو نماز پڑھائیں گے۔ مگر جبرئیل ؑ نے مجھے آگے کر دیا۔ میں نے فرشتوں کو نماز پڑھائی۔ (ابن مردویہ)

ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نکاح کی بشارت

(۱۵۶) حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ سودہ بنت زمعہ رضؓ سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں انھوں نے خواب میں دیکھا کہ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے سے آ رہے ہیں۔ اور انھوں نے حضرت سودہ رضؓ کی گردن پر قدم رکھ دیا۔ حضرت سودہ رضؓ نے اس خواب کو اپنے شوہر سے ذکر کیا تو اس نے کہا اگر یہ خواب سچا ہے تو میں ضرور مر جاؤں گا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سے نکاح کریں گے۔ دوسری شب حضرت سودہ رضؓ نے خواب میں دیکھا۔ گویا آسمان سے چاند اتر کر ان کے پاس آیا اور وہ بستر پر لیٹی ہوئی ہیں حضرت سودہ رضؓ نے یہ دوسرا خواب بھی اپنے شوہر سے بیان کیا۔

اُنھوں نے جواب دیا اگر یہ خواب سچّا ہے تو میں عنقریب مر جاؤں گا اور تم میرے مرنے کے بعد نکاح کر لو گی۔ چنانچہ سکران اسی دن بیمار ہو کر چند روز بعد مر گیا اور حضورؐ نے حضرت سودہؓ سے نکاح کر لیا۔ (ابن سعد)

کفار قریش کا دار الندوہ میں اجتماع اور حضورؐ کے قتل کی تیاریاں
حضرت جبرئیلؑ کی خبر رسانی اور مکہ معظمہ سے ہجرت کرنے کی اجازت

(۱۵۷) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ قریش نے دار الندوہ میں جمع ہو کر حضورؐ کے قتل کا فیصلہ کیا۔ اسی وقت حضرت جبرئیلؑ نے آکر عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ رات کو جس جگہ سوتے ہیں۔ وہاں نہ سوئیں۔ آج قریش نے آپ کے قتل کا فیصلہ کیا ہے۔ آج آپ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر جائیں۔ (بیہقی)

حضورؐ کے مکان کا محاصرہ حضورؐ ان سے بچکر صاف نکل گئے

(۱۵۸) ابن اسحاق سے روایت ہے جس وقت حضورؐ رات کو اپنے مکان سے نکلے اس وقت چودہ آدمی آپ کے دروازے پر کھڑے تھے۔ حضورؐ نے ایک مٹھی خاک اُٹھا کر اُن لوگوں کے سروں پر پھینکی۔ وہ اندھے ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ یٰسین فاغشینٰھم فھم لا یبصرون تک پڑھتے پڑھتے باہر چلے آئے۔ (بیہقی)

حضورؐ غار ثور میں، غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا

(۱۵۹) سراقہ بن جعشم سے روایت ہے کہ جس وقت حضورؐ کفار کی آنکھوں میں دھول جھونک کر دور چلے گئے تو کسی شخص نے کفار محاصرین سے پوچھا، تم کس چیز کے انتظار میں کھڑے ہو تو انھوں نے جواب دیا۔ محمدؐ کا انتظار ہے۔ اس آدمی نے کہا۔ تم تو اندھے ہو ابھی وہ تمھارے آگے سے گئے ہیں۔ تمھیں نظر نہیں آئے۔ حاضرین نے کہا خدا کی قسم ہم نے انھیں دیکھا اور انھوں نے اپنے سروں سے مٹی جھاڑی۔ حضورؐ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ غار ثور کی طرف تشریف لے گئے اور اس میں داخل ہو گئے۔ فوراً ہی غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا۔ کفار قریش نے آپ کا تعاقب کیا۔ ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے غار ثور کے منہ پر پہنچ گئے اور جالے کو دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ جالا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پہلے سے ہے۔ یہ کہہ کر واپس ہو گئے۔ (ابن سعد)

تعاقب کرنے والے کافر کو فرشتہ نے غار ثور میں اپنے پروں میں چھپا لیا تھا

(۱۶۰) اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کافر قریش کو بالکل غار کے منہ پر دیکھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ آدمی ہمیں دیکھ رہا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ شخص ہمیں نہیں

دیکھ سکتا۔ اس وقت اس کو ایک فرشتے نے اپنے پروں میں چھپا رکھا ہے۔ کچھ دیر بعد وہ کافر غار کے منہ کے قریب پیشاب کر کے واپس ہو گیا۔ حضورؐ نے فرمایا اگر یہ آدمی تمھیں دیکھتا تو تمھارے اوپر پیشاب نہ کرتا۔ (ابو نعیم)

غار کے منہ پر اللہ کے حکم سے ایک درخت پر کبوتر نے انڈے دیئے

(۱۶۱) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب حضورؐ غار ثور میں داخل ہوئے اسی وقت ایک درخت اُگ کر اتنا بڑا ہو گیا کہ اس سے غار کا منہ بند ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکڑی نے جالا پورا تن دیا اور اس درخت پر دو جنگلی کبوتروں نے انڈے دیدیئے۔ قریش کے نوجوان لاٹھیوں اور تلواروں سے مسلح غار کے منہ پر آئے۔ اُن لوگوں میں سے ایک شخص غار کے اندر جھانکنے لگا۔ دوسرے نے پلٹ کر کہا۔ تجھے نظر نہیں آتا۔ یہاں کبوتروں نے انڈے دے رکھے ہیں اس غار میں کوئی آدمی نہیں ہے۔ حضورؐ نے اُن کبوتروں کے لئے دُعا کی اور اس جوڑے پر ایک نشانی لگا دی۔ اس کے بعد وہ کبوتر اس جگہ سے حرم میں چلے گئے اور اس جوڑے نے حرم شریف میں بچے نکالے۔ (ابن سعد)

حضورؐ کا حکم ہے کہ مکڑی کو نہ مارا کرو

(۱۶۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ مشرکین مکہ نے

ہجرت کی شب دار الندوہ میں مشورہ کیا کسی نے کچھ رائے دی کسی نے کچھ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو کفار کے مشورہ سے مطلع کر دیا۔ آپ اسی شب اپنے مکان سے نکل کر غار میں پہنچ گئے۔ مشرکین نقش قدم دیکھتے دیکھتے پہاڑ تک پہنچ گئے آگے نشان قدم نہ تھا۔ یہ لوگ پہاڑ پر چڑھ گئے۔ غار کے پاس سے گزرے تو اس کے مُنہ پر مکڑی کا جالا تنا ہُوا تھا۔ ان لوگوں میں سے کسی نے کہا چلو اس غار میں دیکھیں۔ امیہ بن الخلف نے کہا کہ غار میں گھسنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ جالا تو بہت عرصہ سے یہاں دیکھا گیا ہے۔ اسی دن سے حضورؐ نے مکڑی کو مارنے کی ممانعت فرمادی مکڑی بھی اللہ تعالےٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے۔ (احمد)

مکڑی نے جالا تنکر حضرت داؤد کی بھی حفاظت کی تھی

(۱۶۳) عطا بن میسرہ سے روایت ہے کہ مکڑی نے غار کے مُنہ پر دو دفعہ جالا تنا ہے ایک مرتبہ اس وقت جب طالوت حضرت داؤد علیہ السّلام کے تعاقب میں تھا اور دوسری بار اس وقت جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم بوقت ہجرت غار میں چھپے تھے۔ (ابو نعیم)

سراقہ بن مالکؓ کی گھوڑی زمین میں پیٹ تک دھنس گئی

(۱۶۴) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیقؓ مکان سے نکلے تو ابو بکر صدیقؓ نے مڑ کر دیکھا

ایک گھوڑے سوار آپ کے تعاقب میں نظر آیا۔ جو سرپٹ گھوڑا دوڑتا بالکل ہمارے قریب پہنچ گیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا یا نبی اللہ یہ سوار ہمارے پاس پہنچ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اصرعہ چنانچہ وہ سوار اسی وقت گھوڑے سے گر پڑا۔ سوار نے عرض کیا یا نبی اللہ آپ مجھے جس کام کے لئے حکم دیں۔ میں اس کی تعمیل کے لئے حاضر ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا تیرا کام یہ ہے کہ تو یہیں کھڑا رہ اور کسی شخص کو ہمارے تعاقب میں نہ آنے دے۔ چنانچہ وہ سوار دیا تو حضورؐ کے تعاقب میں آیا تھا یا شام تک حضورؐ کی حفاظت کرتا رہا۔ سراقہ نے اسی واقعہ سے متعلق ابو جہل کو مخاطب کیا ہے۔

ترجمہ۔ اے ابو الحکم خدا کی قسم ہے اگر تو حاضر ہوتا میری گھوڑی کو دیکھنے جب اس کے ہاتھ پاؤں زمین میں دھنس رہے تھے۔

ترجمہ۔ تو جان لیتا اور شک نہ کرتا اس بات میں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم برہان حق کے ساتھ رسول ہیں اس رسولؐ کی کون برابری کر سکتا ہے۔ (ابن سعد)

ام معبد کی ایک کمزور اور لاغر بکری نے دودھ دیا

(۱۶۵) روایت ہے کہ جس وقت حضورؐ حضرت صدیق رضؓ کے ہمراہ ہجرت کے ارادے سے چلے تو ان کے ہمراہ انؓ کا غلام عامر بن فہیرہ تھا۔ عبد اللہ بن الاریقط رہبر تھے۔ راستہ میں ام معبد خزاعیہ کے خیمے پڑے۔ ام معبد عمر رسیدہ اور پارسا عورت تھی۔ مسافروں کو پانی پلایا کرتی تھی حضرت صدیق اکبرؓ نے ام معبد سے پوچھا کہ کچھ کھانے پینے کا سودا تمہارے

پاس برائے فروخت ہے ام معبد نے کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں۔ حضورؐ نے ایک کونے میں ایک نہایت لاغر بکری بندھی ہوئی دیکھی۔ حضورؐ نے ام معبد سے پوچھا یہ بکری کیسی ہے یہاں کیوں بندھی ہوئی ہے۔ ام معبد نے کہا یہ بکری بیمار ہے لاغری کی وجہ سے بکریوں کے ساتھ چرنے جانے سے رہ گئی۔ حضورؐ نے فرمایا یہ بکری دودھ دیتی ہے؟ ام معبد نے کہا نہیں۔ یہ کیا دودھ دیتی حضورؐ نے فرمایا۔ اگر تم اجازت دو تو اس کا دودھ دوہ لوں؟ ام معبد نے جواب دیا اگر یہ دودھ دے سکے تو آپ دوہ لیں۔ حضورؐ نے اس بکری کو اپنے پاس منگا کر اُس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا۔ دُعا فرمائی۔ بکری نے دودھ دوہنے کیواسطے ٹانگیں کھول دیں۔ تھنوں میں دودھ اُتر آیا۔ آپ نے دودھ دوہنے کے واسطے اتنا بڑا برتن طلب کیا جس سے کم از کم دس آدمی سیر ہو سکیں۔ حضورؐ نے دودھ دوہنا شروع کیا۔ برتن پُر ہو گیا۔ حضورؐ نے ام معبد کو بُلا کر کہا کہ لو دُودھ پیو۔ اُم معبد نے سیر ہو کر پیا۔ اُس کے بعد آپ نے حضرت صدیقؓ اور دیگر اصحابؓ کو پلایا۔ جب سب سیر ہو گئے۔ حضورؐ نے نوش فرمایا۔ اس کے بعد حضورؐ نے اس بکری کا دودھ دوبارہ دوہا۔ برتن پُر ہو گیا۔ اور وہ برتن معہ دودھ کے ام معبد کے حوالے کر دیا اور ام معبد کو بیعت کر کے وہاں سے آگے روانہ ہو گئے۔

خرام ابن ہشام نے ام معبد سے روایت کی ہے کہ وہ بکری ۱۸ھ تک بزمانہ خلافت حضرت عمر فاروق اعظمؓ زندہ رہی اور دونوں وقت دودھ دیتی رہی۔ (ابن سعد)

حضور کا مدینہ طیبہ میں داخلہ اور شمع نبوت پر پروانوں کا ہجوم

(۱۶۶) حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے. انصار اپنی عورتوں اور بچوں کے ہمراہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے. عرض کیا یا رسول اللہ ؐ ہمارے ہاں تشریف لے چلئے. حضورؐ نے فرمایا کہ اونٹنی کو چھوڑ دو. یہ منجانب الٰہی مامور ہے. چنانچہ وہ اونٹنی چلتے چلتے حضرت ابوایوب انصاری رضؓ کے مکان کے دروازے پر جا کر بیٹھ گئی. بنی نجار کی لڑکیاں دف بجاتی اور گاتی ہوئی نکلیں. ؎

ترجمہ. ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں. محمدؐ کیا اچھے ہمارے ہمسایہ ہیں

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے تو عورتیں اور لڑکے یہ اشعار پڑھ رہے تھے. ؎

ترجمہ. ہم پر چاند طلوع ہوا ثنیات الوداع کی طرف سے

ترجمہ. ہم پر اس کا شکر واجب ہو گیا جب تک دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ سے دعا کرے.

حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہؐ مدینہ میں تشریف لائے. لوگ پروانہ وار شمع نبوت پر نثار ہونے لگے. ہر شخص دیدار نبی کا شائق تھا. میں نے حضورؐ کا چہرہ انور دیکھتے ہی کہا خدا کی قسم یہ چہرہ جھوٹے لوگوں کا سا نہیں. حضورؐ کی زبان مبارک سے میں نے سب سے پہلے یہ بات سنی.

ترجمہ. اے لوگو آدمیوں کو کھانا کھلاؤ اور کھلے طور پر سلام کرو. آپس میں

ہمارے رحمی کرو اور رات کو جب آدمی سو رہے ہوں. نماز پڑھو جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے.

حضورؐ سے یہودیوں کے سوالات اور ان کا قبول اسلام

(۱۶۷) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن سلام (یہودی) نے جب مدینہ طیبہ میں حضورؐ کی تشریف آوری کی خبر سنی تو انھوں نے کہا کہ میں حضورؐ سے تین سوالات کروں گا. ان سوالات کا جواب نبی کے سوا کسی کو معلوم نہیں چنانچہ وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ

(۱) قیامت کی شرطوں میں پہلی شرط کیا ہے؟

(۲) جنت والوں کو سب سے پہلے کھانے کو کیا چیز ملے گی؟

(۳) بچہ اپنے ماں یا باپ سے مشابہ کیوں ہوتا ہے؟

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ان تین باتوں کی خبر ابھی ابھی جبرئیلؑ نے دی ہے.

(۱) قیامت کی سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ ایک آگ مشرق سے ظاہر ہو گی اور مغرب تک پہنچ جائے گی.

(۲) اہل جنت کو سب سے پہلے کھانے کو مچھلی کا جگر دیا جائے گا.

(۳) جس وقت مرد کی منی عورت کی منی سے پہلے نکل آتی ہے تو بچہ باپ کے زیادہ مشابہ ہوتا ہے اور اگر عورت کی منی مرد کی منی سے پہلے نکل

آئے تو بچہ ماں کے زیادہ مشابہ ہوتا ہے۔

عبداللہ بن سلام نے یہ جوابات سن کر فوراً کلمہ پڑھا اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشہد انک رسول اللّٰہ عبداللہ بن سلام رضؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ یہودی بڑے افترا پرداز ہیں۔ یہودیوں کو میرے اسلام کے متعلق علم ہو گا تو وہ نہ معلوم کیا کیا کہیں گے اتنے میں کچھ یہودی آگئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ عبداللہ بن سلام تم میں کیسا آدمی ہے۔ یہودیوں نے جواب دیا وہ اچھا آدمی ہے۔ اچھے آدمی کا بیٹا ہے۔ ہمارا سردار ہے۔ ہمارے سردار کا بیٹا ہے۔ حضورؐ نے ان سے پوچھا کہ اگر عبداللہ بن سلام مسلمان ہو جائے تو کیا تم مسلمان ہو جاؤ گے۔ یہودیوں نے جواب دیا اللہ پناہ میں رکھے۔ یہ سن کر عبداللہ بن سلام نے ان لوگوں کے سامنے آکر کہا اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمداً رسول اللّٰہ یہودی عبداللہ بن سلام کو برا بھلا کہنے لگے

صفوان بن عسال سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے اپنے دوست سے کہا آؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلیں۔ ان سے اس آیت کے بارے میں سوال کریں گے ولقد اٰتینا موسیٰ تسع اٰیات بینات یہ دونوں حضور صلے اللّٰہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آیت مذکورہ کے بارے میں سوال کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ نو باتیں یہ تھیں (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو (۲) چوری نہ کرو (۳) زنا نہ کرو (۴) جس نفس کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اس کو ناحق قتل نہ کرو (۵) جادو نہ

کرو ⑥ سُود نہ کھاؤ ⑦ بُرے آدمی کو حاکم وقت کے پاس قتل کے واسطے نہ لے جاؤ ⑧ نیک عورت شادی شدہ پر بہتان نہ لگاؤ ⑨ اور اے یہود تم پر لازم ہے کہ تم لوگ شنبہ کے دن تعدی نہ کرو۔ یہ سن کر دونوں یہودیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کو اور ہاتھوں کو بوسہ دیا اور دونوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نبی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر تم مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے۔ اُن دونوں یہودیوں نے کہا کہ داؤد علیہ السلام نے دُعا کی ہے کہ اُن کی اولاد میں سے ایک نہ ایک نبی ہو گا۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ یہودی ہمیں قتل نہ کر ڈالیں۔ (الترمذی)

حضرت یوسف نے جن گیارہ ستاروں کو خواب میں سجدہ کرتے دیکھا تھا یہودیوں کے سوال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ستاروں کے نام بتائے

(۱۶۸) حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یوسف علیہ السلام نے جن گیارہ ستاروں کو سجدہ کرتے دیکھا تھا ان ستاروں کے کیا کیا نام تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے کوئی جواب نہ دیا کچھ دیر بعد حضرت جبرئیل آئے اور انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن ستاروں کے نام بتائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی آدمی کو بھیج کر اس یہودی کو بلوایا اور فرمایا

کہ اگر میں تجھے ان گیارہ ستاروں کے نام بتا دوں تو مسلمان ہو جائے گا؟ یہودی نے جواب دیا بے شک. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان ستاروں کے نام یہ تھے.

(۱) حرثان (۲) طارق (۳) ذیال (۴) کنفان (۵) ذوالفرع (۶) وثاب (۷) عمودان (۸) فالبس (۹) ضروح (۱۰) مصبح (۱۱) فیلق (۱۲) ضیا (۱۳) نور
ان گیارہ ستاروں کو حضرت یوسف علیہ السلام نے افق سما میں اپنے آپ کو سجدہ کرتے دیکھا تھا. یہودی نے کہا خدا کی قسم ان ستاروں کے نام یہی تھے. (ابن ابی حاتم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی برکت سے مدینہ وبا کا کوچ

(۱۶۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جن دنوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے ان دنوں مدینہ میں وبا کا زور تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی وبا دور ہو گئی. (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فرشتے مدینہ کے راستوں پر متعین ہیں نہ مدینہ میں طاعون داخل ہوگا نہ دجال داخل ہو سکے گا.

(نوٹ) ساری دنیا کے ڈاکٹر اور طبیب اس بات سے عاجز ہیں کہ وہ ایک شہر کی بیماری دوسرے شہر میں منتقل کر دیں یہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ آپ کی دعا سے مدینہ طیبہ ہمیشہ ہمیشہ کے

لیے طاعون سے محفوظ ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی بنیاد خانہ کعبہ کو دیکھ کر رکھی

(١٧٠) داؤد بن قیس سے روایت ہے کہ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی بنیاد رکھ رہے تھے حضرت جبرئیل ؑ نے کہا آپ خانہ کعبہ کو دیکھ کر سمت قبلہ درست کرلیں۔ حق تبارک وتعالیٰ نے مسجد نبوی اور خانہ کعبہ کے درمیان جو چیزیں حائل تھیں درمیان سے ہٹادی تھیں۔ (از زبیر بن بکار)

پہلے آسمان پر سب سے پہلے جبرئیل ؑ نے اذان دی

(١٧١) کثیر بن مرۃ الحضرمی سے روایت ہے کہ اول بار جس شخص نے نماز کے واسطے آسمان دنیا میں اذان دی وہ حضرت جبرئیل ؑ ہیں۔ جبرئیل ؑ کی اذان کو حضرت عمرؓ و بلالؓ دونوں نے سنا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت بلالؓ سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کی اطلاع دی۔

اذان کا تمسخر اڑانے والے یہودی کا دردناک انجام

(١٧٢) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی اذان سن کر شور مچایا کرتا تھا۔ ایک روز اذان ہو رہی تھی یہودی حسب عادت شور مچانے میں مشغول تھا کہ اس کی کنیز آگ کا شعلہ لے کر مکان میں داخل ہوئی جس سے مکان میں آگ لگ گئی اور وہ یہودی وہیں جل بھن کر

بھسم ہو گیا۔ (بیہقی)

جنگِ بدر میں لڑائی شروع ہونے سے پہلے کفار کی قتل گاہ کی نشاندہی ⑰۳

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر کی رات کو فرمایا۔ انشاء اللہ کل اس جگہ فلاں قتل ہو گا اور آپ نے دست مبارک زمین پر رکھا اس جگہ فلاں قتل ہو گا اور آپ نے دست مبارک زمین پر رکھا۔ حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جس کافر کا نام لے کر ان کے قتل کی جگہ کی نشاندہی کی وہ کفار اسی جگہ قتل ہوئے لڑائی بند ہو جانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول کفار کو ایک کنوئیں میں ڈلوا دیا جب سب مقتولین کنوئیں میں ڈال دیئے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کنوئیں کے منہ پر کھڑے ہو کر فرمایا اے فلاں بن فلاں اے فلاں بن فلاں جو وعدہ تمھارے رب نے تم سے کیا تھا تم نے اس کے وعدہ کی حقانیت دیکھ لی) لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ان بے جان جسموں کو خطاب فرما رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے البتہ ان لوگوں میں اتنی طاقت نہیں کہ میری بات کا جواب دے سکیں۔

غزوہ بدر میں مسلمانوں کو کفار کم اور کفار کو مسلمان زیادہ نظر آئے

(۱۷۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جنگ بدر میں کفار ہماری نظروں میں کم دکھائی دیتے تھے۔ میں نے اپنے قریبی کافر کو گرفتار کر کے کہا لو دیکھو یہ ساٹھ ستر آدمی لڑنے آئے ہیں زیادہ سے زیادہ سو ہوں گے اس کافر نے کہا کیسی باتیں کہہ رہے ہو تمہارے مقابل لشکر میں ایک ہزار آدمی ہونگے۔ (ابن سعد)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب غزوہ بدر میں مسلمان اور کفار آپس میں بھڑے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی آنکھوں میں مسلمانوں کو زیادہ اور مسلمانوں کی آنکھوں میں کفار کو کم کر کے دکھلایا تھا۔ (بیہقی)

حضورؐ لڑائی کے وقت یا حیؐ یا قیوم کا ورد فرما رہے تھے

(۱۷۵) حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ میں غزوہ بدر میں تھوڑی دیر کفار سے جنگ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تھے اور یا حیؐ یا قیوم پڑھ رہے تھے اور خاتمۂ جنگ تک یہی پڑھتے رہے۔ (ابن سعد)

حق تبارک و تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتوں سے مسلمانوں کی مدد کی

(۱۷۶) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کو دیکھا تو وہ تعداد میں ایک ہزار تھے۔ حضورؐ کے اصحاب، صرف

تین سو تیرہ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روبقبلہ ہو کر دونوں ہاتھ پھیلا کر خدا کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں پر سے چادر گر پڑی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آکر چادر مبارک شانوں پر ڈالی پیچھے کھڑے ہو گئے۔ عرض کرنے لگے یا نبی اللہ آپ کا اپنے رب کو قسم دینا کافی ہے۔ آپ کے رب نے آپ سے جو وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور پورا کرے گا۔ اتنے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ان تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملائکۃ مردفین۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے آپ کی مدد کی۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک مسلمان ایک مشرک کے تعاقب میں تھا کہ یکایک اس مشرک نے کوڑا مارنے کی آواز سنی۔ وہ کوڑا مشرک پر پڑا اور پیچھے سے ایک سوار کی آواز آئی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ اے حیزوم آگے بڑھ اتنے میں وہ مشرک چاروں شانے چت گر گیا۔ اس مشرک کی ناک کچل کر چہرہ شق ہو گیا تھا اور سر سے پیر تک جسم کا رنگ بالکل نیلا ہو گیا۔ جنگ سے فراغت کے بعد اس انصاری مجاہد نے حضورؐ سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ وہ سوار تیسرے آسمان کا فرشتہ تھا۔ اس لڑائی میں ستر مشرکین قتل اور ستر اسیر ہوئے۔ (مسلم)

مشرکین نے بادل کے اندر سے فرشتوں کے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز سنی

(۱۷۷) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ان سے بنی غفار کے کسی آدمی نے بیان کیا کہ میں اور میرا چچازاد بھائی جنگ بدر میں مشرکین

کے ساتھ تھا۔ ہم دونوں ایک پہاڑ پر بیٹھے ہوئے جنگ کا حال دیکھ رہے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ دونوں فریقوں میں سے کس فریق کو شکست ہوتی ہے تاکہ ہم بھی لوٹ مار میں شریک ہوسکیں۔ اتنے میں ایک ابر آسمان کے اوپر سے پہاڑ کے اوپر آکر رُکا۔ اس بادل میں سے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں آرہی تھیں۔ ہم نے یہ آواز بھی سنی کہ کوئی سوار کہہ رہا تھا۔ اے حیزدم آگے بڑھ ان آوازوں کو سن کر میرے ساتھی کا کلیجہ پھٹ گیا اور فوراً مر گیا۔ میں بھی قریب الہلاکت ہوگیا۔ بڑی دیر بعد حالت درست ہوئی۔ (ابن اسحاق)

غزوۂ بدر میں مجاہدین اور فرشتوں کی صف بندی

(۱۴۸) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ میں جنگِ بدر کے دن کنوئیں کے پاس ٹہل رہا تھا کہ یکایک ہوائے تند آئی اور چلی گئی۔ ایسی تیز ہوائیں نے کبھی نہیں دیکھی تھی اس کے بعد پھر دوبارہ اور سہ بارہ تند ہوا آئی حضورؐ نے فرمایا کہ جو ہوا سب سے پہلے آئی تھی۔ وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے۔ ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ حضورؐ کے ساتھ رہنے کے لئے نازل ہوئے تھے۔ دوسری ہوا حضرت میکائیل علیہ السلام تھے جو ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ حضورؐ کے میمنہ پر نازل ہوئے۔ میمنہ دستہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے اور تیسری ہوا حضرت اسرافیل علیہ السلام تھے جو حضورؐ کے میسرہ پر نازل ہوئے اس دستہ میں میں بھی موجود تھا۔ (ابو یعلیٰ)

جنگ بدر میں فرشتوں نے کفار سے کس طرح قتال کیا

(۱۷۹) سہیل بن حنیف سے روایت ہے کہ جنگ بدر میں میں نے دیکھا کہ ہمارا جو کوئی آدمی اپنی تلوار سے مشرک کے سر کی طرف اشارہ کرتا تو تلوار سر تک پہنچنے سے پہلے ہی اس کا سر تن سے کٹ کر گر پڑتا تھا۔ (حاکم)

فرشتوں کے مقتولین کی گردن اور انگلیوں پر آگ کی علامت ہوتی تھی

(۱۸۰) ربیع بن انسؓ سے روایت ہے کہ جنگ بدر میں فرشتوں کے مقتولین کی یہ شناخت تھی کہ مقتول کی گردن اور انگلیوں پر آگ کی علامت ہوتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا آگ سے جلا دیا گیا ہے۔ (بیہقی)

غزوہ بدر میں فرشتے سفید رنگ کے عمامے باندھے ہوئے تھے

(۱۸۱) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جنگ بدر میں فرشتے سفید رنگ کے عمامے باندھے ہوئے تھے اور یوم حنین میں فرشتے سرخ رنگ کے عمامے باندھے ہوئے تھے۔ مگر فرشتوں نے سوائے یوم بدر کے اور کسی دن قتال نہیں کیا۔ (ابن اسحاق)

حضور کے ہاتھ کی کھجور کی شاخ شمشیر براں بن گئی

(۱۸۲) یزید بن رومان سے روایت ہے کہ یوم بدر میں عکاشہ بن محصنؓ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ حضورؐ نے عکاشہ کو ایک کھجور کی شاخ عطا فرمائی۔ وہ شاخ ان کے ہاتھ میں پہنچتے ہی تلوار بن گئی اور انھوں نے کفار سے اس تلوار سے جنگ کی۔ (ابن سعد)

مقام بدر کا میدان جنگ ریتیلا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے بارش ہو کر زمین سخت ہوگئی

(۱۸۳) مقام بدر میں مجاہدین جس مقام پر فروکش تھے وہ جگہ اس قدر ریتیلی تھی کہ پاؤں نہ جمتا تھا۔ کفار قریش پانی پر قبضہ کر چکے تھے۔ پانی کی قلت تھی۔ مجاہدین کو پیاس لگی۔ وضو کے لئے پانی کی ضرورت تھی۔ بعض صحابہ کو غسل کی حاجت پیش آگئی۔ مجاہدین کو پریشانی لاحق ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کے لئے دعا فرمائی۔ خوب بارش ہوئی۔ ریت جم گئی اور زمین سخت ہو گئی۔ مجاہدین نے غسل و وضو کیا اور پینے کے لئے مشکیزوں میں پانی بھر لیا۔ (ت ح ا)

دشمن اسلام ابوجہل دو نوجوانوں کے ہاتھ سے موت کے گھاٹ اترا

(۱۸۴) حضرت عبدالرحمان بن عوف سے روایت ہے کہ میں نے بروز بدر اپنے دائیں بائیں دو نوجوانوں کو دیکھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ میرے دائیں بائیں کوئی آزمودہ کار نہیں۔ اتنے میں ان میں سے ایک جوان نے پوچھا۔ چچا تم ابوجہل کو جانتے ہو۔ میں نے کہا ہاں۔ ابوجہل سے تمہارا کیا کام ہے؟ اس نوجوان نے جواب دیا۔ میں نے سنا ہے کہ وہ پیغمبر کو برا بھلا کہتا ہے اگر وہ دشمن اسلام مجھے نظر آگیا تو میں اس کو اس وقت تک نہ چھوڑوں گا تاوقتیکہ میں یا وہ صفحہ ہستی سے ناپید نہ ہو جائے۔ اتنے میں ابوجہل سامنے سے گھوڑا دوڑاتا آیا۔ میں نے ان دو نوجوانوں سے کہا۔ لو دیکھو یہ ابوجہل ہے۔ یہ سنتے ہی وہ دو نوجوان تلواریں سونت کر باز کی طرح ابوجہل پر جھپٹے اور اس کو مار کر گرا دیا۔

اسیران بدر میں حضرت عباسؓ کا بے مائیگی کا (۱۸۵) عذر اور حضورؐ کا تردید کرنا

اسیرانِ بدر کے متعلق طے پایا کہ فدیہ لے کر ان کو رہا کر دیا جائے۔ حضرت عباسؓ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ جنگی قیدیوں میں شامل تھے۔ حضرتِ عباسؓ نے بے مائیگی کا عذر کیا اور کہا اے محمد! شرم کی بات ہے کہ تمہارا چچا قریش کے سامنے مال فدیہ کے لئے ہاتھ پھیلائے۔ حضورؐ نے فرمایا

کہ جنگ بدر میں آنے سے پہلے جو سونا تم اپنی بیوی ام الفضل کے پاس رکھ کر آئے تھے وہ کیا ہوا حضرت عباسؓ نے کہا۔ بیشک آپ نبی برحق ہیں اس چیز کا علم سوائے میرے اور کسی کو نہ تھا۔ حضرت عباسؓ اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

غزوۂ احد میں ابی بن خلف حضور کے ہاتھوں سے قتل ہوا

(۱۸۶) ابی بن خلف کفار قریش کا سردار تھا۔ اُس نے ایک گھوڑا پال رکھا تھا اُس نے حضورؐ سے کہا تھا کہ میں نے یہ گھوڑا تمھارے قتل کے لئے پالا ہے میں اس پر سوار ہو کر تمھیں قتل کروں گا۔ اُس پر حضورؐ نے فرمایا تو انشاءاللہ میرے ہی ہاتھ سے قتل ہوگا۔

غزوۂ اُحد میں ابی بن خلف گھوڑا دوڑاتا ہوا حضورؐ کی طرف آیا۔ صحابہؓ نے اس کو روکنا چاہا مگر حضورؐ نے فرمایا اُسے میرے قریب آنے دو۔ جب وہ حضورؐ کے قریب آیا تو حضورؐ نے ایک صحابی کے ہاتھ سے نیزہ لے کر اس کے گلے میں آہستہ سے مارا جس سے ایک معمولی سی خراش اس کے گلے پر آئی۔ وہ چیختا چلاتا اپنے لشکر کی طرف آیا۔ لوگوں نے کہا۔ تیرے کون سا زخم کاری لگا ہے جو اتنا چیختا چلاتا ہے۔ اُبی نے کہا۔ تمھیں نہیں معلوم یہ کس کے ہاتھ کا زخم ہے۔ اگر وہ مجھ پر تھوک دیتے تب بھی مر جاتا۔ بالآخر موضع سرف میں پہنچ کر داخل جہنم ہو گیا۔

چھوارے کے ایک خرمن سے ہی حضرت جابرؓ کے والد حضرت عبداللہ شہیدؓ کا سارا قرضہ ادا ہو گیا

(۱۸۷) حضرت جابرؓ کے والد غزوہ اُحد میں شہید ہو گئے تھے مگر وہ مقروض تھے کھجوروں کی پیداوار اتنی نہ تھی جن سے قرضہ ادا ہو جاتا۔ حضرت جابرؓ نے حضورؐ سے عرض کیا کہ آپ تشریف لے چلیں۔ شاید قرضدار آپ کے لحاظ سے وصول یابی قرضہ میں رعایت کر دیں۔ حضورؐ تشریف لے گئے۔ حضورؐ کو دیکھ کر قرضداروں نے ہاتھ پیر پھیلا دیئے۔ وہاں کھجوروں کے کئی ڈھیر تھے۔ قرضہ اتنا تھا کہ مجموعی طور پر ان ڈھیروں سے ادائیگی دشوار تھی۔ حضورؐ یہ حال ملاحظہ فرما کر بڑے ڈھیر کے پاس تشریف لائے اور اس کے گرد تین بار پھر کر بیٹھ گئے اور فرمایا۔ قرضداروں کو اس خرمن میں سے ناپ ناپ کر دینا شروع کر دو۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ اس ایک ہی خرمن سے سارا قرضہ ادا ہو گیا اور وہ خرمن جوں کا توں باقی رہا۔

حضرت عاصمؓ اور خبیبؓ کی مظلومانہ شہادت اور کفار کی بدعہدی

(۱۸۸) غزوہ اُحد سے واپس ہو کر جب مشرکین مکہ پہنچے تو سفیان بن خالد کچھ لوگ قبیلہ عضل اور قارہ کے ساتھ لے کر مشرکین کو مبارکباد دینے کے لئے مکہ میں آیا یہاں آکر اس نے سُنا کہ طلحہ بن طلحہ کی بیوی سلافہ بنت سلمہ نے جس

کے چار بیٹے اور شوہر غزوہ اُحد میں مارے گئے تھے. یہ بات مشہور کر رکھی ہے کہ جو شخص عاصم بن ثابتؓ کا سر کاٹ کر لائے گا. اس کو بہت اچھی قسم کے سو اونٹ دوں گی (عاصمؓ کے ہاتھ سے اُس کے دو بیٹے مارے گئے تھے) سلافہ نے عہد کیا تھا کہ میں عاصم کی کھوپڑی میں شراب پیوں گی. سُفیان بن خالد نے اپنے گھر واپس آکر عضل اور زفارہ کے سات آدمیوں کو اس بات پر رضامند کیا کہ وُہ مدینہ میں جا کر مسلمان ہو جائیں اور محمدؐ پر زور ڈالیں کہ وہ قرآن کی تعلیم کے بہانہ سے عاصم کو تمھارے ساتھ بھیج دیں. چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا بظاہر مسلمان ہو گئے. حضورؐ سے عرض کیا کہ ہمارے قبیلہ کو عاصم سے بہت زیادہ اُلفت اور انس ہے اُن کو ہمارے ساتھ بھیج دیں. ثابت بن افلح نے حضرت عاصم کے والد کے مکان پر قیام کیا اور اُن سے بہت محبت کا اظہار کیا. آخر الامر حضورؐ نے دس صحابہ کی ایک جماعت اُن لوگوں کے ساتھ کر دی اور اس جماعت کی قیادت حضرت عاصمؓ کے سپرد کی. یہ سب لوگ مدینہ سے روانہ ہو گئے. عسفان اور مکہ کے درمیان اُن لوگوں میں سے کسی نے سفیان بن خالد کو اطلاع کی وہ دو سو آدمی لے کر چڑھ آیا. ادھر دس صحابہ تھے. ادھر دو سو کفار تھے. حضرت عاصمؓ اپنے ساتھیوں کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے. جب دشمن تعاقب کرتا ہوا سر پر آ گیا تو انھوں نے کہا اب سب لوگ شہادت کے لئے تیار ہو جاؤ اور دشمنوں سے جنگ شروع کر دو. مشرکین نے کہا کہ ہم سے لڑائی کر کے اپنی جانیں خطرہ میں نہ ڈالو. ہم تمھیں امان دیں گے حضرت عاصمؓ نے جواب دیا. میں مشرک کی امان لینا نہیں چاہتا. میں نے

سُنا ہے کہ سلافہ نے قسم کھائی ہے کہ وہ میری کھوپڑی میں شراب بھر کر پیئے گی یا اللہ تو ہمارے حال کی اطلاع اپنے پیغمبرؐ کو پہنچا دے۔ یہ دُعا قبول ہو گئی حضرت عاصمؓ نے تیراندازی شروع کی تیر ختم ہو گئے تو نیزہ سنبھالا۔ نیزہ ٹوٹ گیا تو تلوار کے جوہر دکھانے لگے۔ آخر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے اور خدا سے دُعا کی یاالٰہی میں نے تیرے دین کی حمایت کے لئے جان دی ہے۔ میرا جسم کفار کے ہاتھ نہ لگے۔ شہادت کے بعد کفار نے چاہا کہ اُن کا سر قطع کر لیں مگر اللہ تعالےٰ نے اُن کے جسم کی حفاظت کے لئے شہد کی مکھیوں کا لشکر بھیج دیا۔ کسی کافر کی ہمت نہ ہوئی کہ اس کے قریب آسکے۔ رات کو بارش ہوئی حضرت عاصِم کا جسم پانی بہا کرلے گیا۔ کفار کو سخت مایوسی اور ناکامی ہوئی۔

سُفیان بن خالد نے سلافہ کے پاس آدمی بھیجا کہ ہم نے عاصم کو قتل کر دیا ہے ۱۰۰ اونٹ بھیجدے۔ سلافہ نے جواب دیا۔ اونٹ اس وقت ملتے جب عَاصِم کا سر یا عاصم کو زندہ گرفتار کر کے لاتے۔ جاؤ بھاگ جاؤ۔

اس لڑائی میں حضرت عاصم کے چھ ساتھی بھی شہید ہو گئے خبیب بن عدیؓ عبداللہ بن طارقؓ اور زید بن دثنہؓ یہ تین اصحاب کفار کی فہمائش پر پہاڑ سے نیچے اُتر آئے۔ کفار نے بدعہدی کر کے ان تینوں کے ہاتھ کمان کی تانت سے باندھ دیئے۔ عبداللہ بن طارقؓ نے کفار کی بدعہدی دیکھ کر تلوار نکالی۔ کفار حیران رہ گئے۔ مقابلہ نہ کر سکے آخر پتھر مار مار کر شہید کر دیا اور حضرت خبیبؓ اور زیدؓ کو کفار اسیر کر کے لے گئے۔

حضرت خبیبؓ کو حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے ۱۰۰ اونٹ

دے کر مول لے لیا تاکہ وہ غزوہ احد میں اپنے مقتول باپ کے عوض قتل کر ڈالیں زیدؓ کو صفوان بن امیہ نے پچاس اونٹوں کے عوض خرید لیا تاکہ وہ اپنے مقتول باپ عتبہ کے عوض قتل کر دیں۔ یہ دونوں اصحاب بحالت اسیری ماہ ذی الحجہ میں مکہ پہونچے۔ کفار نے اشہر حرم ختم ہو جانے تک ان کو قید رکھا۔

ایک روز حضرت خبیبؓ نے غیر ضروری بال صاف کرنے کے لئے حارث کے بیٹے سے استرہ مانگا۔ حضرت خبیبؓ کے ہاتھ میں استرہ تھا کہ حارث کا شیر خوار بچہ ان کے پاس آ گیا۔ حضرت خبیبؓ نے اس کو پیار کر کے گود میں بٹھا لیا۔ اس بچہ کی ماں اپنے لال کو حضرت خبیبؓ کی گود میں بیٹھے دیکھ کر سہم گئی حضرت خبیبؓ تاڑ گئے۔ فرمایا غم نہ کرو۔ میں اس بچہ کو قتل نہ کروں گا۔ حضرت خبیبؓ نے اس بچہ کو اس کی ماں کے حوالے کر دیا وہ کہنے لگی۔ خدا کی قسم میں نے خبیبؓ سے زیادہ اچھا کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ حارث کی بیوی کا بیان ہے کہ میں نے خبیبؓ کو قید کی حالت میں انگور کھاتے دیکھا جب کہ ان دنوں مکہ میں انگور کا وجود نہ تھا۔ حضرت خبیبؓ زنجیروں میں جکڑ بند تھے۔ حق سبحانہ تعالیٰ ان کو غیب سے رزق عطا فرماتا تھا۔

اشہر حرم گذر جانے کے بعد حضرت خبیبؓ کو موضع تنعیم میں لے جا کر سولی پر لٹکا دیا۔ سولی پر چڑھنے سے پہلے حضرت خبیبؓ نے کفار سے کہا۔ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دو۔ حضرت خبیبؓ نے دو رکعت نماز پڑھی اور یہ اشعار زبان پر لائے۔

ترجمہ۔ جب میں حالت اسلام میں مارا جا رہا ہوں مجھے کوئی پروا نہیں میری

موت کس کروٹ آئے گی۔ یہ میرا قتل خدا کے لئے ہے اگر خدا چاہے تو ٹکڑے ٹکڑے اعضا میں برکت عطا کر سکتا ہے۔

کفار نے حضرت خبیبؓ کو سولی پر چڑھا کر ان کا منہ قبلہ کی طرف سے پھیر دیا۔ حضرت خبیبؓ نے کہا کوئی مضائقہ نہیں۔ فاینما تولوا فثمہ وجہ اللّٰہ اس کے بعد کفار نے آپ سے کہا کہ اگر تم اسلام چھوڑ دو تو تمہاری جان بخشی کردیں۔ حضرت خبیبؓ نے جواب دیا۔ اگر تم روئے زمین بھی مجھے دیدو تب بھی اسلام سے پھرنے والا نہیں۔ اسلام کے لئے ایک جان کیا۔ سو جانیں قربان ہیں۔ کفار نے کہا اچھا بتاؤ۔ اگر ہم تمہارے بدلے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سولی دے دیں اور تم اپنے گھر صحیح وسالم چلے جاؤ تو کیسا ہے۔ حضرت خبیبؓ نے فرمایا۔ میں اس کے لئے بھی تیار نہیں کہ حضورؐ کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھے۔ اس کے بعد کفار مقتولین بدر کے چالیس ورثاء نے چاروں طرف سے نیزہ بازی شروع کردی اس وقت حضرت خبیبؓ کا منہ خود بخود قبلہ کی طرف ہو گیا۔ حضرت خبیبؓ نے کہا خدا کا شکر ہے جس نے میرا منہ اس قبلہ کی طرف کر دیا جو اس نے اپنے رسول اور مسلمانوں کے واسطے پسند کیا ہے یاالٰہی یہاں سب میرے دشمن ہیں۔ میرا اسلام اپنے حبیبؐ کے پاس پہنچا دے۔

اُدھر یہ واقعہ رونما ہو رہا تھا۔ ادھر حضورؐ صحابہ کرام کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے۔ وحی نازل ہوئی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ خبیبؓ کو کفار نے سولی دے دی اور ان کی نعش سولی پر لٹکی ہوئی ہے۔

حضور سرور عالم نے فرمایا "ہے کوئی جو خبیبؓ کی نعش کو سولی سے

اتار کر لائے؛ حضرت زبیرؓ و مقدادؓ کھڑے ہو گئے۔ یہ دونوں صحابی چل دیئے دن کو اِدھر اُدھر چھپ جاتے تھے۔ رات کو چلتے تھے۔ حضرت خبیبؓ کی لاش کے پاس پہنچ گئے دیکھا نعش کی حفاظت کے لئے چالیس آدمی چاروں طرف سوئے ہوئے ہیں اُن دونوں صحابیوں نے حضرت خبیبؓ کی نعش کو آہستہ سے اُتارا اور گھوڑے پر رکھ کر روانہ ہو گئے۔ اس روز حضرت خبیبؓ کی شہادت کو چالیس روز ہو گئے تھے۔ ان کا بدن بالکل تر و تازہ تھا۔ زخموں سے خون ٹپک رہا تھا۔ مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔

اگلے دن صبح کو جب محافظین نے حضرت خبیبؓ کی نعش غائب دیکھی تو گھوڑوں کے نشان قدم پر اونٹ دوڑا دیئے۔ حضرت زبیرؓ نے جب اُن متعاقبین کو بالکل قریب ہی آتے دیکھا تو اُنھوں نے حضرت خبیبؓ کی نعش زمین پر رکھ دی۔ زمین اسی وقت اُن کی نعش کو نگل گئی اور تلوار سونت کر کفار سے کہا تم مجھے جانتے ہو میں کون ہوں۔ میں زبیر بن عوام ہوں اور میری ماں صفیہ بنت عبدالمطلب ہے اور یہ میرے ساتھی مقداد بن الاسود ہیں۔ اگر لڑنے کی ہمت ہو تو سامنے آجاؤ۔ ورنہ واپس چلے جاؤ۔ کفار متعاقبین واپس چلے گئے۔ اس کے بعد حضرت زبیرؓ نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر حال عرض کیا۔ اسی مجلس میں حضرت جبرئیلؑ نے آکر بیان کیا۔ یا رسول اللہ آپ کے اُن دونوں یاروں کی فرشتوں میں تعریف ہو رہی ہے۔ (ت ح ا)

سُفیان بن خالد کے قاتل کی غیبی حفاظت

(١٨٩) حضورؐ کو حضرت عاصمؓ اور ان کے ساتھیوں کے قتل کا بڑا رنج ہوا حضورؐ نے عبداللہ بن انیس انصاریؓ کو سُفیان بن خالد ملعون کے قتل پر مامور کیا۔ عبداللہؓ سفیان کو پہچانتے نہ تھے۔ حضورؐ نے عبداللہ کو اس ملعون کا حلیہ بتایا حضرت عبداللہ نے کہا آپ مجھے اجازت عطا فرمائیں۔ میں جس طرح چاہوں اس سے بات چیت کروں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ تمھیں اختیار ہے عبداللہ بن انیسؓ تلوار لے کر روانہ ہو گئے۔ قطع منازل کرتے بطن عرنہ پہنچے وہاں سُفیان نظر آیا اور اس کو اچھی طرح شناخت کر کے اس کے پاس گئے سفیان نے پوچھا۔ تم کون ہو؟ حضرت عبداللہ نے جواب دیا کہ میں قوم خزاع میں سے ہوں۔ مجھے معلوم ہوا تھا کہ آپ محمدؐ کے لشکر سے جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔ میں آپ کی فوج میں بھرتی ہونے آیا ہوں اور بھی کچھ میٹھی میٹھی باتیں کیں۔ سُفیان ان باتوں کو سُنکر خوش ہُوا۔ کچھ دیر بعد سُفیان اپنے خیمہ میں چلا گیا۔ حضرت عبداللہ بھی موقع دیکھ کر اُس کے خیمے میں گھس گئے اور اس کا سر کاٹ کر مدینہ روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ایک غار پڑا چھپ رہے سُفیان کی قوم قاتل کی تلاش میں نکلی۔ بہتیرا تلاش کیا قاتل کا پتہ نہ چل سکا۔ غار کے مُنہ پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکڑی نے جالا تن دیا۔ وہاں سے موقع پا کر حضرت عبداللہ قطع منازل کر کے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اس ملعون کا سر آپ کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضورؐ اور

صحابہ کرام اس ملعون کے قتل سے بہت خوش ہوئے۔ حضورؐ نے عبداللہ کو ایک عصا دیا اور فرمایا کہ یہ عصا بہشت میں ہاتھ میں رکھیو۔ (یہ بشارت اُن کے جنتی ہونے کی تھی) یہ عصا ہر وقت حضرت عبداللہ کے پاس رہتا تھا۔ مرتے وقت وصیت کر گئے تھے کہ اس عصا کو بھی میرے ساتھ کفن میں رکھ دیا جائے۔

ایک صاع آٹے کی روٹیوں سے ایک ہزار آدمی سیر ہو گئے

(۱۹۰) غزوہ احزاب میں حضورؐ صحابہ کرام کے ہمراہ خندق کھودنے میں مصروف تھے۔ حضورؐ کا یہ حال تھا کہ بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے تھے حضرت جابرؓ نے یہ حال دیکھ کر اپنی بیوی سے کہا کہ حضور بھوکے ہیں۔ اُن کے لئے کھانا تیار کیا جائے۔ حضرت جابرؓ کی بیوی کے پاس پونے چار سیر جَو کا آٹا تھا۔ گوندھ کر رکھا اور ایک بکری کا بچہ ذبح کیا۔ جب کھانا تیار ہو گیا۔ حضرت جابرؓ نے چپکے سے حضورؐ کے کان میں کہا کہ میں نے تھوڑا سا کھانا پکوایا ہے آپ تشریف لے چلیں۔ حضورؐ نے یہ سُنتے ہی بہ آواز بلند اعلان فرمایا اے خندق والو! تمھارے لئے جابرؓ نے کھانا پکوایا ہے۔ کھانا کھانے چلو۔ حضورؐ نے جابرؓ سے فرمایا۔ تم جاؤ۔ جب تک میں نہ آؤں اس وقت تک دیگچہ کو چولھے سے نہ اتارنا۔ اور ہمارے آنے تک روٹی نہ پکائی جائے۔ حضرت جابرؓ نے اپنی بیوی سے کہا کہ کھانا تو تھوڑا سا ہے۔ حضورؐ تمام مجاہدین کو لے کر آرہے ہیں۔ بیوی نے جواب دیا۔ خیر حضورؐ بہتر سمجھتے ہیں۔ حضرت جابرؓ نے کہا کہ حضورؐ کی تشریف آوری تک دیگچہ چولھے سے نہ اتارنا۔

نہ روٹی پکائیو۔ حضورؐ تشریف لے آئے اور چولھے کے پاس جاکر آٹے اور دیگچہ میں لعاب دہن مبارک ڈال کر دعا فرمائی۔ اس کے بعد حضورؐ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا۔ ایک روٹی پکانے والی اور بلا لاؤ اور دیگچہ کو چولھے پر رہنے دو۔ اور اسی میں سے سالن نکال نکال کر دیتے رہو۔ روٹی پکنی شروع ہو گئی۔ حضورؐ نے کھانا کھلانا شروع کر دیا۔ ایک ہزار مجاہدین نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا۔ دیگچہ میں سالن بھی اتنے کا اتنا رہا اور آٹا بھی۔ اور ان میں ذرّہ برابر کمی نہ ہوئی۔

ملک شام فارس اور یمن فتح کرنے کی پیشن گوئی

(۱۹۱) اسی غزوہ میں حضورؐ خندق کھود رہے تھے۔ ایک ایسی چٹان آگئی جو صحابہ کرام سے نہ ٹوٹ سکی۔ حضور کدال لے کر کھڑے ہو گئے۔ پتھر پر ماری ایک تہائی ٹوٹ گئی اور اس میں ایک چمک بجلی کی سی پیدا ہوئی جس سے آپ کو ملک شام کی عمارتیں نظر آئیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ملک شام دیا۔ اس کے بعد آپ نے دوسری بار کدال ماری بجلی سی چمکی اور اس میں فارس کی عمارتیں نظر آئیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اللہ اکبر۔ خدا تعالیٰ نے مجھے ملک فارس عطا کیا۔ اس کے بعد تیسری مرتبہ کدال پتھر پر ماری بجلی چمکی اور اس میں ملک یمن کی عمارتیں نظر آئیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اللہ اکبر خدا تعالیٰ نے مجھے ملک یمن عطا فرمایا اور تیسری ضرب کے بعد وہ پتھر پاش پاش ہو گیا۔

(فائدہ) ملک یمن تو حضورؐ کی حیات میں ہی قبضہ میں آگیا تھا مگر مرتدین کے ارتداد اور اسود عنسی کے دعوئے نبوت کی وجہ سے مکمّل قبضہ نہ ہوسکا تھا حضرت ابُوبکر صدّیق رضؓ کے عہدِ خلافت میں اس پر پُورا پورا قبضہ ہوگیا۔ حضرت عمر فاروق رضؓ کے عہد میں ملک شام اور فارس پر قبضہ ہوگیا۔

حضورؐ کی دُعا کی برکت سے حذیفہ بن الیمان رضؓ سردی کی شدّت سے محفوظ رہے (۱۹۲)

غزوہ احزابُ میں دس ہزار لشکر کفار نے مسلمانوں پر ہجوم کیا تھا۔ حضرت سلمان فارسی رضؓ کے مشورہ سے حضورؐ نے مدینہ کے گرد خندق کھدوائی کفار نے مدینہ میں داخل ہونا چاہا مگر خندق عبُور نہ کرسکے۔ محاصرہ طول پکڑ گیا۔ سردی کے دن آگئے۔ سردی شدت کی پڑنے لگی۔ خدا تعالیٰ کے حکم سے اتنی تیز و تند آندھی چلی کہ کفار کے خیموں کی رسّیاں ٹوٹ گئیں۔ کفار کے گھوڑے کھونٹے توڑ کر اِدھر اُدھر بھاگے بھاگے پھرنے لگے۔ رات بھر یہی عالم رہا۔ حضورؐ نے اصحابؓ سے فرمایا۔ کوئی آدمی کفار کی خبر لے کر آئے۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضؓ کو اس کام پر مامور کیا گیا۔ سردی شدّت کی پڑ رہی تھی حضورؐ نے اُن کے لئے دُعا فرمائی۔ حضرت حذیفہ رضؓ کا بیان ہے کہ حضورؐ کی دُعا کی برکت سے مجھے سردی کا مطلق احساس نہ ہوا۔ حضورؐ نے حضرت حذیفہ رضؓ کو ہدایت فرمائی کہ تم جا کر چپکے سے دیکھ آؤ۔ دشمنوں کا کیا حال ہے۔

کسی پر ہاتھ نہ ڈالنا. حضرت حذیفہ کفار کے لشکر میں پہنچ گئے. ابوسفیان کے خیمہ کے پاس پہنچے. وہ اپنے خیمہ کے باہر آگ سے تاپ رہا تھا. اُن کا ارادہ تھا کہ ابوسفیان کے تیر ماردوں مگر چونکہ حضورؐ نے منع فرما دیا تھا اس لئے تکمیل ارادہ سے باز رہے. ابوسفیان اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا کہ ہم اس میدان میں پڑے پڑے تنگ آگئے ہیں. شدت کی سردی ہے اور یہ بلائے آسمانی الگ. اب یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں. اسی وقت ابوسفیان نے لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا اور راتوں رات کفار کا لشکر میدان چھوڑ کر بھاگ گیا.

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ نے حضور اقدس میں حاضر ہو کر حالات سے مطلع کیا. حضورؐ نے ارشاد فرمایا. (اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے. وہ ہم پر چڑھائی نہ کرسکیں گے) حضورؐ کی پیشین گوئی حرف بحرف صادق آئی غزوہ خندق کے بعد پھر کافروں کی ہمت نہ ہوسکی کہ مسلمانوں پر لشکر کشی کرسکیں. غزوہ احزاب کے بعد حضورؐ نے مکہ فتح کرلیا اور تمام عرب پر اسلامی اقتدار قائم ہوگیا.

اس جنگ میں بھی حق تبارک وتعالیٰ نے اپنی غیبی فوج سے مسلمانوں کی مدد کی تھی. سورہ احزاب میں فرمایا گیا ہے. اے ایمان والو یاد رکھو اللہ نے احسان کیا تم پر جب تم پر فوجیں چڑھ کر آئی تھیں. ہم نے ان پر ہوا بھیج دی اور ایسی فوجیں بھیج دیں جو تم کو نظر نہ آتی تھیں.

کعبُ بن اشرف یہوُدی کے زخمی قاتل کا زخم

(۱۹۳) حضوُرؐ کا ہاتھ لگتے ہی اچھا ہوُ گیا

کعبُ بن اشرف ایک بہت بڑا یہوُدی مالدار تھا اور حضور صلے اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کا جانی دشمن تھا۔ حضورؐ نے اس کافر کو جہنم رسید کرنے کے لئے محمد بن مسلمہ انصاری کو متعین کیا۔ محمد بن مسلمہ کے اس یہوُدی سے دیرینہ مراسم تھے محمد بن مسلمہ اس یہوُدی کے پاس گئے۔ کعبُ نے پوُچھا کہو کیسے آنا ہوا ؟۔

محمد بن مسلمہ :- کچھ روپیہ قرض لینے کی ضرورت درپیش ہے۔ جب سے یہ محمدؐ آیا ہے تب سے ہم لوگوں پر بڑی زیر باری ہے۔ ہمارے اوپر روزانہ نئے نئے خرچ پڑتے رہتے ہیں۔

کعبُ بن اشرف :- تم محمدؐ کو اپنے ہاں سے نکال کیوں نہیں دیتے۔ وُہ اگر کچھ عرصہ اور رہا تو تمھیں بڑی پشیمانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

محمد بن مسلمہ :- بات تو ٹھیک ہے مگر عہد کی وجہ سے مجبور ہیں ابھی چند روز اور دیکھ رہے ہیں۔

محمد بن مسلمہ نے چونکہ کعبُ بن اشرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکایت کی وہ اس بات سے خوش ہو کر روپیہ قرض دینے پر آمادہ ہوُ گیا۔ کعبُ بن اشرف نے کہا اچھا کوئی چیز رہن رکھنے کے لئے لے آؤ۔ محمد بن مسلمہ

نے کہا اچھا۔ میرے پاس کچھ ہتھیار ہیں وہ تمہارے پاس رکھ دوں گا۔ اچھا اب میں جا رہا ہوں شام کو آؤں گا۔

محمد بن مسلمہ شام کو کعب کے رضاعی بھائی ابُو نائلہ کو ساتھ لے کر آئے ابو نائلہ کے ساتھ تین آدمی اور تھے ابُو عبس بن جبر۔ حارثؓ بن اوس۔ عبادؓ بن بشر۔ یہ پانچوں آدمی دن چھپے کعبؔ کے مکان پر گئے۔ کعب اس وقت زنانہ مکان میں تھا۔ کعب کو آواز دی۔ کعب باہر آنے لگا تو اس کی بیوی نے اُسے پکڑ کر کہا کہ باہر نہ جاؤ۔ مجھے اس آواز سے خون کی بُو آ رہی ہے۔ کعب نے کہا کوئی بات اندیشہ کی نہیں میرا دوست محمد بن مسلمہ اور میرا رضاعی بھائی ابونائلہ ہے۔ کعب باہر آ گیا۔

محمد بن مسلمہ نے اپنے ساتھیوں سے کہہ دیا تھا کہ میں جب کعبؔ کے سر کے بال پکڑ لوں تم اس کی گردن مار دینا۔ القصہ کعب باہر آیا بیٹھ گیا۔ کعبؔ عمدہ کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ بالوں اور کپڑوں پر خوشبو لگا رکھی تھی۔ محمد بن مسلمہ نے کہا یار آج تو خوب بناؤ سنگھار کر رکھا ہے۔ خوشبو کی لپٹیں آ رہی ہیں۔ کعب نے کہا کہ میری بیوی نہایت پاکیزہ اور حسین ہے وہ مجھے بھی معطر رکھتی ہے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا یار تمہارے بالوں میں بہت اچھی خوشبو آ رہی ہے اجازت ہو تو تمہاری لٹیں پکڑ کر سونگھوں۔ محمد بن مسلمہ کعبؔ کے سر کی لٹیں پکڑ کر سونگھنے لگے اپنے ساتھیوں کو بھی سونگھائیں اس کے بعد اس کے سر کے بال مضبوطی سے پکڑ کر اشارہ کیا تو اُس کے ساتھیوں نے کعب کا سر کاٹ دیا اور حضور اقدس میں حاضر ہو کر قدموں میں ڈال

دیا۔ مدارج النبوت میں ہے کہ کعب کا سر قلم ہوتے وقت حارث بن ارس اپنے ساتھی کی تلوار سے زخمی ہو گئے تھے۔ خون جاری تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زخم پر اپنا دست مبارک پھیرا اسی وقت خون بند ہو کر زخم اچھا ہو گیا۔

دستِ مبارک لگتے ہی پنڈلی کی ٹوٹی ہڈی سالم ہو گئی

(۱۹۴) کعب بن اشرف یہودی کی طرح ابورافع یہودی بھی ایک بڑا مالدار تاجر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن تھا۔ حضورؐ کے خلاف جنگ کرنے پر لوگوں کو ترغیب دیتا تھا۔ روپیہ پیسہ سے مدد دیا کرتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن علیکؓ کو چند انصاری صحابہ کی معیت میں ابورافع کے قتل کے لئے بھیجا غروبِ آفتاب کے بعد یہ لوگ ابورافع کے قلعہ کے پاس گئے۔ عبداللہ بن عتیکؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم یہیں ٹھہرو میں اکیلا جاتا ہوں اگر موقع لگ گیا تو ابورافع کا کام تمام کر کے آؤں گا۔ عبداللہ بن عتیکؓ قلعہ کے دروازے پر پہنچے تو کچھ لوگ مشعل جلائے ہوئے ایک گمشدہ گدھے کو تلاش کرتے ہوئے نظر آئے۔ عبداللہ بن عتیکؓ بھی اُن تلاش کرنے والوں میں شامل ہو گئے۔ پھر جب یہ لوگ دروازے میں داخل ہونے لگے تو عبداللہ بن تیکؓ دروازے سے باہر اس طرح بیٹھ گئے جیسے پیشاب کرنے کے لئے بیٹھا کرتے ہیں دربان نے سمجھا شاید قلعہ کا کوئی آدمی باہر رہ گیا ہے اُس نے آواز دے کر کہا اے خدا کے بندے جلدی آجائیں دروازہ بند کرتا ہوں عبداللہ بن

عتیکؓ اندر داخل ہو گئے۔ عبداللہ بن عتیکؓ کا بیان ہے کہ میں اصطبل میں ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گیا اور اس دربان نے دروازہ کی چابیاں جس جگہ رکھی تھی اس کو نظر میں رکھا۔ نصف شب کے قریب جب دربان اور سب لوگ سو گئے تو میں نے سب سے پہلے دروازہ کی چابیاں قبضہ میں کیں اور ابورافع کے بالاخانہ کی طرف روانہ ہوا۔ بالاخانہ میں ایک قصہ خواں ابورافع کو قصہ سنا رہا تھا۔ میں ایک گوشہ میں چھپ گیا کچھ دیر بعد جب خاموشی ہوئی تو میں داخل ہوا جس کمرہ میں جاتا تھا اندر سے زنجیر لگا دیتا تھا تاکہ باہر سے کوئی آدمی نہ آسکے۔ ابورافع اپنے بال بچوں کے پاس سو رہا تھا مجھے اندھیرے میں پتہ نہ چل سکا کہ کس جگہ سو رہا ہے۔ میں نے اسے آواز دی۔ اس نے جواب دیا کون ہے۔ اسی آواز پر میں نے تلوار سے حملہ کیا۔ مگر ناکام رہا۔ ابورافع نے چیخ ماری میں اسی وقت کمرہ سے باہر نکل گیا اور ذرا توقف کے بعد آواز بدل کر میں نے دریافت کیا۔ ابورافع کیا بات ہے کیوں چیخ ماری تھی؟ ابورافع نے کہا خدا تعالیٰ تمہارا ناس کرے۔ ابھی کسی شخص نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ ابورافع لیٹا ہوا تھا میں نے اپنی تلوار اس زور سے اس کی پیٹ میں گھسائی کہ آر پار ہو گئی اور فوراً ہی دروازے کھول کر بالاخانہ سے نیچے اترنے لگا۔ چاندنی رات تھی زینہ سے اترتے ہوئے زمین کے دھوکے سے جونہی پاؤں آگے بڑھایا گر پڑا پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ عمامہ پھاڑ کر پٹی باندھی اور لنگڑاتا لنگڑاتا دروازہ کھول کر باہر آگیا اور صبح تک دروازے کے متصل اس خیال سے بیٹھا رہا کہ ابورافع کے مرنے کی خبر سن کر آگے جاؤں گا۔ صبح ہوئی کسی نوحہ خواں

عورت نے پکار کر کہا کہ ابو رافع تاجر اہل حجاز مر گیا۔

یہ خبر سن کر میں نے اپنے ساتھیوں کو خبر دی کہ میں نے ابو رافع کا کام تمام کر دیا۔ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ لنگڑاتا لنگڑاتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچا۔ حال عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ ٹوٹی ہوئی پنڈلی پر دست شفا پھیرا اُسی وقت ہڈی جڑ کر پاؤں اچھا ہو گیا۔

حضورؐ کی انگلیوں سے پانی کے فوارے جاری ہو گئے

(۱۹۵) ۶ھ میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بقصد عمرہ مقام حدیبیہ پر پہنچے تو پانی ختم ہو گیا۔ صرف ایک برتن میں تھوڑا سا پانی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا برتن طلب فرما کر اپنا ہاتھ مبارک اس میں ڈال دیا۔ انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے تمام صحابہ کرام نے پانی پیا۔ وضو کیا اور پینے کے لئے برتن بھر کر رکھ لئے۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ پندرہ سو آدمی تھے۔

حدیبیہ کا خشک کنواں پانی سے لبریز ہو گیا

(۱۹۶) حدیبیہ میں ایک چھوٹا سا کنواں تھا۔ کنوئیں کا پانی خشک ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کنوئیں کے کنارے ایک برتن میں پانی منگوا کر وضو کیا اور کلی اس پانی میں ڈال دعا فرمائی اور وہ پانی کنوئیں میں ڈال دیا تھوڑی

دیر بعد اس کنوئیں کے سوت جاری ہو گئے اور کنوئیں میں اتنا پانی ہو گیا کہ جب تک اسلامی لشکر اس جگہ مقیم رہا اس پانی میں کمی نہ آئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اُمی ہونے کے صلح حدیبیہ کے موقع پر اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا

(۱۹۷) صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار قریش اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو معاہدہ صلح ہوا تھا اس کی کتابت کا حکم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کو دیا۔ ارشاد فرمایا لکھو۔ بسم اللہ الرحمان الرحیم۔ سہیل (سفیر قریش) نے کہا ہم رحمن کو نہیں جانتے باسمک اللھم لکھو۔ صحابہ کرام نے کہا ہم تو بسم اللہ الرحمان الرحیم ہی لکھیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باسمک اللھم ہی لکھ دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے آگے لکھو ھذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ والقریش سہیل نے کہا کہ ہمارا تمہارا جھگڑا اسی بات کا تو ہے اگر ہم تمھیں خدا کا رسول مانتے تو خانہ کعبہ میں داخل ہونے سے نہ روکتے رسول اللہ مت لکھو بلکہ محمد بن عبد اللہ لکھو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ لفظ رسول اللہ محو کر کے محمد بن عبد اللہ لکھ دو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا میں اپنے ہاتھ سے لفظ محمد رسول اللہ محو نہ کروں گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اُمی ہونے کے لفظ رسول اللہ اپنے ہاتھ

سے محو فرما کر محمد بن عبد اللہ لکھ دیا۔

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہ نے قلعہ خیبر کا دروازہ اکھاڑ کر بطور اسپر استعمال کیا (۱۹۸)

خیبر میں سات قلعے تھے جس وقت مسلمانوں نے چڑھائی کی سب قلعے بتدریج فتح ہو گئے البتہ قلعہ قموص اور خیبر پر سخت لڑائی ہوئی۔ قلعہ قموص کا صحابہ کرام نے محاصرہ کر رکھا تھا۔ لڑائی ہو رہی تھی مگر فتح نہ ہو سکا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل ایسے شخص کے ہاتھ میں علم دوں گا جو خدا کو دوست رکھتا ہے اور خدا اس کو دوست رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ سے فتح عطا فرمائے گا۔ صبح ہوئی ہر شخص منتظر تھا کہ یہ سعادت کس کے نصیب میں آتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیؓ کو بلا کر لاؤ۔ ان دنوں حضرت مولا علی کرم اللہ وجہ کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ حضرت علیؓ حاضر ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن مبارک آنکھوں میں لگا دیا ان کی آنکھیں اسی وقت اچھی ہو گئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مولا علی کو علم عطا کر کے حملہ کا حکم دیا۔ حملہ کیا۔ سخت لڑائی ہوئی۔ سات رؤسائے یہود مولا علی کے ہاتھ سے قتل ہوئے قلعہ فتح ہو گیا۔

تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ لڑائی کی حالت میں حضرت مولا علیؓ کے ہاتھ سے سپر گر پڑی۔ مولائے کائنات نے قلعہ کا دروازہ اکھاڑ

کر بطور اسپر استعمال کیا دن بھر ہاتھ میں لئے رہے۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد اس کو آپ نے پس پشت پھینکا تو ۸۰ بالشت کے فاصلہ پر جا گرا یہ دروازہ اتنا وزنی تھا کہ اس کو چالیس آدمی نہ اُٹھا سکتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا سے سلطنت کسریٰ پاش پاش ہو گئی

(۱۹۹) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ شاہ فارس کے نام نامۂ نبوت تحریر فرمایا جس کا عنوان تھا من محمد رسول اللہ الی کسریٰ عظیم فارس یہ خط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر نے کسریٰ کے سامنے پیش کیا تو اس نے نامۂ مبارک پڑھ کر یہ کہتے ہوئے چاک کر دیا کہ میرے نام سے پہلے اپنا نام کیوں لکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ کے لئے بد دعا کی (اے اللہ اسے بالکل ہی پاش پاش کر دے) عہد نبوت میں فارس سے زیادہ کوئی عظیم سلطنت روئے زمین پر موجود نہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا سے پاش پاش ہو گئی اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس کا نام و نشان مٹ گیا۔

مدینہ میں بیٹھے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سو کوس سے زیادہ کا حال مشاہدہ کیا

(۲۰۰) غزوہ موتہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار کا اسلامی لشکر حضرت زید بن حارثہ کی سرکردگی میں روانہ کیا۔ حضور نے فرمایا کہ اگر زید

شہید ہو جائیں تو ان کی جگہ عبداللہ بن رواحہ کو امیر مقرر کر دیں اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمانوں کو اختیار ہے جس کو چاہیں اپنا امیر بنا لیں الغرض جب اسلامی لشکر مورچہ پر پہنچا تو مقابلے میں ایک لاکھ فوج دیکھی۔ مقابلہ سخت تھا۔ اوّلاً یہ رائے طے پائی کہ لڑائی میں توقف کریں اور حضورؐ سے امدادی فوج طلب کریں لیکن بعد میں یہ مشورہ قرار پایا کہ لڑائی سے گریز نہ کرنا چاہیے اگر مارے گئے تو شہادت ملے گی فتح یاب ہو گئے تو سبحان اللہ۔ جنگ شروع ہو گئی۔ حضرت زید بن حارثہؓ علم لے کر آگے بڑھے۔ داد شجاعت دے کر شہید ہو گئے۔ ان کے بعد حضرت جعفرؓ نے علم اٹھایا داہنے ہاتھ میں علم تھا وہ کٹ گیا۔ بائیں ہاتھ میں پکڑا۔ وہ بھی کٹ گیا۔ تب کندھوں اور بازوؤں کے زور سے علم تھاما بالآخر وہ بھی شہید ہو گئے۔ حضرت جعفرؓ کے بعد عبداللہ بن رواحہ نے علم اسلام اٹھایا وہ بھی شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولید کو امیر بنایا۔ حضرت خالد بن ولید کی جنگی مہارت اور حسن تدبیر سے فتح حاصل ہو گئی۔

ادھر معرکہ کارزار گرم تھا۔ علم برداران اسلام جام شہادت نوش کر رہے تھے۔ ادھر حضور صحابہ کرام سے بیان فرما رہے تھے کہ زید نے علم اٹھایا شہید ہو گئے۔ اب جعفر نے علم اٹھایا وہ بھی شہید ہو گئے۔ اب عبداللہ بن رواحہ نے علم لیا وہ بھی شہید ہو گئے۔ اب ایک خدا کی تلوار نے علم اٹھایا۔ فتح ہوئی۔ حضورؐ یہ فرماتے جاتے تھے آنکھوں سے آنسو جاری تھے اللہ تعالیٰ نے درمیان سے حجاب اٹھا دیا تھا۔ مدینہ سے سَو کوس سے زیادہ فاصلہ پر میدان

جنگ کا حال ملاحظہ فرما رہے تھے۔ (نوٹ) اسی لڑائی میں حضرت خالد بن ولیدؓ کو بارگاہ نبوت سے سیف اللہ کا خطاب ملا تھا۔

(۲۰۱) حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا خفیہ خط اور حضورؐ کا سواروں کو گرفتاری کے لئے دوڑانا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ پر فوج کشی کی تیاری میں مشغول تھے خبروں پر پابندی لگا رکھی تھی کہ کفار کو ہماری جنگی تیاریوں کا علم نہ ہو۔ حضرت حاطب بن بلتعہؓ نے ایک خفیہ خط قریش مکہ کے نام تحریر کیا۔ آپ کے عزم اور تیاریوں کا حال لکھا اور ایک عورت کو دے کر خفیہ طور پر روانہ کر دیا۔ حق تبارکؐ وتعالیٰ نے حضورؐ کو اس خط کے حال سے مطلع کیا اور حضرت علیؓ۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ کو اس عورت کے تعاقب میں روانہ فرمایا۔ یہ تینوں حضرات گھوڑے پر سوار ہو کر چل دیئے۔ روضہ خاخ پر ایک عورت ملی۔ تلاشی لی گئی مگر خط برآمد نہ ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے تلوار نکال کر اس عورت کو دھمکاتے ہوئے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں غلط خبر نہیں دی۔ تیری خیر اسی میں ہے کہ وہ خط ہمارے حوالے کر دے ورنہ کپڑے اتار کر تجھے ننگا کر دوں گا۔ اس عورت نے اپنے بالوں کے جوڑے میں سے ایک خط نکال کر دیا حضرت علیؓ وہ خط لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضرت حاطب کو بلا کر پوچھا گیا یہ حرکت کیوں کی؟ انھوں نے کہا کہ میں نے ان کو یہ خط

مرتد و بے دین ہو کر نہیں لکھا۔ بات یہ ہے کہ مہاجرین کے سب عزیز و اقارب قریب قریب مکہ میں ہیں۔ میں نے ان کو یہ خط اس خیال سے لکھا تھا کہ وہ اس احسان کے بدلہ میں مہاجرین کے عزیز و اقارب کی حفاظت کریں گے۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو فتح عطا فرمائے گا اور میری اس تحریر سے آپ کو کوئی ضرر نہ پہنچ سکے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچ کہتا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا اگر اجازت ہو تو اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ اے عمر یہ اصحاب بدر سے ہے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ اصحاب بدر پر اللہ تعالیٰ کی توجہ خاص ہے اور اُن کے بارے میں فرمایا ہے۔ (جو چاہے کرو میں نے تمہیں بخش دیا) یہ بات سُن کر حضرت عمر فاروقؓ پر رقت طاری ہو گئی رونے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب بن ابی بلتعہؓ کو رخصت کر دیا۔

عکرمہ بن ابو جہل کے متعلق پیشین گوئی

(۲۰۲) فتح مکہ کے موقع پر حضرت بن ولیدؓ کے فوجی دستہ کی عکرمہ بن ابو جہل اور صفوان بن اُمیہ کے دستہ کی ساتھ جھڑپ ہو گئی سخت لڑائی ہوئی حضرت خالد بن ولیدؓ نے کافروں کو مارتے مارتے مسجد حرام کے دروازے تک پہنچا دیا۔ چوبیس کافر مارے گئے اور دو مسلمان شہید ہوئے۔ ایک مسلمان عکرمہ کے ہاتھ سے شہید ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو متبسمانہ انداز میں فرمایا کہ میں نے قاتل اور مقتول دونوں کو بہشت میں جاتے دیکھا ہے یہ بات سُن کر صحابہ کو بڑا تعجب ہوا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی

پوری ہوئی عکرمہ بن ابو جہل مسلمان ہو گئے۔

فتح مکہ کے موقع پر حق تعالیٰ کو کفار کا قتل مقصود تھا

(۲۰۳) حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کیا گیا کہ خالد بن ولید نے تو اہل مکہ کو قتل کر ڈالا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو اُن کے پاس بھیجا اور کہا کہ خالد سے کہہ دو کہ جنگ بند کر دو مگر اس آدمی نے خالد سے جا کر کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قریش پر تلوار چلاؤ یہ حکم سُنتے ہی خالد بن ولید نے مار کاٹ میں انتہائی سرگرمی کا اظہار کیا ستر قریش قتل ہو گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد سے جواب طلب کیا کہ تم نے حکم عدولی کیوں کی۔ حضرت خالد نے عرض کیا میرے پاس ممانعت کا کوئی حکم نہیں پہنچا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغامبر کو بلایا۔ پوچھ گچھ ہوئی۔ اس آدمی نے بیان کیا کہ مجھے راہ میں ایک ایسا خوفناک آدمی نظر آیا جس کا سر آسمان میں اور پیر زمین میں تھے اور اس کے ہاتھ میں ایک خطرناک حربہ تھا اس مہیب آدمی نے مجھ سے کہا کہ جا کر کہنا "لڑائی جاری رکھو" ورنہ اس حربہ سے تجھے مار ڈالونگا مجھ پر اس مہیب آدمی کی اتنی ہیبت طاری ہوئی کہ میں خالدؓ سے وہی بات کہہ سکا جو اُس نے کہی تھی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ خدا تعالیٰ کا مقرب فرشتہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد کے موقع پر فرمایا تھا کہ اگر قریش پر میرا قابو چل گیا تو ستر آدمیوں کو قتل کر دوں گا۔ حق تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی بات کو سچا کر دکھایا۔ (روضۃ الاحباب)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے بت سرنگوں ہو گئے

(۲۰۴) کفار مکہ نے خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھ رکھے تھے اور ان بتوں کے پاؤں سیسہ سے جمے ہوئے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں داخل ہوئے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اس چھڑی سے آپ جس بت کی طرف اشارہ کرتے تھے وہ اوندھے منہ یا جانب پشت گر پڑتا تھا۔ سب بت اپنی اپنی جگہوں سے اکھڑ کر گر پڑے۔ خانہ کعبہ کی دیواروں پر جو تصویریں نقش تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آب زمزم منگا کر تصاویر محو فرما دیں۔

حضرت ابوذر غفاری کے متعلق حضور کی پیشین گوئی

(۲۰۵) غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت ابوذر غفاری رضی لشکر سے پیچھے رہ گئے تھے ان کا اونٹ تھک گیا تھا جب اسلامی لشکر تبوک میں پہنچ گیا تو ابوذر غفاری رضی کندھے پر سامان بار کئے پیادہ پا نظر آئے۔ پاس آئے تو معلوم ہوا کہ ابوذر آ رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مرحبا کہا۔ فرمایا وہ دیکھو ابوذر تنہا چلا آ رہا ہے تنہا ہی زندگی بسر کرے گا۔ تنہا ہی مرے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی حرف بہ حرف صادق آئی۔ حضرت عثمان غنی رضی کے زمانہ میں ربذہ گاؤں میں جا کر رہنے لگے تھے وہیں وفات پائی۔ کوفہ والوں نے تجہیز و تکفین کی۔ (روضۃ الاحباب)

حضرت بی بی فاطمہ رضؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سرگوشی

(۲۰۶) حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت فاطمہ رضؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں۔ آپ نے اُن کے کان میں کچھ باتیں کہیں وہ خوب روئیں اس کے بعد آپ نے کچھ اور باتیں اسی طرح کان میں کہیں وہ ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہ رضؓ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہ رضؓ سے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کیا باتیں ہوئیں۔ حضرت فاطمہ رضؓ نے فرمایا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش نہ کروں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد میں نے حضرت فاطمہ رضؓ سے دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ پہلی مرتبہ حضور علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جبرئیلؑ ہر سال رمضان میں ایک بار قرآن شریف سُنایا کرتے تھے۔ اس سال حضرت جبرئیلؑ نے دوبار سُنایا معلوم ہوتا ہے کہ میری وفات کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ تم خدا سے ڈرتی رہو صبر کرو۔ یہ بات سُن کر میں رو پڑی۔ اُس کے بعد حضورؐ نے مجھے اپنے پاس بُلا کر فرمایا کہ میری وفات کے بعد سب سے پہلے تمھاری وفات ہوگی اور تم سب سے پہلے مجھ سے آکر ملوگی۔ یہ بات سُن کر مجھے ہنسی آگئی۔ (حضرت بی بی فاطمہ رضؓ کی وفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد ہوئی۔)

کھجور کا ستون ہجر میں زار زار رونے لگا

(۲۰۷) جس وقت مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی تعمیر ہوئی شروع شروع میں کوئی

منبر نہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ایک خشک تنہ پر ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت تمیم داریؓ نے تین سیڑھیوں کا ایک منبر تیار کرایا۔ اس منبر پر جب پہلی دفعہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا تو اس کھجور کے خشک تنہ سے بچے کے سے رونے کی آواز آنے لگی۔ حضورؐ نے یہ آواز سماعت فرما کر منبر سے اتر کر اپنا دست مبارک اس تنہ پر رکھا۔ وہ اس وقت خاموش ہو گیا۔ حضورؐ نے اس تنہ کو مسجد نبوی میں منبر کے متصل دفن کرا دیا۔ (بخاری)

حضورؐ کے ہاتھ سے ایک چابک کھاتے ہی ایک دُبلی گھوڑی نہایت تیز رفتار بن گئی

(۲۰۸) جعیلؓ سے روایت ہے کہ میں ایک غزوہ میں حضورؐ کے ساتھ تھا۔ میرے پاس چونکہ ایک دُبلی گھوڑی تھی اس لئے پیچھے رہ جاتا تھا ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے قریب آ کر فرمایا: "گھوڑی والے آگے چلو"۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کمزور اور دُبلی گھوڑی ہے بہت سست چلتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گھوڑی کے ایک چابک مار کر دُعا فرمائی حضورؐ کے دُعا فرماتے ہی وہ گھوڑی اتنی تیز چلنے لگی کہ اس کا لگام سنبھالنا دشوار ہو گیا۔ اس کے بعد اس گھوڑی کے پیٹ سے دس بچھیرے پیدا ہوئے۔ (بیہقی)

ایک مٹھی خاک سے کفار کا لشکر فرار

(۲۰۹) سلمہ بن الاکوع رضؓ سے روایت ہے کہ میں غزوہ حنین میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا. جس وقت گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی خاک زمین سے اُٹھائی اور شاہت الوجوہ فرما کر لشکر کفار کی طرف پھینکی جو تمام لشکر کفار کی آنکھوں میں بھر گئی اور اسی وقت پشت پھیر کر بھاگ گئے۔ (مسلم)

حضورؐ کی دُعا سے حضرت ابُوہریرہؓ کی والدہ آغوشِ اسلام میں

(۲۱۰) حضرت ابُوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میری والدہ مشرکہ تھیں میں اُن کو اسلام کی دعوت دیتا تھا مگر وہ قبول نہ کرتی تھیں ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں نے اپنی والدہ سے اسلام قبول کرنے کو کہا مگر انھوں نے اسلام کی عداوت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ایسی باتیں کہیں جن کو سن کر مجھے سخت رنج و قلق ہوا. میں روتا پیٹتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا. ابوہریرہؓ کیوں رو رہے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسُول اللہ آپ دُعا فرمائیے حق تعالےٰ میری والدہ کو ہدایت فرمائے. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ مجھے بہت خوشی ہوئی. گھر پہنچا تو دروازہ

بند تھا۔ والدہ نے میرے قدموں کی آہٹ سن کر کہا۔ ذرا باہر کھڑے رہو۔ میں کھڑا ہوگیا۔ مجھے محسوس ہوا کہ والدہ غسل کر رہی ہیں۔ غسل کر کے کپڑے پہن کر والدہ نے دروازہ کھولا۔ اور انھوں نے مجھ سے کہا۔ اے ابوہریرہؓ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ والدہ محترمہ کی زبان سے کلمہ طیبہ سن کر خوشی کے مارے آنسو نکل آئے اور اسی حالت میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر حال عرض کیا۔ حضورؐ نے خدا کی حمد بیان کر کے فرمایا بہت اچھا۔ (مسلم)

ایک مرتد کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی

(۲۱۱) حضرت انسؓ نے فرمایا ہے کہ ایک نصرانی مسلمان ہوگیا تھا مگر کچھ دن بعد مرتد ہوگیا۔ حضورؐ کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ اس کو زمین بھی قبول نہ کرے گی حضرت ابوطلحہ کا بیان ہے کہ جب وہ مرا اور زمین میں دفن کیا گیا تو زمین نے اس کو باہر نکال کر پھینک دیا۔ کئی بار دفن کیا گیا مگر زمین نے قبول نہ کیا۔ (بخاری)

منافقوں کی ہلاکت کیلئے تباہی خیز آندھی

(۲۱۲) حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ ایک مرتبہ سفر سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ مدینے کے قریب پہنچے تو بڑی زور کی آندھی آئی حضورؐ نے فرمایا کہ اس آندھی سے منافق ہلاک ہو جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس آندھی سے بڑے بڑے منافق ہلاک ہوگئے۔ (مسلم)

(۲۱۳) معجزہ تکثیرِ طعام

حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ غزوۂ تبوک میں مجاہدین کا راشن ختم ہو گیا۔ حضرت عمر رضؓ نے حضورؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ مجاہدین کو حکم دیجئے کہ اُن کے پاس کھانے کی جو چیزیں موجود ہوں لے کر آجائیں اور آپ دُعا فرمایئے کہ حق تعالیٰ برکت عطا فرمائے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اچھا اور چمڑے کا دستر خوان بچھا کر حکم دیا کہ تمام مجاہدین کھانے پینے کی چیزیں لے کر آجائیں۔ تھوڑی دیر میں تمام مجاہدین جمع ہو گئے۔ کسی کے پاس ایک مٹھی ستو تھا۔ کسی کے پاس کھجوریں بہت تھوڑی مقدار میں دستر خوان پر کھانے کا سامان جمع ہوا حضورؐ نے برکت کے لئے دُعا فرمائی اور فرمایا اپنے اپنے برتن بھر کر رکھ لو۔ چنانچہ تمام مجاہدین اسلام نے اپنے اپنے برتن بھر کر رکھ لئے اور خوب شکم سیر ہو کر کھایا۔ (مسلم)

ایک پیالہ حلوے سے ۳۰۰ اصحاب شکم سیر

(۲۱۴) حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ جب حضورؐ نے حضرت زینب رضؓ سے نکاح کیا تو میری والدہ ام سلیم نے کچھ حلوہ پکا کر ایک پیالہ میں مجھے دے کر کہا کہ اُسے حضورؐ کی خدمت میں لے جا۔ میں وہ پیالہ لے کر حضورؐ کی خدمت میں آکر عرض گذار ہُوا کہ میری والدہ نے سلام عرض کیا ہے اور یہ حلوہ بھیجا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اچھا اُسے رکھ دو اور فلاں فلاں آدمیوں کو بلا

لاؤ۔ سب لوگوں کے پاس ہو کر آیا تو دیکھا۔ مکان مہمانوں سے پُر تھا۔ قریب قریب تین سو آدمی موجود تھے۔ حضورؐ نے اس حلوے پر اپنا مبارک ہاتھ رکھ کر کچھ پڑھا اور دس دس آدمیوں کو بٹھا کر کھلانا شروع کیا۔ تھوڑی دیر میں سب حاضرین شکم سیر ہو گئے اور وہ حلوہ اتنے کا اتنا ہی پیالہ میں موجود رہا۔ ذرہ برابر کمی نہ آئی۔ (بخاری)

حضورؐ سے ایک اُونٹ نے اپنے مالک کی شکایت کی

(۲۱۵) یعلیٰ بن مرہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضورؐ کی تین خاص باتیں دیکھیں۔ ایک ان میں سے یہ ہے کہ میں ایک مرتبہ حضورؐ کے ساتھ کہیں جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک اونٹ ملا۔ جس کی پشت پر پانی کے مشکیزے بندھے ہوئے تھے۔ اونٹ حضورؐ کو دیکھ بڑبڑایا۔ حضورؐ اسی جگہ ٹھہر گئے۔ فرمایا۔ اس اُونٹ کا مالک کہاں ہے۔ اتنے میں مالک آگیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اس اُونٹ کو ہمارے ہاتھ فروخت کر دو۔ اُونٹ کے مالک نے کہا۔ یا رسول اللہ یہ اُونٹ آپ کی خدمت میں ہدیہ ہے۔ یہ میرے گھر والوں کا اونٹ ہے۔ اس کی آمدنی پر گذارہ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اچھا۔ اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اس کی طاقت سے زیادہ کام لیتے ہو۔ دیکھو ایسا نہ کیا کرو۔ اس سے زیادہ کام نہ لیا کرو چارہ خوب کھلایا کرو۔ (شرح السنۃ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی شہادت بھیڑیئے نے دی

(۲۱۶) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک بھیڑیا ریوڑ میں سے ایک بکری اُٹھا کر بھاگا۔ چرواہے نے تعاقب کر کے بکری چھڑالی۔ بھیڑیا ایک ٹیلے پر اکڑوں بیٹھ کر کہنے لگا۔ اے خدا میں نے اپنے لئے رزق تلاش کیا تھا مگر تو نے مجھ سے واپس لے لیا۔ چرواہے کو بھیڑیئے کی باتیں سن کر سخت تعجب ہوا کہ یہ جانور ہو کر انسانوں کی طرح بات چیت کر رہا ہے۔ اس کے بعد بھیڑیئے نے چرواہے کو مخاطب کر کے کہا کہ میرا بولنا اتنا تعجب خیز نہیں بلکہ اس سے زیادہ تعجب زا وہ شخص ہے جو مدینہ میں تمھاری سب اگلی پچھلی باتیں بتاتا ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ وہ چرواہا یہودی تھا۔ وہ فوراً حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ قیامت کی علامت ہے۔ قیامت کے قریب ایک ایسا وقت آئے گا کہ لوگوں کے جوتے اور چھڑیاں وہ تمام واقعات بیان کر دیا کریں گی جو ان سے وقوع میں آئے ہوں گے۔ (شرح السنۃ)

مجاہدین بدر کے متعلق حضور علیہ السلام کی دعا

(۲۱۷) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں مجاہدین اسلام صرف ۳۱۳ تھے۔ ان لوگوں کی غربت کی یہ حالت تھی کہ نہ ان کے پیروں میں جوتے تھے نہ تنوں پر کپڑے۔ حضورؐ نے دعا فرمائی اللھم انھم

حفاۃ فاحملھم اللھم انھم عراۃ فاکسھم اللھم انھم جیاع فاشبعھم اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔ اتنا مال غنیمت ہاتھ آیا کہ تمام مجاہدین خوش حال ہو گئے۔ سب مجاہدین کو جوتے کپڑے کے علاوہ مال غنیمت کے دو دو اونٹ ملے۔ (ابوداؤد)

بکری کے بھنے ہوئے زہریلے دست نے حضورؐ سے بات کی

(۲۱۸) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ سلام بن مسلم (یہودی) کی بیوی زینب بنت الحارث نے بکری کی بھنی ہوئی ران میں زہر ملا کر حضورؐ کی خدمت میں بھیجا۔ حضورؐ اور اصحاب کھانے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ہاتھ روک لو۔ اور اسی یہودی عورت کو بلا کر فرمایا کہ تو نے اس گوشت میں زہر ملایا تھا۔ یہودی عورت نے کہا آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ حضورؐ نے فرمایا کہ ابھی ابھی اس دست نے مجھے بتایا ہے۔ یہودی عورت نے کہا۔ بے شک آپ نے صحیح فرمایا۔ یہ زہر میں نے اس لئے ملایا تھا کہ آپ اگر واقعی خدا کے نبی ہوں گے تو اس زہر سے آپ کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا اور اگر آپ نبی نہ ہوں گے تو آپ سے ہمارا پیچھا چھوٹ جائے گا۔ حضورؐ نے اسے معافی عطا فرما دی۔ جن جن اصحابؓ نے اس زہریلے دست کا گوشت کھایا تھا انتقال کر گئے۔ حضورؐ نے دونوں شانوں کے درمیان پچھنے لگوائے۔ (دارمی)

حضورؐ کے آزاد کردہ غلام کو شیر نے راستہ بتایا

(۲۱۹) حضرت ابن المنکدرؒ سے روایت ہے کہ حضورؐ کے آزاد کردہ غلام سفینہؓ ایک روز ارض روم میں راستہ بھول گئے۔ فوجی دستے سے بچھڑ گئے۔ حضرت سفینہؓ اِدھر اُدھر بھاگ دوڑ کر اپنے ساتھیوں کو تلاش کر رہے تھے مگر ہاتھ نہ آئے۔ اتنے میں سامنے سے ایک شیر آیا۔ حضرت سفینہؓ نے شیر سے کہا کہ میں حضور سرورِ کائنات کا غلام ہوں۔ راستہ بھول گیا ہوں۔ کیا کروں؟ حضور سرورِ عالمؐ کا اسم گرامی سن کر شیر دم ہلانے لگا اور ایک طرف چل دیا۔ حضرت سفینہؓ اس کے ساتھ ساتھ تھے۔ کچھ دور چل کر فوجی دستے سے جا ملے اور شیر واپس چلا گیا۔ (شرح السنۃ)

حضورؐ کی قبر مبارک پر صبح و شام ۷۰ ہزار فرشتے آکر درود و سلام پڑھتے ہیں

(۲۲۰) حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ روزانہ صبح کے وقت ۷۰ ہزار فرشتے حضورؐ کی قبر مبارک پر نازل ہو کر شام تک درود و سلام پڑھتے ہیں۔ شام ہوتے ہی یہ فرشتہ واپس چلے جاتے ہیں۔ دوسرے فرشتے آجاتے ہیں۔ اور قیامت کے دن جب حضورؐ قبر مبارک سے باہر تشریف لائیں گے۔ اس وقت بھی حضور علیہ السلام کی جلو میں ۷۰ ہزار فرشتے ہوں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹ نے سجدہ کیا

(۲۲۱) ایک دفعہ ایک انصاری کا اونٹ باؤلا ہوگیا۔ لوگوں نے حضورؐ کو خبر دی حضور اس اونٹ کے پاس تشریف لے گئے۔ اونٹ نے آپ کے سامنے گردن ڈال دی۔ حضورؐ نے اس پر ہاتھ پھیرا اور پکڑ کر مالک کے حوالے کر دیا۔ (دارمی)

ایک اونٹ نے حضورؐ سے بھوکا رہنے کی شکایت کی

(۲۲۲) روایت ہے کہ حضور سرورِ عالمؐ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے ایک اونٹ آپ کو دیکھ کر بلبلانے لگا اور اس کی دونوں آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے حضورؐ نے اس کے قریب جا کر سر اور کنپٹی پر ہاتھ پھیرا۔ چپ ہوگیا۔ حضور سرورِ عالمؐ نے اس اونٹ کے مالک کو بلا کر فرمایا کہ اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور تکلیف دیتے ہو۔ جانوروں رحم کیا کرو۔ (ابوداؤد)

لعابِ دہن مبارک سے ایک جلا ہوا بچہ بھلا چنگا ہوگیا

(۲۲۳) محمد بن حاطبؓ ایام رضاعت میں ایک مرتبہ اپنی ماں کی گود سے آگ میں گر گئے۔ کچھ حصہ بدن کا جل گیا۔ ان کی والدہ ان کو لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ حضور علیہ السلام نے لعاب دہن مبارک لگا کر دعا فرمائی۔ اسی وقت زخم بھر گیا اور محمد بن حاطبؓ بالکل بھلے چنگے ہوگئے۔ (سیوطی)

ایک مغرور کا ہاتھ شل ہو گیا

(۲۲۴) روایت ہے ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔ اس شخص نے غرور سے کہا "میں داہنے ہاتھ سے نہیں کھا سکتا" یہ بات چونکہ اس شخص نے غرور سے کہی تھی۔ حضور علیہ السلام نے کہا "ایسا ہی ہو" چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس کا ہاتھ شل ہو گیا اور وہ اس قابل نہ رہا کہ اپنا داہنا ہاتھ منہ تک لے جا سکے۔

(۲۲۵) بحری جہاد

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور سرور عالم ام حرام رضی اللہ عنہا کے مکان میں آرام فرما تھے۔ بیدار ہو کر ہنسنے لگے۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ مجھے میری امت کے وہ غازی دکھائے گئے ہیں جو سمندر میں جہاد کے لئے سفر کریں گے اور وہ جہازوں پر اس انداز سے بیٹھے ہوں گے جیسے بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھا کرتے ہیں۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا حضور! میرے لئے دعا فرمائیے مجھے بھی ان مجاہدین کی معیت نصیب ہو۔ حضور دعا فرما کر لیٹ گئے۔ کچھ دیر بعد پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ حضور نے فرمایا مجھے میری امت کے دوسرے بحری مجاہد دکھائے گئے۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض

کیا حضور امیر کے لئے دُعا فرمایئے۔ مجھے بھی ان کی معیت نصیب ہو۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں۔ تمھاری وفات اُن سے پہلے ہو جائے گی۔

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف صادق آئی۔ حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں حضرت عبادہ بن صامتؓ بحری جہاد کو گئے۔ اُم حرامؓ بھی اپنے شوہر کے ساتھ تھیں۔ غزوہ سے واپسی کے وقت اُم حرامؓ کے لیے سواری لائی گئی۔ سوار ہوتے وقت سواری نے لات ماردی اور اسی صدمہ سے اُن کی وفات ہو گئی۔)

امن و امان اور راستہ کی حفاظت کی پیشین گوئی

(۲۲۶) حضرت عدی بن حاتمؓ سے روایت ہے کہ میں حضورؐ کے پاس بیٹھا ہُوا تھا۔ ایک شخص نے حضور علیہ السلام سے فاقہ کی شکایت کی۔ ایک اور شخص نے ڈکیتی کی شکایت کی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اے عدی! اگر تمھاری عمر دراز ہُوئی تو تم دیکھ لوگے ایک عورت حیرہ سے تن تنہا چل کر مکہ معظمہ پہنچ کر بیت اللہ شریف کا طواف کرے گی اور اسے سوائے خدا کے کسی کا خوف نہ ہوگا (بخاری) (حضرت عدیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کوفہ کی ایک بڑھیا کو دیکھا وہ کوفہ سے اکیلی حج کرنے آئی تھی)

مسلمانوں کے تمول کا یہ عالم ہو گا کہ کوئی زکوٰۃ خیرات لینے والا نہ ملے گا (۲۲۷)

روایت متذکرہ بالا میں یہ بھی ہے کہ حضور سرورِ عالم نے حضرت عدیؓ سے فرمایا کہ اگر تمہاری عمر دراز ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ایک ایک شخص زکوٰۃ کا سونا چاندی لئے پھرے گا اور اسے کوئی آدمی زکوٰۃ کا لینے والا نہ ملے گا۔

(امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السّلام کی اس پیشین گوئی کا ظہور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی سلطنت میں ہوا۔ زکوٰۃ دینے والے کو فقیر نہ ملتا تھا اور وہ زکوٰۃ کے روپیہ کو گھر واپس لے جاتا تھا)

شہنشاہِ ایران کے کنگن حضرت سراقہ بن مالکؓ کو پہنائے جائیں گے (۲۲۸)

بیہقی میں ہے کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سراقہ بن مالکؓ سے فرمایا تھا کہ اے سراقہ! اس وقت تیری کیا شان ہو گی جب شہنشاہ ایران کے سونے کے کنگن تمہارے ہاتھوں میں پہنائے جائینگے

اس پیشین گوئی میں فتح ایران کی خبر بھی ہے۔ یہ پیشین گوئی اس وقت ظہور میں آئی۔ جب حضرتِ عمر فاروقؓ نے ایران فتح کیا۔ مال غنیمت

میں جب شہنشاہِ ایران کے سونے کے کنگن حضرت فاروق اعظمؓ کے سامنے پیش کیے گئے تو انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق سُراقہ بن مالکؓ کو بُلا کر کنگن پہنائے۔

ہندوستان پر حملہ کی پیشین گوئی

(۲۲۹) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا ہے کہ مسلمان ہندوستان پر چڑھائی کریں گے۔ (سُنن نسائی)
(یہ پیشین گوئی ۹۳ھ میں ظہور میں آئی۔ محمد بن قاسم نے ہندوستان پر حملہ کیا اور اسلامی فتوحات کا آغاز ہوا)

(۲۳۰) فتح قسطنطنیہ کی پیشین گوئی

سنن ابوداود بروایت ابو ہریرہؓ فتح قسطنطنیہ کا ذکر موجود ہے
(یہ پیشین گوئی ۸۵۵ھ میں ظہور میں آئی۔ محمد فاتح سلطان نے قسطنطنیہ فتح کیا)

آخر زمانہ میں یورپین عیسائیوں کا زور ہو جائے گا

(۲۳۱) ابو مستورد قریشیؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت عمرو بن العاصؓ فاتح مصر سے بیان کیا کہ آخر زمانہ میں یورپین عیسائیوں کا دُنیا میں زور ہو جائے گا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا۔ کیا کہہ

رہے ہو. سوچ سمجھ کر بات کہو. انھوں نے جواب دیا. میں وہی بات کہہ رہا ہوں جو میں نے حضور علیہ السلام سے سُنی تھی.

(یہ پیشین گوئی آخری زمانہ سے متعلق ہے. قیام قیامت سے پہلے عیسائی طاقتوں کا زور دُنیا میں ہو جائے گا)

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی پیشنگوئی

(۲۳۲) حضرت اُم سلمہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز حضور سرور عالمؐ نے فرمایا. ابھی ابھی جبریئلؑ نے مجھ سے بیان کیا کہ حسینؑ دریائے فرات کے کنارے قتل کیے جائیں گے. اگر آپ فرمائیں تو وہاں کی مٹی لاکر سنگھادوں. میں نے کہا ہاں جبریئل نے ہاتھ بڑھا کر ایک مٹھی خاک کی لاکر مجھے دی. میں اسی وقت سے زار قطار رو رہا ہوں. (طبرانی)

قاتلین امام حسینؑ کے انجام کی پیشین گوئی

(۲۳۳) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور سرور عالمؐ کو اطلاع دی تھی کہ میں نے یحییٰ (پیغمبر علیہ السلام) کا بدلہ ستر ہزار سے لیا تھا اور میں تیرے نواسہ کا بدلہ ستر اور ستر ہزار سے لوں گا.

(یہ پیشین گوئی حضرت امام علیہ السلام کی شہادت کے بعد مختار ثقفی کے ہاتھوں ظہور میں آئی)

یہودیوں سے جنگ کی پیشین گوئی

(۲۳۴) حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان اور یہودیوں میں زبردست جنگ ہوگی. یہودی شکست کھا کر چٹانوں اور درختوں کے پیچھے چھپیں گے مگر وہاں بھی انھیں پناہ نہ ملے گی اور ان میں سے آواز آئے گی "اے مسلمان دیکھ یہ یہودی چھپا ہے"۔

(امریکہ اور برطانیہ نے فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن اور حکومت قائم کرکے جو صورت حال پیدا کر دی ہے۔ اس سے حضور مخبر صادق کی پیشین گوئی کی صداقت کا منظر آنکھوں کے سامنے ہے)

ملک شام میں اہل یورپ سے مسلمانوں کی زبردست جنگ ہوگی

(۲۳۵) صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنی امت کو اطلاع دی ہے کہ آخر زمانہ میں دجال کے ظہور اور نزول مسیحؑ سے پہلے ملک شام میں مسلمانوں اور اہل یورپ کی عظیم الشان جنگ ہوگی۔

آخر زمانہ میں دنیا کی تمام قومیں مسلمانوں کے خلاف متحدہ محاذ بنائیں گی ۲۳۶

حضور علیہ السّلام نے فرمایا۔ وہ زمانہ قریب ہے جب دُنیا کی قومیں تم پر حملہ کرنے کے لئے اس طرح ایک دوسرے کو پکاریں گی جس طرح کھانے والے کھانے کے پیالے پر گرتے ہیں۔ حاضرین میں سے کسی نے دریافت کیا یا رسول اللہ کیا اس زمانے میں ہم مسلمانوں کی تعداد کم ہو جائے گی۔ فرمایا۔ نہیں۔ تمھاری تعداد تو بہت ہو گی لیکن تم ایسے ہو گے جیسے سیلاب کی سطح پر کف اور خس و خاشاک اللہ تعالٰی تمھارے دشمنوں کے دلوں میں سے تمھارا رعب دُور کردے گا اور تمھارے دلوں میں کمزوری پیدا کردے گا۔ عرض کیا گیا۔ یارسُول اللہ! وہ کمزوری کیسی ہو گی؟ فرمایا۔ تمہارے دلوں میں دُنیا کی محبّت اور موت سے کراہت پیدا ہو جائے گی۔ (بیہقی)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ قرآن ہے ۲۳۷

یوں تو حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس خود ہی سراپا اعجاز ہے اور تخلیق عالم سے وفات آنحضرتؐ تک آپ کے نورِ مقدس یا ذات

پاک کے ہزارہا معجزات وقوع میں آئے اور آتے رہے لیکن آپ کی وفات کے بعد قیامت تک قائم رہنے والا معجزہ قرآن کریم ہے۔

۱۔ قرآن کا دعویٰ اعجاز

قرآن کریم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ زندہ معجزہ ہے کہ اگر تمام جنات و انسان مجتمع ہو کر اس معجزہ کی نظیر پیدا کرنا چاہیں تو قیامت تک پیدا نہ کر سکیں اور سر مار کر بیٹھ رہیں۔ یہ معجزہ چونکہ اسلام کی صداقت کی کھلی نشانی ہے اور حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی روشن دلیل ہے۔ اس لئے یہ معجزہ تا قیام قیامت باقی رہے گا۔ قرآن کریم نے اپنے منکروں کو جو چیلنج روز اول کئے تھے۔ وہ آج بھی موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ حضور کے زمانے میں عرب میں ایسے ایسے فصیح و بلیغ شاعر و زباں داں موجود تھے جن کا کلام سونے کے حروف سے لکھ کر خانہ کعبہ میں آویزاں کیا جاتا تھا۔ وہ اس کتاب کی ایک سورت یا ایک رکوع کے مثل تو کیا لکھ سکتے تھے ایک آیت کی مقدار بھی نہ لکھ سکے۔ اور عاجز ہو کر بیٹھ گئے۔ جن بے وقوفوں نے قرآن کی نقل اتارنے کی کوشش کی۔ وہ اپنے منہ کی کھا کر بیٹھ گئے۔ اس کتاب میں اس قسم کی مثالوں کو تحریر کرنا کتاب ہٰذا کی شان کے خلاف ہے والسماء ذات البروج۔

اس قرآنی کلام کے مقابلہ میں جن مدعیان نے نبوت کے مقابلہ کی کوشش کی وہ ایک ایسی مذموم کوشش تھی جس کا ذکر بھی ذوق سلیم کے لئے ناخوش گوار ہے اگر جھوٹے مدعیان نبوت کے کلام کو سامنے رکھ کر نظر ڈالی جائے تو بلاشبہ معلوم ہوگا کہ یہ آسمانی کتاب تو کیا، بدترین قسم کا فحش کلام ہے جو جنسیات

کے غیر مہذب موضوع کے مطابق ہے. عربی زبان کے ماہر عہد صحابہ وتابعین و ابعد میں بھی تھے اور اب بھی بڑے بڑے فصحاء ادباء اور مقررا ور قادر الکلام شاعر موجود ہیں، پورے چودہ سو برس گزر گئے مگر کوئی شخص بھی قرآن جیسی ایک آیت نہ لکھ سکا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص جس قدر عربی زبان کا ماہر ہے. اسی قدر اس پر قرآن کا رعب اثر انداز ہے اور قرآن کا یہ دعویٰ صحیح ہے

ترجمہ۔ اے رسول سب سے کہہ دو کہ اگر سب انسان اور تمام جن مجتمع ہو جائیں اور ایک دوسرے کی مدد اور اعانت بھی کریں اور پھر اس قرآن جیسی کوئی کتاب بنانا چاہیں. وہ ہرگز ہرگز ایسا نہ کرسکیں گے .

قرآن کا دوسرا ۲۔ قرآن کی حفاظت کا خدا ذمہ دار ہے

دعویٰ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے. (ہاں ہم نے ہی اس قرآن کو اُتارا ہے اور ہم اس کی حفاظت بھی ضرور رکھیں گے)

اس دعویٰ کی صداقت کو واضح کرنے کے لئے ضروری ہے کہ کتب سابقہ کے حالات پر ایک نظر ڈالی جائے. (توریت) حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو توریت نازل ہوئی تھی وہ دو الواح تھیں. جب حضرت موسیٰؑ کوہ طور سے واپس آئے اور بنی اسرائیل کو گئوسالہ پرستی میں مصروف پایا تو غیرت ایمانی سے بیتاب ہو گئے. غصہ میں آکر لوحیں پھینک دیں اور بھائی ہارونؑ کو جا پکڑا۔ الواح ریزہ ریزہ ہو گئیں۔

اس واقعہ کے بعد احکام شریعت موسوی حضرت موسیٰ علیہ السلام

کی حیات میں لکھے گئے۔ یہی ایک نسخہ تھا جو حضرت داؤد علیہ السّلام کے زمانے تک محفوظ رہا۔ یہی نسخہ ہیکل میں موجود تھا جسے بخت نصر نے ۵۸۶ء ق م میں جلا کر خاکستر کر دیا۔

اُس کے بعد دارا شاہ ایران کے زمانے میں سرداران بنی اسرائیل نے ہیکل کو از سرِ نو تعمیر کیا۔ کتاب تلاش کی گئی مگر وہ صفحۂ ہستی پر موجود نہ تھی حضرت عزیرؑ نے اپنی یادداشت اور زکریا وغیرہ کی امداد سے کتاب دوبارہ تیار کی۔ یہی وہ کتاب ہے جسے یہودی توریت کہتے ہیں اس کے بعد ۳۰۰ ق م میں توریت کا ترجمہ یونانی زبان میں ہوا اور ۱۶۶ق م میں ابن توکس چہارم کے سپہ سالار نے ہیکل کو آگ لگا کر یہودیوں کی کتاب سوختہ کردی اور یہودیوں کو بُت پرستی پر مجبور کیا گیا۔

(انجیل) انجیل کے نام سے عیسائیوں کی چار کتابیں مشہور ہیں۔ انجیل متی۔ انجیل مرقس۔ انجیل لوقا۔ انجیل یوحنا۔ متی کی انجیل سب سے پہلے عبرانی زبان میں لکھی گئی تھی۔ اصل نسخہ دنیا میں موجود نہیں۔ البتہ ایک یونانی ترجمہ موجود ہے۔ جس کے متعلق نہیں بتایا جا سکتا کہ یہ ترجمہ کب کیا گیا اور کس نے کیا؟ موجودہ انجیل متی کے پہلے اور دوسرے باب کو نورٹن صاحب نے صحیح تسلیم نہیں کیا۔ اُنھوں نے لکھا ہے کہ دونوں باب اصل مصنف کے تحریر کردہ نہیں۔

لوقا (مصنف انجیل) پولوس کا شاگرد تھا۔ اس نے مسیحؑ کو نہیں دیکھ لوقا نے اپنی انجیل شہر انطاکیہ میں یونانی زبان میں لکھی تھی۔ لوقا نے اپنی انجیل

میں شروع میں لکھا ہے کہ میں نے اس کتاب میں جملہ واقعات بعد صحت تحریر کئے ہیں لیکن شارح انجیل نورٹن صاحب نے لکھا ہے کہ لوقا نے اس انجیل میں جھوٹی روایتیں بھی شامل کردی ہیں اور واقعات اس شاعرانہ مبالغہ سے لکھے ہیں کہ سچ اور جھوٹ کو تمیز کرنا دشوار ہوگیا ہے۔

مرقس۔ شمعون پطرس کا شاگرد تھا۔ اس نے بھی یہ کتاب انطاکیہ میں لکھی تھی لیکن مرقس اور لوقا کے مضامین میں بہت اختلاف ہے۔

یوحنا کی انجیل بلحاظ سنہ تصنیف آخری کتاب ہے۔ اس نے بھی یہ کتاب یونانی زبان میں لکھی ہے۔ یوحنا کے متعلق مشہور ہے کہ وہ مسیح کا شاگرد تھا مگر اس کی تصنیف میں یونانیوں کے قدیم عقیدہ کا اثر نمایاں ہے۔

ان چاروں انجیلوں کے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ ان میں سے کوئی انجیل بھی وہ انجیل نہیں ہے جو حضرت عیسیٰ پر نازل ہوئی تھی۔ مروجہ اناجیل ان ہی مصنفوں کی تصانیف ہیں جن کے نام سے یہ منسوب ہیں۔

(ژند) ژند پارسیوں کی کتاب کا نام ہے۔ یہ کتاب زرتشت کے عہد سے بہت پہلے نادر ہوچکی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کتاب میں ۱۹ باب ہیں جن میں اب صرف انیسواں باب باقی ہے۔

ژند کے نادرالوجود اور معدوم ہونے کے بعد اس کی جگہ پاژند نے حاصل کی۔ مگر وہ سکندر مقدونی کے زمانے میں جب اس نے ایران فتح کیا دنیا سے نیست و نابود ہوگئی۔ سکندر کے تین سو سال بعد وساتیر لکھی گئی اور اس کو آسمانی کتاب کا درجہ دیا گیا۔ مانی کے دور میں وساتیر تلف کردی

گئی اور نئے مذہب کا قیام ہوا۔

(وید) ہندوستان میں سب سے قدیم کتاب وید مانی جاتی ہے۔ ہندوستان کا عقیدہ ہے کہ یہ آسمانی کتاب ہے۔ لیکن اس بارے میں اختلاف ہے کہ وید کی تعداد ۳ ہے یا ۴۔ موجودہ زمانہ کے ہندو تو چار ویدوں کے قائل ہیں۔ مگر منوجی مہاراج کی سمرتی میں صرف تین ویدوں کا ذکر موجود ہے چوتھے کا نہیں اور نیائے درشن کے مصنف نے جس کا شاستر ہندوؤں کے چھ شاستروں میں سے ایک ہے۔ لکھا ہے کہ وید کلام انسانی ہے۔ چھ شاستروں کو آریہ سماجی اور سناتن دھرمی متفقہ طور پر مانتے ہیں۔ جینی لوگ وید کے ایک حرف کو بھی صحیح نہیں مانتے ہیں اور نہ اس کو آسمانی کتاب تسلیم کرتے ہیں۔

اس مختصر بیان سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حفاظت خداوندی مندرجہ بالا کتب میں سے کسی کے ساتھ نہیں رہی۔ ہر ایک کتاب کے وجود یا اس کے اجزا پر شک، گمان ظنون واوہام کے غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔ قدرت نے نہ ان کتابوں کی حفاظت کی نہ وہ زبانیں اور ان کا لغت ہی باقی رہا۔ جن میں یہ کتابیں نازل ہوئی تھیں یا لکھی گئی تھیں۔

اب کتب سماویہ سابقہ کے مقابلہ میں قرآن کی حفاظت خداوندی کا اندازہ کرو۔

قرآن کریم کا ایک ایک زیر زبر پیش پورے یقین کے ساتھ مشرق سے مغرب تک موجود ہے اور ان میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں۔ عام طور پر قرآن مجید کی سورتوں۔ رکوع اور آیات وغیرہ کے متعلق اعداد و شمار ہر ایک قرآن میں درج

ہوتے ہیں۔ مجموعی طور پر سارے قرآن میں حروف تہجی جس جس تعداد میں مذکور ہیں اس کی فہرست حسب ذیل ہے۔

الف	۴۸۹۹۲	ض	۶۸۲
ب	۱۲۲۲۸	ط	۱۳۰۷
ت	۲۴۰۴	ظ	۷۸۲
ث	۳۱۰۵	ع	۹۲۷۴
ج	۴۲۳۲	غ	۹۲۱۱
ح	۴۱۲۰	ف	۴۴۱۸
خ	۲۱۰۵	ق	۶۶۱۲
د	۵۹۷۲	ک	۱۰۶۲۸
ذ	۴۷۳۹	ل	۳۳۵۲۰
ر	۱۲۲۴۰	م	۲۶۵۱۵
ز	۳۵۸۰	ن	۴۴۱۹۰
س	۵۹۷۶	و	۲۵۵۸۹
ش	۲۱۱۵	ہ	۱۶۰۷۰
ص	۲۰۰۸۳	ی	۲۵۹۰۹

۳۔ قرآن کا جمع اور قرات بھی خدا کے ذمہ ہے

قرآن مجید کے احکام دفعتاً فوقتاً نازل ہوتے تھے اس لئے اس کی ترتیب و تدوین کا کام بہت

مشکل تھا خدا تعالیٰ نے اس مشکل کام کی ذمہ داری بھی اپنے اوپر لے لی۔ خدا تعالےٰ نے ہی اپنی کتاب کی ترتیب وتدوین کا کام انجام دیا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی کسی آیت میں تقدیم وتاخیر نہیں ہوئی۔ مشرق سے لے کر مغرب تک قرآن شریف کی کسی آیت میں تقدیم وتاخیر نہیں۔ اس لئے یہ خیال ہی باطل ہے کہ اُمت کا کوئی فرد اس میں تصرف کر سکتا ہے۔

۴۔ قرآن مجید کو حفظ یاد کرنا سہل ہے،

یہ خصوصیات صرف اسلام کی ہیں کہ اس کے قانون کی کتاب دُنیا کے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے سینہ میں محفوظ ہے۔ دُنیا میں آج تک کوئی ایسی مثال ملنی دشوار ہے کہ سوائے اسلام کی مذہبی کتاب کے اور کوئی کتاب قرآن کی طرح لوگوں کے سینہ میں محفوظ ہو۔ یہودی۔ عیسائی پارسی ہندو اس قسم کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (ہم نے قرآن قرآن کو یاد کرنے کے لے آسان بنا دیا ہے)

۵ قرآن کے آگے کوئی باطل ٹھہر نہیں سکتا،

قرآن کریم کا دعویٰ ہے

ترجمہ۔ باطل اُس کے آگے یا پیچھے سے نہ آئے گا۔ یہ تو خدائے حمید کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔) فلسفہ قدیم وجدید نے قرآنی اصول کا مقابلہ کرنا چاہا۔ مگر مقابلہ پر ٹھہر نہ سکا۔ قرآن ایک ایسی مکمل کتاب ہے جس میں کسی دخل کی گنجائش نہیں۔

۶۔ اسلام تمام مذاہب پر غالب ہو کر رہے گا

اسلام کے متعلق قرآن کی پیشین گوئی ہے

ترجمہ۔ اللہ کی شان یہ ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرک لوگ کتنا ہی برا مانتے رہیں) عرب کے نقشہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کی بعثت کے وقت عرب کا جنوبی حصہ عیسائیوں کے زیر اقتدار تھا۔ عراق، عرب بحرین صحرائے فاران اور دومتہ الجندل پر عیسائی مذہب حکمراں تھا۔ حجاز۔ نواحی خیبر اور مدینہ میں یہودیوں کا زور تھا۔ عرب کا مشرقی حصہ سلطنت فارس کے زیر اثر تھا مشرقی حصہ میں آتش پرستی بھی رائج تھی۔ عرب کے تمام مشہور قبیلے بت پرست تھے۔ غرض کہ دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہ تھا جس کا اثر عرب میں موجود نہ ہو۔ اسلام نے چند ہی سالوں میں غیر اسلامی مذہبی اثرات کا خاتمہ کر دیا۔ یہودیوں کا چار سو سالہ قبضہ عرب سے اٹھ گیا۔

۷۔ اسلام ضرور تمیم و تکمیل کے مدارج پر پہنچے گا

قرآن نے اسلام کے پیشین گوئی کی کہ اسلام اپنے مقاصد میں ضرور کامیاب ہو گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل ارض موعد میں داخل نہ ہو سکے داؤد علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے دوازدہ اسباط پر حکمرانی کی۔ شہر آباد کئے۔ قلعے بنائے۔ مگر خدا کا گھر نہ بنا سکے۔ حضرت مسیحؑ نے اپنی زندگی دعوت تبلیغ میں صرف کر دی۔ کسی مقام پر دو شب سے زیادہ بمشکل قیام فرمایا۔ لیکن اس جدوجہد کے بعد بھی ان کا اعلان یہی تھا کہ وہ مکمل تعلیم نہ دے سکے ان حالات کی موجودگی میں اسلام نے ایسے حالات میں جب کہ مہاجرین اد

انصار کو اطمینان کے ساتھ روٹی نصیب نہ تھی۔ نماز دشمن کے حملہ سے بے خطر ہو کر نہیں پڑھ سکتے تھے۔ اعلان کیا اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرے گا۔ اگرچہ کافروں کو بُرا کیوں نہ معلوم ہو، خدا تعالیٰ نے اس پیشین گوئی کو پورا فرما دیا۔ وہ وقت مسعود آگیا کہ حضور سرورِ عالم ﷺ نے جبل رحمت پر قصویٰ اونٹنی پر سوار ہو کر تمام عالم کو یہ نوید مسرت سُنائی (آج ہم نے تمہارا دین تمہارے فائدے کے لیے کامل کر دیا اور تم سب پر اپنی نعمت کا اتمام کر دیا میری رضامندی اسی میں ہے کہ تمہارا مذہب اسلام ہو)

۸- لڑائی میں مسلمانوں کو ہی غلبہ حاصل ہوگا

خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے

وانّ جندنا لھم الغالبون اسلام کی تاریخ شاہد ہے کہ جب تک مسلمانوں کو مدافعتی جنگ کی اجازت نہ ملی تھی۔ مسلمان کفار کے مظالم کا آماجگاہ بنے ہوئے تھے لیکن جب مسلمانوں کی فوجی جمعیت منظم ہو گئی اور ان کو جنگ کی اجازت مل گئی تو ان کو ہر لڑائی میں فتح و کامرانی ہوئی اور کسی مورچہ پر ناکامی کا سامنا نہ کرنا پڑا۔

(نوٹ) یہ بات قابل لحاظ ہے کہ فتح و غلبہ کا وعدہ حق تعالےٰ نے اسی لشکر کے لئے فرمایا ہے۔ جس پر صفت جندنا صادق ہو۔ صحابہ کرام جندنا یعنی خدائی لشکر کے مصداق تھے۔ ان کا مقصد جنگ سے کشور ستانی یا دنیاوی اقتدار نہ تھا۔ ان کا مقصد تبلیغ حق۔ اشاعت اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ تھا۔ موجودہ زمانے کے مسلمان بھی مسلمان بن کر اگر فی الواقع جندنا کے مصداق بن جائیں تو ہر موقعہ پر فتح و کامرانی ان کا قدم چومنے کے لئے تیار رہے۔

۹۔ اہلِ اسلام ہی دنیا پر حکومت کریں گے

خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے (اللہ تعالیٰ تم کو زمین پر حکومت دے گا) یہ آیت عام مسلمانوں کی طرف خطاب فرماتے ہوئے نازل کی گئی ہے۔

دمشق میں ایک ہزار مہینہ تک بنی امیہ کی حکومت اور اس کے بعد غرناطہ اور اسپین میں صدیوں تک حکمرانی اسی پیشین گوئی کا ظہور تھا۔ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد سے آج مصر اسلام کے زیر نگیں ہے۔

اس پیشین گوئی کے نتیجہ کے طور پر دمشق میں دولت اموی کے خاتمے کے بعد خلفائے عباسیہ نے بغداد میں نہایت جاہ و جلال کے ساتھ چھ صدی تک حکومت کی۔

عباسیہ کے غلاموں نے ترکستان و خراسان میں حکومت قائم کرکے قسطنطنیہ فتح کرکے یورپ میں اسلامی حکومت قائم کی اور اسی حکومت کی ایک شاخ ہندوستان پر ۹ صدی تک حکمراں رہی۔

الغرض فراعنۂ مصر، شاہ سرِ ایران اور قیاصرۂ روما کے مالک، اموی عباسی ترک، کرد، غلامان، افغانان اور دیگر اقوام کے مسلمانوں کی حکومتیں اسی پیشین گوئی کے نتائج تھے۔

۱۰۔ تنگدستی کے بعد مسلمان مالدار ہو جائیں گے

ابتدائے اسلام میں مسلمان انتہائی غربت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ عہد نبوت کے بعد صحابہ

کی دولت مندی کا یہ حال تھا کہ خود ان کو اپنی دولت کا صحیح اندازہ نہ تھا حضرت عبدالرحمن بن عوف کا انتقال ہوا تو ایک ہزار اونٹ اور تین ہزار بکریاں اور ایک سو گھوڑے ان کے ہاں موجود تھے۔ نقد اسباب اس کے علاوہ تھا۔ ان کی بیوی کو ان کے ترکہ میں سے ۸۲ ہزار روپیہ نقد ملا تھا۔ حضرت ابو محمد طلحہؓ بن عبداللہ کے لنگر میں ایک ہزار دینار روزانہ کا خرچ تھا حضرت زبیر بن العوامؓ کے ایک ہزار غلام تھے جو روزانہ کما کر لاتے تھے۔ حضرت زبیرؓ ان کی ساری کمائی خیرات کر دیتے تھے ایک پیسہ اپنے پاس نہ رکھتے تھے۔

۱۱۔ عرب سے بت پرستی معدوم ہو جائے گی

اسی کتاب میں آپ دوسری جگہ پڑھ چکے ہیں کہ بیت اللہ میں مشرکین نے ۳۶۰ بت رکھے تھے اور ان کی پرستش کی جاتی تھی جس وقت حضورؐ نے مکہ فتح کیا اور بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اس چھڑی سے حضورؐ جس بت کی طرف اشارہ فرماتے تھے اوندھے منہ گر پڑتا تھا۔ غرض واقعہ یہ ہے کہ عرب بت پرستی کا مرکز تھا قرآن نے پیشین گوئی کی تھی کہ (حق آگیا اور باطل نکل گیا اور باطل نکل جانے ہی کی چیز ہے) آج ۱۴ صدیاں گزر چکی ہیں عرب کلیۃً بتوں کے وجود سے خالی اور بت پرستی سے پاک ہے۔ عیسائیوں میں بھی تصویر مریم و مسیح علیہما السلام کی پرستش ہوتی تھی۔ ظہور اسلام کے بعد یہ بت پرستی ان میں سے بھی چلی گئی اور ان میں ایک فرقہ پروٹسٹنٹ پیدا ہو گیا۔

۱۲۔ غیر اقوام عرب کے اسلام کی پیشین گوئی

ظہور اسلام کے بعد عرب میں ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا تھا جو ظاہر میں تو مسلمان تھا مگر اندرونی طور پر کافر تھا اس حرکت سے ان کی غرض اسلام کو نقصان پہنچانا تھا۔ قرآن نے ایسے لوگوں کو تنبیہ کرتے ہوئے مستقبل کے متعلق پیشین گوئی کی۔

ترجمہ۔ اگر تم اسلام سے روگردانی کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ ایک ایسی قوم کو سامنے لا کھڑا کر دے گا جو تم جیسی نہ ہوگی۔

منافق تو منافق ہی رہے۔ جہاد سے پشت پھیرتے رہے اور ان کی حالت میں کوئی تبدیلی رونما نہ ہوئی۔ مگر ان کی جگہ خدا نے ایسی قوموں کو لا کھڑا کیا جنھوں نے اپنی شجاعت کا سکہ دنیا پر بٹھا دیا۔ کرد۔ ترک۔ مغل۔ خلجی۔ غوری کے کارناموں اور فتوحات سے تاریخ کے صفحات لبریز ہیں۔

۱۳۔ مستہزئین مکہ کا انجام

مکہ میں کفار کی ایک ایسی جماعت تھی جو حضورؐ کی ہنسی اڑاتی تھی۔ نقلیں اتارتی تھی اور آوازیں کستی تھی۔ حضورؐ کے وعظ و پند میں خلل ڈالتی تھی۔ قرآن نے ایسے لوگوں کے متعلق حضورؐ کو مطمئن کر دیا کہ تم اپنا کام کیے جاؤ۔ ہم خود ان سے نبٹ لیں گے۔ فرمایا گیا۔

ترجمہ۔ تمھیں جو حکم دیا گیا ہے اس کی علانیہ تعمیل کرو اور ان کی حرکتوں کی طرف دھیان نہ دو ہم ان سے خود نبٹ لیں گے۔

اس پیشین گوئی کا ظہور جس صورت سے ہوا۔ سطور ذیل میں بعض

مستہزئین کا انجام ملاحظہ ہو۔

ابی بن خلاف :- یہ مردود حضرت بلالؓ پر بحالت غلامی انسانیت سوز مظالم توڑا کرتا تھا۔ خدا تعالیٰ نے حضرت بلالؓ کے ہاتھوں ہی اسے جہنم رسید کیا۔

عاص بن وائل :- گدھے پر سوار ہو کر کہیں چلا جا رہا تھا۔ گدھے نے ٹھوکر کھائی سر کے بل گڑھے میں گر پڑا۔ فوراً ہی ایک زہریلے بچھو نے ڈس لیا۔ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

اسود بن عبد المطلب :- حضورؐ کی نقلیں اتارا کرتا تھا۔ ایک روز ایک درخت کے نیچے سویا۔ بیدار ہوا تو اس کی آنکھوں میں کھٹک پیدا ہو گئی جیسے کانٹے چبھوئے جا رہے ہیں۔

عاص بن منبہ :- گدھے پر سوار جا رہا تھا۔ طائف کے راستہ میں اس کے ایک کانٹا چبھا اور اسی کے زہر سے ہلاک ہو گیا۔

منبہ بن حجاج :- اندھا ہو کر تڑپتے تڑپتے مر گیا۔

حارث بن قیس سہمی :- اس کے پیٹ میں زرد پانی پیدا ہو گیا تھا جو منہ سے بھی نکلا کرتا تھا۔ آخر اسی تکلیف میں داخل جہنم ہوا۔

ولید بن مغیرہ :- کبشی خزاعی نے رگ اکحل میں نیزہ مارا اور وہیں ڈھیر ہو گیا

ابولہب :- عدسہ اور طاعون میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ قبر بھی نصیب نہ ہوئی۔ عزیز و اقارب نے کوٹھے پر چڑھ کر اس کی لاش پر تنے پتھر پھینکے کہ وہ ان ہی پتھروں میں دب گیا اور اس

کی لاش کے قریب تک نہ آسکے۔

اسود بن یغوث:۔ اس کا باد سموم سے چہرہ جھلس گیا۔ گھر آیا تو اہل خانہ شناخت نہ کر سکے۔ گھر سے باہر ہی پیاس کے مارے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر تڑپ کر مر گیا۔

۱۴۔ دشمنان اسلام حضور کی آغوش رحمت میں

قرآن نے پیشین گوئی کی تھی کہ عنقریب تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان رشتہ مودت قائم ہو جائے گا۔ چنانچہ یہی ہوا۔

حضور کا پھوپی زاد بھائی عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ (جو اسلام کا اتنا سخت مخالف تھا جو حضور سے برملا کہا کرتا تھا۔ اے محمد! اگر تو زینہ لگا کر آسمان پر بھی چڑھ جائے اور میری آنکھوں کے سامنے آسمان سے اترے، اور تیرے ساتھ تین چار فرشتے ہوں اور وہ تیری نبوت کی گواہی دیں۔ میں تب بھی ایمان نہ لاؤں گا۔) ۸ھ میں حاضر خدمت اقدس ہو کر مشرف با اسلام ہو گیا۔

ثمامہ بن اثال فرماں روائے نجد جو اسیر ہو کر مدینہ آیا تھا۔ آزاد ہوتے ہی حضور کا دل و جان سے شیدائی ہو گیا۔

عمرو بن العاص۔ جو دربار نجاشی میں مسلمانوں کو واپس لانے کی مہم پر گئے تھے حاضر خدمت اقدس ہو کر حضور کی غلامی قبول کی۔ مصر فتح کیا۔

عکرمہ بن ابو جہل۔ ابو جہل کی طرح ان کا بیٹا عکرمہ اسلام کی مخالفت میں پیش پیش تھا۔ مسلمان ہو کر حضور علیہ السّلام کا جاں نثار اور عاشق صادق بن

گیا۔ اسلامی لڑائیوں میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے دست راست بنے رہے۔ آپ دو ہزار کفار پر بھاری سمجھے جاتے۔

عبد یا لیل ثقفی۔ یہ وہ شخص ہے جس نے لڑکوں، غنڈوں اور بدمعاشوں کو حضور علیہ السلام پر کیچڑ اور پتھر پھینکنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ جب حضور تبلیغ اسلام کے لئے طائف تشریف لے گئے تھے۔ اس واقعہ کے چند سال بعد یہ خود مع پانچ سرداروں کے مدینہ آ کر مسلمان ہو گیا۔

بریدہ بن الحصیب اسلمی۔ کفار قریش نے اعلان کیا تھا کہ جو شخص حضورؐ کو قتل یا گرفتار کر کے لائے گا اس کو سو اونٹ انعام میں ملیں گے۔ یہ صاحب انعام کے لالچ میں شمشیر بکف نکل کھڑے ہوئے۔ مگر جب آنحضرتؐ کے چہرہ مبارک پر نظر پڑی۔ کلام دل نواز سنا۔ اپنے نیزے پر صافہ علم کر کے حضورؐ کے آگے آگے بطور علمبردار چلنے لگے۔ حضور علیہ السلام کے جاں نثار خادم بن گئے۔

۱۵۔ ابولہب کی بیوی بھی کتّے کی موت مری

ابولہب مشہور دشمن اسلام کا جو انجام ہوا وہ صفحات گزشتہ میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ ابولہب کی بیوی کو بھی حضورؐ سے شدید عداوت تھی۔ جنگل سے کانٹے لا کر حضور علیہ السلام کی راہ میں بچھایا کرتی تھی۔ قرآن نے اس کافرہ کے انجام کے متعلق پیشین گوئی کی۔

ترجمہ۔ اور اس کی عورت بھی جو لکڑیاں اٹھانے والی ہے اس کی گردن میں مونج کی رسّی ہو گی۔

اس دشمن اسلام عورت کی موت اس طرح واقع ہوئی کہ وہ ایک

روز سر پر لکڑیاں کا گٹھا بار کئے آ رہی تھی۔ تھک گئی اور گٹھے کو ایک پتھر سے ٹیک لگا کر سستانے لگی۔ کچھ دیر بعد جب چلنے لگی تو اس گٹھے کی رسی کا پھندا اس کے گلے میں پڑ گیا۔ گٹھا وزنی تھا۔ یہ گٹھا اس کے لئے پھانسی ثابت ہوا اور دم گھٹ کر مر گئی۔ (تفسیر نمازن)

۱۶۔ غزوہ بدر میں کافروں کی جڑ کٹ جانے کی پیشین گوئی

غزوہ بدر کے متعلق

قرآن کا وعدہ تھا کہ دو گروہوں میں سے ایک گروہ ضرور تمھیں ملے گا اور اللہ تعالے کا ارادہ یہ ہے کہ وہ اپنے حکم سے حق کو حق کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔ (سورۂ انفال)

غزوہ بدر میں ایسا ہی ہوا۔ روسائے قریش کے قتل سے کفار قریش کی کمر ٹوٹ گئی اور اسلام کی یہ پہلی لڑائی کفار کیلئے پیغام موت ثابت ہوئی۔

۱۷۔ غزوہ احزاب میں کفار شکست کھا کر بھاگ جائیں گے

غزوہ احزاب میں یہودی۔ کفار قریش۔ نجدی اور دیگر قبائل نے مسلمانوں پر مشترکہ حملہ کیا تھا۔ کفار کو اپنے جنگی ساز و سامان پر غرور تھا۔ قرآن نے اس جنگ کے انجام سے پہلے ہی حضور کو مطلع کر دیا۔

ترجمہ۔ یہ جمعیت ہزیمت کھا جائے گی اور پشت پھیر کر بھاگ جائے گی۔

ایسا ہی ہوا طویل محاصرہ کے بعد وہ خود ہی چپکے سے میدان جنگ چھوڑ کر فرار ہو گئے اور اس کے بعد پھر اس قوم کو مدینہ پر حملہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

۱۸۔ یہودیوں کے متعلق قرآن کی عام پیشنگوئی

سورۃ آل عمران

رکوع ۱۲ میں یہودیوں کے متعلق پیشین گوئی ہے۔

ترجمہ۔ ان پر عام ذلت مسلط کردی گئی ہے وہ جہاں بھی رہیں گے ذلیل ہوکر رہیں گے وہ یا تو مسلمانوں کے ماتحت ہوکر رہیں گے یا دوسری قوموں کے باج گذار ہوکر۔

اس آیت سے تین باتیں مفہوم ہوتی ہیں۔

اب آئندہ یہودی دنیا میں ایک آزاد قوم کی حیثیت سے آباد نہ رہ سکیں گے۔

وہ انتہائی ذلت کی حالت میں رہیں گے۔ ان کی کوئی اپنی حکومت نہ ہوگی وہ یا تو مسلمان کے ماتحت جذیہ دے کر رہیں گے یا انھیں دوسری قوموں کو خراج دینا پڑے گا۔

اسلامی ممالک میں جہاں جہاں یہودی آباد ہیں ذمی اور ماتحت بن کر آباد ہیں۔ غیر اسلامی ممالک میں بھی وہ دوسری قوموں کی ماتحت ہیں جنگ عظیم ۱۹۱۴ء میں انھوں نے اتحادی طاقتوں کو کروڑوں اربوں روپیہ دیا تھا کہ ان کی بھی دنیا کے کسی قصبہ پر آزاد حکومت قائم کردی جائے۔ برطانیہ اور امریکہ نے فلسطین میں ان کو جگہ دی۔ جہاں آج ان کی حکومت قائم ہے مگر اس طرح کہ برطانیہ و امریکہ کے اشارے پر ناچنا پڑتا ہے۔

عیسائیوں کے متعلق پیشنگوئی کہ دنیا میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کریں گے	قرآن کا دعویٰ ہے کہ عیسائی دنیا میں عیش و عشرت کی زندگی

بسر کریں گے مگر اُن کو آخرت میں کچھ نہ ملے گا۔ (یونس)

عیسائی اقوام کا تمول اور تعیش موجودہ دُنیا میں ناقابل انکار ہے۔ چونکہ اس قوم کے لیے آخرت میں نجات وفلاح نہیں۔ اس لیے ایماندار لوگوں کے لئے ایسی دولت کی تمنا جو تباہی آخرت کا باعث ہو۔ مذموم و لائق صد ہزار نفرین ہے۔

ترک اور تاتاریوں سے جنگ کی پیشین گوئی

(۲۳۸) حضور سرورِ عالم ؐ نے فرمایا کہ ایک زمانہ میں تمہاری لڑائی ترکوں سے ہو گی ان لوگوں کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی اور چہرے سُرخ ہوں گے۔

یہ پیشین گوئی ۶۵۶ھ میں پوری ہوئی۔ چنگیز خاں نے خلفائے عباسیہ پر ہجوم کر کے بغداد کو تاراج کیا۔ مساجد شہید کر دیں۔ قرآن شریف جلا دیے ہزار ہا مسلمان تہ تیغ ہوئے۔

(۲۳۹) سُرخ آندھی

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جب فلاں فلاں کام ہوں گے تو سُرخ آندھی زلزلہ مسخ اور قذف کا انتظار کرو۔

یہ پیشین گوئی ۲۳۲ھ میں ظہور میں آئی۔ خلیفہ متوکل کے زمانہ میں عراق میں سُرخ آندھی آئی جو چالیس روز تک چلتی رہی۔ کوفہ، بغداد اور بصرہ کی کاشت سوخت ہو گئی۔ ہزاروں آدمی ہلاک ہو گئے۔

۲۴۲ھ میں موصل میں بادل سے آگ برسی۔ وہ آگ جس پر گری وہاں

بھسم ہو گیا۔

۵۹۶ھ میں مکہ معظمہ میں سیاہ آندھی آئی جس سے ساری دُنیا تاریک ہو گئی۔ ۴۵ھ میں مقتضی کے عہد میں یمن میں خون کی بارش ہوئی۔

(۲۴۰) حج بند ہو جائے گا

حضورؐ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک لوگ حجر اسود کو اُٹھا کر نہ لے جائیں۔

اس پیشین گوئی کا ظہور ۳۱۷ھ تا ۳۲۷ھ میں وقوع میں آیا۔ قرامطہ کے فتنہ کی وجہ سے حج بند رہا۔ قرامطہ حجر اسود اُٹھا کر لے گئے۔

آخر زمانہ میں مسلمانوں کا کوئی یار و مددگار نہ ہو گا

(۲۴۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت سے پہلے ایسا زمانہ آئیگا کہ دین پر قائم رہنا اتنا دشوار ہو گا جتنا آگ پر چلنا اور انگاروں پر بیٹھنا۔

مطلب یہ ہے کہ آخر زمانہ میں دشمنوں کی اتنی کثرت ہو گی کہ خوف کی وجہ سے دین پر قائم رہنا دشوار ہو جائے گا یا یہ مطلب ہے کہ مسلمانوں کا کوئی حامی مددگار نہ ہو گا۔

موجودہ دور کے صوفی اور عالموں کے متعلق پیشینگوئی

(۲۴۲) حضورؐ نے فرمایا ہے کہ آخر زمانہ میں عابد جاہل اور قاری (عالم) فاسق

ہوں گے۔ یہ پیشین گوئی زمانہ حال کے صوفی اور عالموں سے متعلق ہے۔ آج کل
مدعیان نیابت رسالت فسق اور عبادت گزار جہل میں مبتلا ہیں۔

آخر زمانہ میں مُلّا اور صوفیوں کی کثرت ہوگی

(۲۴۳) حضورؐ نے فرمایا ہے کہ قیامت سے پہلے بارش کی کثرت مگر پیداوار
میں کمی ہوگی۔ قاری بہت ہوں گے۔ مگر فقیہہ کم ہوں گے۔ امراء بہت ہوں گے
مگر امانت دار لوگوں کی کمی ہوگی۔

مطلب یہ ہے کہ آخر زمانہ میں مُلّا اور صوفیوں کی کمی نہ ہوگی۔ خدا رسیدہ
لوگ کم ہوں گے۔

آخر زمانہ میں دنیا کے ویرانے آباد اور آبادیاں ویران ہوجائیں گی

(۲۴۴)

ارشاد اقدس ہے کہ آخر زمانہ میں مسجدوں کی محرابیں آراستہ
ہوں گی مگر دل ویران ہوں گے۔

یہ پیشین گوئی ۱۹۴۷ء کے بعد سے ظہور میں آرہی ہے۔

حضرت سلیمانؑ کے زمانہ کے مقید شیاطین رہا کر دیئے جائیں گے (۲۴۵)

ارشاد نبوی ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے زمانہ کے جو شیاطین مقید ہیں وہ قیامت کے قریب آزاد ہو کر قرآن سنائیں گے۔

یہ پیشین گوئی ابھی تک ظہور میں نہیں آئی۔

قیامت کے قریب لوگ بڑی اونچی عمارتیں تعمیر کرائیں گے

(۲۴۶) بخاری و مسلم میں روایت ہے کہ قیامت کے قریب لوگ بڑی بڑی اور اونچی اونچی عمارتیں بنوائیں گے۔

یہ پیشین گوئی زمانہ حال سے متعلق ہے۔ شہروں کے علاوہ قصبات اور دیہات میں اونچی اونچی عمارتیں تعمیر ہو رہی ہیں۔

قیامت کے قریب نااہل لوگ حکمرانی کریں گے

(۲۴۷) حضور کا فرمان ہے کہ جب نااہل لوگوں کو مسند حکومت پر دیکھو تو قیامت کا انتظار کرو۔

یہ پیشین گوئی زمانہ حال سے متعلق ہے۔ تفصیل کی حاجت نہیں۔

(۲۴۸) آخر زمانہ میں شریفوں کی تذلیل ہوگی

روایت ہے کہ آخر زمانہ میں کمینے لوگ عالی مرتبہ اور اشراف ذلیل بن جائیں گے۔ یہ پیشین گوئی موجودہ زمانے سے متعلق ہے۔

(۲۴۹) آخر زمانہ میں مولویوں کی کثرت ہوگی

مُسند دیلمی میں روایت ہے کہ آخر زمانہ میں مولویوں کی کثرت ہوگی یہ لوگ والیانِ ملک کے لئے حرام چیزوں کو حلال اور حلال چیزوں کو اُن پر حرام کردیں گے اور ان کی منشا کے مطابق فتویٰ دیا کریں گے۔

اس پیشین گوئی کا ظہور ۱۹۴۷ء کے بعد سے شروع ہوگیا ہے۔

(۲۵۰) بے حیائی کا دور دورہ

طبرانی میں روایت ہے کہ آخر زمانہ میں لوگوں میں اس درجہ بے حیائی پھیل جائے گی کہ لوگ سرِراہ مجامعت کرتے شرم محسوس نہ کریں گے ۱۹۴۷ء کے بعد بڑے بڑے شہروں میں ایسی بے حیائی عام ہوتی جارہی

(۲۵۱) لوگ صرف اپنے جان پہچان کے آدمیوں کو سلام کیا کریں گے

روایت ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ صرف اپنے جان پہچان کے

لوگوں کو سلام کیا کریں گے۔

یہ پیشین گوئی جوں جوں زمانہ گزرتا جارہا ہے۔ وقوع میں آتی جارہی ہے اس مرض میں عام مسلمان ہی گرفتار نہیں علماء بھی گرفتار ہیں۔ وہ دوسروں کو سلام کرنا نہیں جانتے۔ دوسروں کے سلام کے منتظر رہتے ہیں۔

مسجدوں میں دنیا کی باتیں ہوا کریں گی

(۲۵۲) حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ لوگ مسجدوں میں بیٹھ کر دنیا کی باتیں کیا کریں گے۔ تم ان کے پاس نہ بیٹھو ایسے لوگوں کو اللہ کی حاجت نہیں۔

عام مسلمانوں کا تو کیا ذکر، علماء کا طبقہ بھی اس علامت میں گرفتار ہے۔

(۲۵۳) مساجد اور مصاحف کی آرائش

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم نے مسجدوں کو آراستہ کیا اور قرآن کو زیورات سے زینت دی تو تم پر ہلاکت آئے گی۔

موجودہ دور میں قرآن شریف کے کم خواب اور ساٹن کے جزودان اور مساجد کی تزئین و آرائش اسی حدیث کی مصداق ہے

امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کی علامات

(۲۵۴) حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے وقت حسب ذیل

علامات عالم میں ظہور میں آئیں گی۔

دریائے فرات میں سے سونے کا پہاڑ برآمد ہوگا۔

اس سال رمضان کی پہلی تاریخ کی رات کو چاند گرہن اور ۱۵ رمضان کو سورج گرہن ہوگا۔

اس سال ایک ستارہ گائے کی سینگ کی صورت کا طلوع ہوگا دم دار ستارہ بھی نظر آئے گا۔

مشرق کی طرف سے آسمان سے آگ ظاہر ہوگی جو تین یا سات دن تک رہے گی۔

آسمان پر اندھیرا چھا جائے گا۔

آسمان کے کناروں پر سرخی چھا جائے گی۔

ایک نام ندا ہوگی" امام مہدی کا ظہور ہوگیا۔ ان کی اطاعت کرو"۔

۶۵۶ ملک شام میں ایک گاؤں زمین میں دھنس جائے گا۔

آسمان سے ندا آئے گی الاان الحق فی آل محمد۔ (آثار قیامت)

حضرت امام مہدیؑ کے زمانے میں کیا ہوگا

(۲۵۵) حضرت امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں اُمت محمدی دولت دنیا سے مالا مال ہوگی۔ زمین کی پیداوار بڑھ جائے گی۔ امام مہدی علیہ السلام زمین کے خزانوں کو نکالیں گے اور مشرق و مغرب کے تمام ممالک کو فتح کرلیں گے حق تعالیٰ تین ہزار فرشتوں سے حضرت امام مہدیؑ کی مدد

فرمائے گا۔ بچے سانپ بچھوؤں سے کھیلیں گے مگر وہ تکلیف کسی کو نہ پہنچا سکیں گے آپ کے زمانے میں سود۔ زنا۔ شراب۔ وبا کا نام نہ رہے گا۔ لوگوں کی عمریں دراز ہوں گی۔ اور دنیا میں کوئی دشمن آلِ محمدؐ باقی نہ رہے گا۔ (آثار قیامت)

(۲۵۶) دجّال کب نکلے گا

حضرت امام مہدی علیہ السّلام کے ظہور کے ساتویں سال اسلامی فوجیں قسطنطنیہ فتح کر چکی ہوں گی کہ دجّال خروج کرے گا۔ شہر قاطع کی فتح کے بعد دجال ملعون خدائی کا دعویٰ کر کے چالیس روز کے اندر اندر روئے زمین پر پھر جائے گا۔ لیکن مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔ ان دونوں شہروں کی حفاظت منجانب الٰہی فرشتوں کے سپرد ہو گی۔ ان چالیس روز میں اس سے عجیب وغریب فتنے ظہور میں آئیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا نزول کس وقت ہو گا

(۲۵۷) جس وقت دجّال ملک شام کی طرف متوجہ ہو گا مسلمان اس کے شر سے حفاظت کے لئے جبل دخان میں جا چھپیں گے۔ دجّال ان کا محاصرہ کرلے گا مسلمان محاصرہ سے تنگ آکر جنگ کے لئے تیار ہوں گے کہ یکایک ایسا اندھیرا چھا جائے گا کہ ہاتھ کو ہاتھ سوجھائی نہ دے گا۔ اسی دوران میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام عصر کی نماز کے وقت جامع دمشق کے مینارہ پر دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے نزول فرمائیں گے۔ سیڑھی لگا دی جائے گی اور

جامع مسجد میں اُتر آئیں گے اور حضرت امام مہدیؑ کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے۔ (آثارِ قیامت)

قیامت سے پہلے مغرب سے آفتاب طلوع ہوگا

(۲۵۸) اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت سے پہلے مغرب کی طرف سے آفتاب طلوع ہوگا۔ اس وقت سب لوگ ایمان لے آئیں گے مگر اس وقت کا ایمان فائدہ بخش نہ ہوگا۔ دوسری روایت میں ہے کہ جس روز مغرب کی طرف سے آفتاب طلوع ہوگا اسی روز ندا آئے گی کہ توبہ کا دروازہ بند ہوگیا۔

قیامت کے قریب بیت اللہ شریف منہدم کر دیا جائے گا

(۲۵۹) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ قیامت سے پہلے بیت اللہ شریف کو ایک حبشی پتلی پنڈلیوں والا ویران کر دے گا۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہٗ کی روایت میں ہے کہ حبشی خانہ کعبہ کی ایک ایک اینٹ اُکھاڑ پھینکیں گے

12

روحانیت پیغمبر اسلام

از افادات

نقیب الاولیاء صاحبزادہ محمد مستحسن فاروقی

مدیر آستانہ، سجادہ نشین خانقاہ حضرت

شیخ کلیم اللہ دہلوی

هدیہ ——————— [illegible] روپے

ناشر

آستانہ بک ڈپو، پوسٹ بکس ۱۲۰۶،
سوئی والان ۱۵۶۵ نئی دہلی

(نیو لیتھو آرٹ پریس دہلی)

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۱	سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	۵
۲	شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ	۹
۳	سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام	۲۰
۴	حضرت خواجہ عبدالواحد چشتی رح	۳۴
۵	حضرت سفیان ثوری رح	۴۰
۶	حضرت ابراہیم ادھم رح	۴۶
۷	حضرت ذوالنون مصری رح	۵۷
۸	حضرت ابو محمد بن احمد ابدال چشتی رح	۶۵
۹	حضرت مالک بن دینار رح	۷۲
۱۰	حضرت بایزید بسطامی رح	۷۷
۱۱	حضرت معروف کرخی رح	۸۶
۱۲	حضرت شیخ سلیم چشتی رح	۹۳
۱۳	حضرت عمر بن عبدالعزیز رح	۱۰۰

۱۴	حضرت خواجہ باقی باللہ رح	۱۰۷
۱۵	حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی رح	۱۱۵
۱۶	حضرت شیخ فریدالدین عطار رح	۱۲۴
۱۷	حضرت امام مالک رح	۱۳۰
۱۸	حضرت خواجہ امیر خسرو رح	۱۳۵
۱۹	حضرت حاجی سید وارث علی شاہ صاحب رح	۱۴۳
۲۰	حضرت خواجہ سید آدم بنوری رح	۱۵۱
۲۱	حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی رح	۱۵۶
۲۲	حضرت ابو سعید ابوالخیر رح	۱۶۵
۲۳	حضرت شیخ علاءالدین بنگالی رح	۱۷۱
۲۴	حضرت شیخ محمد میاں میر بالا پیر قادری	۱۷۸
۲۵	حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی رح	۱۸۵

حضرت سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کے والد ماجد کا نام عثمان ابی قحافہ تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب ساتویں پشت یعنی کعب بن لوی پر جا کر حضور رسالت مآب کے نسب سے جا ملتا ہے۔ والدہ کا نام اُم الخیر سلمیٰ بنت صخر تھا۔

حضرت صدیق اکبرؓ کی پیدائش حضور سید الانبیاءؐ کی ولادت مبارک کے دو سال بعد ہوئی۔ ایامِ طفلی ہی میں حضورؐ سے محبت اور دوستی کی اساس قائم ہوئی۔ آپ تمام مشرکانہ رسوم اور اعمال مذموم سے باذنِ قادر و قیوم ملوث ہونے سے مجتنب رہے۔ ماں باپ نے آپ کا نام عبد الکعبہ رکھا۔ مگر رسولِ پاکؐ نے آپ کا نام عبداللہ قرار دیا۔ آپ اگرچہ عبداللہ نام اور ابوبکر کنیت سے مشہور ہوئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضور سید المرسلین نے آپ کا خطاب سب سے پہلے تصدیق رسالت کرنے کے باعثِ "صدیق" مقرر فرمایا۔ اور پھر یہی خطاب قیامت تک کے لئے حضرت عبداللہ ابوبکر بن ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کی دوامی شہرت کا ضامن بن گیا۔

بیس سال کی عمر میں حضور سید المرسلین علیہ التحیۃ والثناء نے بسلسلہ تجارت نواحِ شام کا سفر فرمایا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی عمر ۱۸ سال تھی۔ آپ بھی حضورؐ کے رفیقِ سفر تھے۔ سرحدِ شام پہ قافلہ ایک صومعہ کے قریب قیام پذیر ہوا۔ حضورؐ ایک بیری کے درخت کے نیچے ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کسی ضرورت سے بحیرا راہب کے پاس جو اس صومعہ کا مشہور پادری تھا پہنچے۔ بحیرا راہب نے صدیق اکبرؓ سے پوچھا:

"اس بیری کے درخت کے نیچے کون شخص ٹھہرا ہوا ہے؟"

"یہ محمدؐ ابنِ عبداللہ ابنِ عبدالمطلب ہیں"، حضرتِ صدیق اکبرؓ نے جواب دیا۔

بحیرا راہب نے کہا "یہ یقیناً اللہ کے رسولؐ ہیں"

صدیقِ اکبرؓ نے فرمایا: "آپ یہ کیسے جانتے ہیں، آپ کو یہ علم کیوں کر ہوا کہ یہ اللہ کے پیغمبر ہیں؟"

بحیرا راہب نے جواب دیا "ہماری آسمانی کتابوں میں یہ روایت درج ہے کہ یا تو مسیح علیہ السلام اس بیر کے درخت کے نیچے ٹھہرے تھے یا نبی آخر الزماں اس کے نیچے قیام فرمائیں گے، اے ابوبکر! میرا ایمان ہے کہ محمد بن عبداللہ یقیناً اللہ کے رسولؐ ہیں۔"

بحیرا راہب کی گفتگو سن کر اسی وقت حضرت صدیق اکبرؓ حضورؐ کی رسالت پر بعثت سے بیس سال پیشتر ایمان لے آئے اور آج تک آپ سابق الاسلام تسلیم کیے جاتے ہیں۔ آپ کی یہ شان بھی آپؓ کے نمایاں خصائص میں ہے کہ آپ ایک بڑے اونچے گھرانے کے صاحبِ ثروت فرد تھے۔ آپ کا شمار امراءِ عرب

میں ہوتا تھا، دل میں خشیتِ الٰہی، آنکھوں میں مروّت، بنی نوعِ انسان سے محبت، جذبات میں تقویٰ و طہارت، اخلاق میں فیاضی و ہمدردی اور بذل وجود کے جوہر تھے۔ منہیات و محرمات سے فطرتاً متنفر تھے، غریبوں کی امداد فرماتے، غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیتے، آفت زدوں، ستم رسیدوں اور مظلوموں کی اعانت میں مشغول ہو جاتے۔

آپ کے والد بزرگوار عثمان ابو قحافہ نے جب یہ دیکھا کہ آپ ضعیف و نزار غلام خریدتے ہیں تو نصیحت کی کہ "بیٹا! ایسے بے کار و ناکارہ غلاموں پر کیوں روپیہ ضائع کرتے ہو؟ جوان، تنومند، چست و چالاک غلام خریدا کرو جن سے دنیوی فوائد بھی حاصل ہوں، اور ظاہری شوکت بھی قائم رہے۔"

آپ نے جواب دیا "بابا جان! آخرت میں یہی مظلوم اور گرفتہ بیکس غلام کام آئیں گے۔"

معراج کی تصدیق کفار کے مجمع میں آپ نے سب سے پہلے فرمائی، ہجرت میں رفیق، اور غارِ ثور میں ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ کے مصداق آپ ہی تھے، حضورِ اقدس ؐ نے بیماری کی حالت میں آپ ہی کو امامت کے لئے منتخب فرمایا تھا۔

آپ نے حضورؐ کے واصل الی اللہ ہونے کے بعد خلافت و بقائے اسلام کی بیش بہا خدمات انجام دیں جو تنہا آپ ہی کے لئے رب تعالیٰ نے مخصوص فرمائی تھیں، خلافتِ عظمیٰ کا قیام محض آپ ہی کے حسنِ تدبر کا نتیجہ تھا۔

خلیفۂ رسول اللہ ؐ ہونے کے بعد منکرینِ زکوٰۃ، مرتدینِ اسلام، مدعیان

کفار کی شورشوں سے اسلام کو ابد الآباد تک کے لئے محفوظ فرما دیا آپ ہی کے خصائص میں سے ہے جو رہتی دنیا تک یاد رہیں گے۔ ایام خلافت میں جن خدمات جلیلہ کو آپ نے انجام دیا جو درس اخلاق آپ رضی نے امت کو دیا اس کی نظیر نہیں ملتی۔ بستر مرگ سے اسلام کے مستقبل کا جو انتظام فرمایا اور جس شانِ تدبر سے حضرت فاروق اعظم رضی کو خلیفہ اسلام نامزد فرمایا یہ آپ کے وہ احسانات ہیں جو اسلامیانِ عالم کے قلوب میں ہمیشہ ہمیشہ جاگزیں رہینگے جس طرح آپ اپنی حیات مبارکہ میں حضور کے سایہ عاطفت سے جدا نہ ہوئے اسی طرح یہ سعادت بھی آپ کے لئے مخصوص ہوئی کہ حضور سید المرسلین کے پہلوئے اقدس میں گنبد خضریٰ کے اندر ابدی استراحت سے لطف اندوز ہوئے۔

۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ کو آپ نے اس دار فانی سے انتقال فرمایا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے اقدس میں دفن ہوئے

انا للہ وانا الیہ راجعون

مولائے کائنات شیرِ خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

پیدائش حضرت شیرِ خدا سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ۱۳ رجب المرجب کو جمعہ کے دن مکہ مکرمہ میں کعبۃ اللہ شریف کے اندر تولد ہوئے واقعۂ فیل وقوع میں آکر اس وقت تیس سال گزرے تھے، آپ کی ولادتِ باسعادت کے دس سال بعد حضرت رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ بعد ولادت سے ۲۳ سال کے بعد ہجرت ہوئی۔

آپ کے نام نامی کے ساتھ کرم اللہ وجہہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ جس وقت آپ رحم مادر میں تھے تو وہ زمانہ بت پرستی کا تھا، قریش کا تمام قبیلہ اور عرب کے سارے قبائل بت پرست تھے، اسی عادت کے مطابق آپ کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنتِ اسد بت کو سجدہ کرنے کا قصد فرماتیں تو آپ عالم حمل ہی میں ایسے موقع پر اپنا پاؤں ان کے پیٹ پر رکھ دیتے اور اپنی پیٹھ ان کی پیٹھ سے ملا دیتے کہ وہ بت کو سجدہ نہ کر سکیں، چونکہ حالتِ حمل میں بھی آپ کا سر کسی بُت کے آگے جھکنے نہیں پایا، بلکہ والدہ کو بھی آپ نے بُت کے سجدے سے روکا، اس لئے آپ کو کرم اللہ وجہہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک نے آپ کے چہرہ کو بُت کے آگے جھکنے سے بچا کر عزت دی۔ آپ ماں اور باپ دونوں جانب سے ہاشمی النسب تھے، جو عرب کے سارے قبائل میں

اشرف ترین قبیلہ ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عبد المطلب پر ملتا ہے۔

آغوشِ رسالت میں

ایک دفعہ مکہ مکرمہ میں خشک سالی کی وجہ سے قحط ہو گیا۔ تو ذی اخلاق اشراف اور اہل دیہات والے لوگوں پر اس کا بڑا اثر ہوا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا عباس بن عبد المطلب سے فرمایا کہ آپ کے بھائی ابوطالب کے بچے بہت ہیں اور زمانہ پریشانی کا ہے اگر آپ ایک بچے کو لے لیں اور میں ایک کو لے لوں تو انکو سہولت ہو گی۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور ابوطالب کے دروازے پر آئے اور عندیہ ظاہر کیا۔ حضرت ابوطالب نے فرمایا کہ اگر عقیل اور طالب دونوں کو میرے لئے چھوڑ دو تو باقی بچوں کی نسبت تم کو اختیار ہے۔ حضرت عباسؓ نے جعفر طیارؓ کو لے لیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے لئے انتخاب فرمایا اور اس وقت سے آپ کی پرورش آغوشِ رسالت میں ہوئی۔ بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ایمان لائے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مقدس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں گیا کیا کمالات پیدا کئے، اس کو زمانے نے دیکھا۔

شجاعانہ کارنامے

کتب المغازی کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوات میں تمام دنیا نے آپ کا لوہا مان لیا تھا۔ زمانہ رسالت میں جتنے غزوات ہوئے سب میں آپ شریک ہوئے اور داد شجاعت دی۔ صرف غزوۂ تبوک میں آپ حسب ارشاد نبوی اس میں شریک نہ ہو سکے۔ مسلم شریف

وبخاری شریف کی حدیث ہے کہ اس وقت جناب شاہِ ولایت نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی یارسول اللہ، اتخلفنی فی النساء والصبیان، اے خدا کے پیارے اور سچے رسول! کیا مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں تو ارشاد ہوا، اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ غیر انہ، لا نبی بعدی، کیا تمہیں پسند نہیں کہ تمہاری منزلت میرے پاس ایسی ہو جیسی ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام کے پاس تھی مگر فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اس لیے تم ہارون علیہ السلام کی طرح نبی نہیں ہو سکتے، یہ سنکر آپ خوش ہو گئے۔

غزوۂ تبوک کے سوا تمام غزوات میں آپ کے کارنامے مشہور ہیں، غزوۂ بدر کے وقت آپ کی عمر شریف صرف ۲۷ سال کی تھی، اس میں کل ستر مشرکین قتل ہوئے تھے، جن میں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ۲۲ اشخاص کو قتل کیا تھا، نو آدمیوں کو تو بذاتِ خود قتل کیا، جنگِ بدر میں ۳۱۳ مسلمان تھے، اس لحاظ سے اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے من جملہ، مقتولین کے ۲۲ کو قتل فرمایا تو بھاری جماعت کو قتل کیا۔

جنگِ بدر میں جب صف آرائی ہوئی تو عقبہ بن ربیعہ نے آواز دی یا محمد اخرج لنا اکفاءنا من قریش، اے محمد! ہمارے مقابلہ کے لیے ہمارے ہمسروں کو نکالو، جو قریش سے ہوں، تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قم یا علی، علی! اٹھو، آپ اٹھے اور مقابلے کے لئے نکل آئے، اور فرمایا: انا علی بن ابی طالب، میں علی بن ابی طالب ہوں، عقبہ بن ربیعہ نے

اپنے بیٹے ولید سے کہا کہ تو ان کے مقابلہ کے لئے جا، جب چار آنکھیں ہوئیں اور ایک دوسرے نے ضرب لگائی تو ولید کا وار خالی گیا اور علی کرم اللہ وجہہ نے ایسی ضرب لگائی کہ ولید کا بایاں ہاتھ جدا ہو گیا، پھر دوسرا ہاتھ چلایا تو وہ قتل ہو گیا۔

جنگ احد میں بائیس ۲۲ مشرکین قتل ہوئے جن میں سے سات اشخاص کو حضرت شیر خدا نے قتل کیا۔ جنگ احد میں طلحہ بن ابی طلحہ نے جو مشرکین کی طرف سے علم جنگ اٹھائے ہوئے تھا، پکار کر کہا کہ اے اصحاب محمدؐ تمہارا زعم تھا کہ اللہ تعالیٰ ہم کو تمہاری تلواروں کے ذریعہ دوزخ میں بھیجتا ہے اور تم کو ہماری تلواروں سے جنت میں روانہ کرتا ہے، اب دیکھیں کون ہمارے مقابلہ میں آتا ہے، یہ سنتے ہی شیر خدا نکل پڑے اور فرمایا کہ واللہ جب تک تجھے اپنی شمشیر کے ذریعہ دوزخ میں نہ روانہ کر دوں تجھ سے جدا نہ ہوں گا۔ طرفین سے وار ہوا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک ایسا وار ہوا کہ اس کا پاؤں کٹ گیا اور وہ زمین پر گر پڑا، آپ نے اس کو قتل کر ڈالنا چاہا، مگر اس نے کہا اے میرے چچا کے لڑکے تجھے خدا کی قسم ہے مجھ پر رحم کر، یہ سننا تھا کہ آپ واپس ہو گئے، لوگوں نے کہا کیوں قتل نہ کیا، فرمایا کہ اس نے مجھے خدا کی قسم دی، مگر میرا وار ایسا پڑا ہے کہ وہ جانبر نہ ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، کہ اسی وقت مر گیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی بشارت دی گئی، تو آپ بھی خوش ہوئے اور مسلمانوں کو بھی خوشی ہوئی۔

جنگ احد میں حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو ۱۶ زخم لگے ان میں سے

چار زخم بڑے زبردست تھے جن کی وجہ سے آپ زمین پر گر پڑے، اس وقت ایک خوب صورت آدمی خوشبو لگائے ہوئے آیا، آپ کو اٹھایا، اور کہا کہ تم خدا اور رسول کی اطاعت میں ہو وہ تم سے راضی ہیں، تم کفار کے مقابلے کے لئے جاؤ، آپ نے یہ واقعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرمایا تو ارشاد ہوا کہ علی! تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں وہ جبریل علیہ السلام تھے۔

غزوۂ خندق میں کفار نے ایسی جگہ سے مسلمانوں پر حملہ کیا، جہاں خندق چھوٹی تھی، سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے مدافعت کے لیے جانا چاہا تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا، پھر جب کفار نے اصرار کیا اور کہنے لگے کہ تمہاری ہمت کہاں گئی، اور تمہاری جنت کدھر ہے، تو حضور نے آپ کو اجازت دے دی اور اپنا عمامہ مبارک سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے سر پر باندھا، جب علی کرم اللہ موقع پر پہنچے، تو عمرو بن عبدِ ود مقابلے کے لئے آیا، وہ صنادید قریش سے تھا آپ نے ایک تلوار اس کی گردن پر ایسی ماری کہ وہ زمین پر اوندھے منہ گرا اور واصل جہنم ہوا۔ پھر اس کے بیٹے پر حملہ کیا اس کو بھی قتل کر ڈالا، ان کے قتل ہوتے ہی قریش کفار ہزیمت کھا کر بھاگتے نظر آئے۔

غزوۂ خیبر میں رایتِ جنگ آپ ہی کے ہاتھ میں تھا اور آپ ہی کی وجہ سے اللہ پاک نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی، قلعۂ خیبر کا دروازہ آپ نے ایک ہاتھ سے اکھیڑ ڈالا اور تمام دن اس کو سپر بنائے ہوئے کفار سے لڑتے رہے۔ صبح کو مسلمانوں نے اس کو اٹھانا چاہا تو چالیس آدمیوں سے بھی نہ ہل سکا۔

رسول اللہ صلعم کے بستر پر شجاعت کے کارناموں میں قابلِ ذکر بات یہ بھی ہے کہ

کہ جس وقت کفارِ قریش نے عزم کیا کہ نعوذ باللہ آج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تمام کیا جائے۔ تو اللہ پاک نے حضورِ انور صلے اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ اسکی اطلاع فرمائی جس کی بناء پر آپؐ وہاں سے تشریف لے گئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے بسترِ مبارک پر سو جانے کا حکم فرمایا، چنانچہ آپ خوشی خوشی وہاں سو رہے۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر آرام سے سونا کوئی معمولی بات نہ تھی، میدانِ جنگ میں ہزاروں کے مقابلہ میں کھڑے ہو جانا آسان ہے، سمندر میں گھوڑا ڈال کر اترنے کی آمد و کرنا سہل ہے، آگ میں کود جانا اور اس سے بچ کر نکلنے کی کوشش کرنا کوئی مشکل امر نہیں مگر ایسے موقع پر جہاں سب دشمن اتفاق کر چکے ہوں کہ وہاں سونے والے کو حالتِ خواب میں قتل کیا جائے گا، آرام سے سونا کارے دارد تھا یہ شیرِ خدا کا ہی جگر تھا کہ وہاں باطمینانِ خاطر آرام سے سوتے رہے اور اس طرح ارشادِ نبوی روحی فداہٗ کی تعمیل فرمائی۔

اس کے علاوہ واقعہ جمل و جنگ صفین بھی مشہور ہے، جس میں شاہِ ولایت نے اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے، چنانچہ جنگِ صفین میں ایک وقت آپکے مقابلہ کے لیے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ آئے اور باہم مقابلہ ہوا، تھوڑی دیر نہ گذری کہ شیرِ خدا نے عمرو بن عاصؓ کو پچھاڑ دیا۔ اتنے میں عمرو بن عاصؓ کا تہمد کھل گیا اس پر شیرِ خدا وہاں سے فوراً الگ ہو گئے اور فرمایا کہ یہ مسلمان کو اپنے بھائی کا ستر دیکھنا جائز نہیں، سبحان اللہ شجاعت اس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص دشمن کی صورت میں سامنے آتا ہے اور جنگ کرتا ہے، اس اثناء میں وہ عریاں ہو جاتا ہے، ایسے وقت میں

شیر خدا ہی کا سینہ ہے کہ اس کی دشمنی اور مقابلہ کا خیال نہیں کرتے اگرچہ اس کے قتل کا اس سے اچھا موقع اور کیا ہو سکتا تھا، مگر آپؓ اسے مسئلہ شرعی کو پیش نظر رکھتے ہوئے چھوڑ دیتے ہیں، اس سے زیادہ اہم اور مشہور واقعہ آپؓ کا یہ ہے کہ کسی غزوے میں آپؓ نے ایک کافر کو پچھاڑا اور اس کے سینے پر بیٹھ گئے، جب اس کافر کو اپنی زندگی کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی تو اس گستاخ نے نہایت گستاخانہ طور پر حضرتؓ کے رخِ انور پر تھوک دیا جونہی اس نے یہ حرکت کی، حضرت فوراً ہی اس کے سینے سے اتر آئے اور چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے۔ وہ کافر حیران تھا کہ دشمن پر قابو پانے کے بعد آپؓ نے چھوڑ دیا، لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ نے اسے چھوڑ کیوں دیا، آپ نے ارشاد فرمایا میں نے اسے اس لئے چھوڑ دیا کہ پہلے تو میں خدا کے لئے اس سے نمٹ رہا تھا لیکن جب اس نے میرے منہ پر تھوکا تو مجھے غصہ آ گیا، اگر میں اسے غصے کی حالت میں قتل کر دیتا تو اس کا قتل خدا کی راہ کے بجائے مجھ سے گستاخی کرنے کے بارے میں ہو جاتا، اس لئے میں اسے چھوڑ کر الگ ہو گیا۔ یہ بات جب اس کافر نے سنی تو فوراً مسلمان ہو گیا

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک روز انھوں نے مسجد نبوی میں نماز ظہر ادا کی، اسی اثنا میں ایک فقیر آیا اور اس نے سوال کیا مگر اس کو کچھ نہ ملا حضرت شیر خدا نماز میں تھے، آپ نے اسی حالت میں اس کو اپنی چھنگلیا کی اشارہ کیا کہ وہ شخص آیا اور اس میں سے انگوٹھی اتار لی۔ اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی:۔

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔ "تمہارے دوست اللہ اور رسول اور مومنین ہیں جو نماز کو قائم کرتے اور بحالتِ نماز زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔"

ایک دفعہ حسنین رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نذر مانی کہ اگر اللہ پاک ان کو شفا دے تو میں ۳ روزے رکھوں گا، شفا ہوئی آپ نے روزے رکھے، افطار کے لئے کچھ نہ تھا، یہودی کے پاس سے تھوڑی سی روئی لائے اور بی بی خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے اس کو کاتا، اس کی اجرت کے جو پیسے آئے اس کا آٹا منگوایا، روٹیاں پکائیں، اب افطار کرنا چاہتے تھے کہ ایک مسکین آیا اور سوال کیا، اس کو روٹیاں دے دیں اور ویسے ہی دوسرے دن روزہ رکھا، پھر افطار کے وقت ایک یتیم نے سوال کیا وہ روٹیاں بھی دے دیں پھر تیسرے دن روزہ رکھا اسی طرح مزدوری کے جو پیسے آئے اس کا آٹا منگوایا روٹیاں تیار ہوئیں عین افطار کے وقت ایک اسیر آیا اس کو دیدیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا " اللہ پاک کی محبت کی وجہ سے وہ لوگ مسکین اور یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں، یہ آیت بھی آپ ہی کی شان میں نازل ہوئی۔

انا مدینۃ العلم وعلی بابہا

حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے علم کی بابت حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:- انا مدینۃ العلم وعلی بابہا " میں علم کا شہر ہوں اور علی کرم اللہ وجہہ اس کا دروازہ اور یہ بدیہی بات ہے کہ شہر میں بغیر دروازہ کے داخل نہیں ہو سکتے، خلاصہ یہ کہ تمام اسلام میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریائے علم کی جتنی نہریں جاری ہوئی ہیں وہ سب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حسن توسط سے جاری ہوئیں علم شریعت میں آپ کو جو دستگاہ حاصل تھی اس کے تمام صحابہ کرام دل سے معترف تھے اور خلافت میں جس قدر مشکلات پیش آئیں ان میں

خصوصیت کے ساتھ حضرت شاہِ ولایت سے مشورہ لیا جاتا۔

منصفانہ فیصلے دربارِ فاروقی میں ایک زنا کا مقدمہ پیش ہوا اور بعد ثبوت امیرالمومنین نے سنگسار ی کا حکم فرمایا۔ شاہِ ولایت نے فرمایا یہ عورت حاملہ ہے، اگر اس پر حد جاری کی جائے تو بے گناہ بچہ جو حالتِ حمل میں ہے مارا جاتا ہے، آپ نے حکمِ رجم ملتوی فرمایا اور فرمایا "لولا علی لھلک عمر" اگر آج علی نہ ہوتے تو عمر رض ہلاک ہو جاتا۔ مقدمات کا فیصلہ کرنے میں اللہ پاک نے آپ کو کمال عنایت فرمایا تھا، اس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بھی باخبر تھے، اپنے مخصوص صحابہ کی جب آپ تعریف فرماتے اور حضرت شیرِ خدا کا نمبر صفِ صحابہ میں آتا تو آپ کی شان میں ارشاد ہوتا "اقضاھم علی" علی رض سب میں اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں۔ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔

ایک دفعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو شخص پیش ہوئے ایک نے کہا میرا گدھا تھا اور اس شخص کی گائے تھی، اس کی گائے نے میرے گدھے کو مار ڈالا اس پر ایک صحابی نے عرض کی، "لاضمان علی البھائم" چوپایوں کے جھگڑوں میں کسی پر تاوان نہیں، یہ سن کر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اقض بینھما یا علی"، علی رض ان دونوں کا جھگڑا چکاؤ، آپ نے بہ تعمیلِ ارشاد ان سے پوچھا کہ گدھا اور گائے بندھے ہوئے تھے یا چھوٹے ہوئے، ان دونوں نے کہا گدھا بندھا ہوا تھا اور گائے چھوٹی ہوئی تھی اور گائے کا مالک بھی اس کے ساتھ تھا، آپ نے فرمایا کہ گائے کے مالک پر گدھے کا ضمان ہے، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس فیصلے کو نافذ فرمایا۔"

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس مقدمے کے فیصلے میں علی رضی
شریک نہ ہوں اللہ مجھے اس سے پناہ دے اور سعید بن المسیب تابعی رحمۃ اللہ
علیہ فرماتے ہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پروردگار مجھے ایسے مقدمے کے
فیصلے کے لیے زندہ نہ رکھ جس کے لیے ابو الحسن نہ ہوں۔

غرض اس قسم کے صدہا واقعات ہیں، بایں ہمہ اپنی خلافت کے زمانہ میں
شریح تابعیؒ کو کوفہ کا قاضی مقرر فرمایا تھا، کوفہ آپ کا دارالخلافہ تھا، آپ کی زرہ کسی
یہودی نے چرالی، ایک دن وہ شخص مل گیا اور زرہ بھی اس کے پاس موجود تھی، آپ نے
اس مقدمے کا فیصلہ خود نہیں فرمایا، بلکہ ضابطہ کے موافق قاضی کے پاس گئے اور
یہودی کے برابر کھڑے ہو گئے اور مقدمہ پیش کیا، قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا
امیر المومنین! گواہ پیش کیجیے، آپ نے حضرت امام حسنؓ اور ایک شخص کو پیش کیا، قاضی
صاحب نے کہا امیر المومنین امام حسنؑ تو آپ کے فرزند ہیں اور بیٹے کی گواہی باپ کے
حق میں معتبر نہیں۔ اس مسئلہ میں آپ کا اجتہاد یہ تھا کہ ایسی گواہی معتبر ہے، مگر قاضی
شریح کا اجتہاد یہ تھا کہ ایسی گواہی معتبر نہیں ہے، آپ نے فرمایا سبحان اللہ! ایک
شخص اہلِ جنت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نسبت فرمایا ہے کہ حسن
حسین نوجوانانِ اہلِ جنت کے سردار ہیں، اور ایسے شخص کی گواہی معتبر نہیں، یہ
کہہ کر خاموش ہو رہے قاضی صاحب نے اس یہودی کو قسم کھانے کے لیے کہا۔ یہودی
نے غور کیا کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ اس میں امیر المومنین کو بھی کوئی خصوصیت
نہیں اور امیر المومنین کے پیش کردہ گواہوں کی نسبت وہی جرح و قدح ہوتی ہے
جو دوسروں کے ساتھ کی جاتی ہے اور امیر المومنین ہیں کہ اس پر بھی خاموش ہیں، تو سمجھ

لیا کہ یہ مذہب حق ہے اعتراف کیا کہ یہ زرہ امیر المومنین کی ہے اور اسلام قبول کر لیا، اس پر شیرِ خدا نے خوش ہو کر وہ زرہ اس کو دے دی۔

جنابِ شاہِ ولایت کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ قرآنِ پاک کی ہر آیت کے متعلق مجھے معلوم ہے کہ وہ مکہ شریف میں نازل ہوئی، یا مدینہ شریف میں۔ سفر میں نازل ہوئی یا حضر میں، پہاڑ پر نازل ہوئی، یا نرم زمین پر اور یہ بھی معلوم ہے کہ وہ رات کو اتری یا دن کو اور کس موقعہ پر نازل ہوئی۔

علومِ باطنی

یہ علومِ ظاہری کا حال تھا علومِ باطنی کی نسبت اس قدر عرض کر دینا کافی ہوگا، کہ اربابِ طریقت کے سب سے مشہور چار طریق ہیں، جن میں بیعت لی جاتی ہے اور ابتدا سے آج تک بکثرت مریدین کو ان ہی چار طریقوں میں بیعت کا شرف حاصل ہوا ہے اور اس کی بدولت ہزارہا بندگانِ خدا واصل بحق ہوئے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک ہوتے رہیں گے، وہ چار طریق یہ ہیں:۔

قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، ان چار طریقوں میں سے نقشبندیہ، کے سوا تین طریقوں کا اجرا جنابِ شاہِ ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہے، اور صرف طریقۂ نقشبندیہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تک منتہی ہے۔ مگر اس میں بھی حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو درجہ بعد حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔ جو دوسرے تینوں سلاسل میں حضرت شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ کے مرید اور شیخ سلسلہ ہیں۔ اسی لحاظ سے حدیث شریف انا مدینۃ العلم و علیٌ بابھا، کی پوری تطبیق ہوتی ہے۔

سیدالشہداء امام عالی مقام

سیدنا حضرت امام حسین

علیہ السلام

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین نواسے، خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جگر گوشے، مولائے کائنات، شیرِ خدا سیدنا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے لختِ جگر سیدنا امام حسین علیہ السلام مدینہ طیبہ میں ۵ شعبان ۴ھ میں پیدا ہوئے، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحنیک فرمائی اور اپنا لعابِ دہن حضرت امام عالی مقام کے منہ میں ٹپکایا اور اسمِ گرامی حسینؑ رکھا تھا۔

حلیۂ مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام فرقِ اقدس سے لیکر پائے مبارک تک حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل مشابہ تھے، آپ اس درجہ حسین وجمیل اور شکیل تھے کہ جو آپ کو دیکھتا والہ وشیدا ہو جاتا، چہرۂ مبارک کی چمک دمک ایسی تھی کہ اندھیری رات اور خانۂ تاریک میں ستارۂ روشن کی طرح چمکتا تھا، اندھیری رات میں لوگ چہرۂ انور کی روشنی میں راہ چلتے تھے۔

اوصاف وخصائل حضرت سیدالشہداء علم وعمل، زہد وتقویٰ، جود وسخا، اخلاق ومروت، صبر وشکر، حلم وحیا وغیرہ میں اپنی مثال آپ تھے، غربا پروری، مہماں نوازی، اعانتِ مظلوم، صلہ رحمی، اپرورشِ

فقراء و مساکین میں شہرۂ آفاق تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز ایک لونڈی نے ایک گلدستۂ گلِ ریحان کا آپ کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے اسے سونگھا اور اس لونڈی کو اسی وقت آزاد کر دیا، میں نے عرض کیا یا ابنِ رسول اللہ آپ نے ایک گلدستۂ ریحاں کے عوض لونڈی کو آزاد کر دیا؟ فرمایا اے انسؓ کیا تمہیں معلوم نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

"اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا" جب کوئی شخص تمہیں دعا دے تو تم بھی اس کو اس سے اچھی دعا دو، ایک روز آپ مہمانوں کے ساتھ کھا رہے تھے آپ کے غلام کے ہاتھ سے گرما گرم شوربے کا پیالہ فرقِ اقدس پر گر کر ٹوٹ گیا، اس پر آپ نے تادیباً غلام کی طرف دیکھا غلام نے فوراً عرض کیا:۔

"والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین"

آپ نے فرمایا میں نے اپنا غصہ پی لیا اور تیرا قصور معاف کر دیا اور تجھے اللہ کی راہ میں آزاد کر دیا اور تیرے خرچ اخراجات کی ذمہ داری میرے اوپر ہے"۔

ایک روز حضرت سیدالشہداء چار سو صحابہ کے جلوس میں تشریف لے جا رہے تھے راستے میں ایک اعرابی ملا اس نے پوچھا تم ابوطالب کے پوتے ہو؟ فرمایا ہاں تب وہ آپ کے والدِ محترمؓ کی شانِ اقدس میں سخت و سست کہنے لگا، صحابۂ کرامؓ نے اعرابی کو تنبیہ کرنی چاہی مگر آپ نے انھیں منع فرما دیا اور اس کے ساتھ نہایت خلق و مہربانی سے پیش آئے یہاں تک کہ وہ آپ کے قدموں پر گر پڑا۔

آپ کے جود وسخا کا یہ عالم تھا کہ آپ کے دَر سے کوئی سائل خالی نہ جاتا تھا ایک روز ایک درماندہ روزگار نے امام علیہ السلام سے اپنے افلاس و تنگ دستی کی شکایت...

کی آپ نے پانچ توڑے اشرفیوں کے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے یہاں سے اسی وقت آئے تھے اس شخص کو دے دئے تھے۔

ایک مرتبہ ایک سائل نے درِ دولت پر حاضر ہو کر دو اشعار حضرت کی خدمت میں لکھ کر بھیجے، جن میں اپنی پریشان حالی اور احتیاجِ امداد کا اظہار کیا تھا تھوڑے توقف کے بعد پھر دو اشعار لکھ کر بھیجے کہ اپنے درِ دولت سے خالی ہاتھ نہ جانے دیجئے، یہ دو اشعار دیکھتے ہی آپ نے دس ہزار درم اس کے پاس بھیج دئے اور یہ کہلا بھیجا کہ اگر تو جلدی نہ کرتا تو اس سے زیادہ دیتا۔

ذوقِ عبودیت

آپ کے ذوقِ عبودیت اور اطاعتِ خداوندی کا یہ عالم تھا کہ شب و روز عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے، دنیا اور دنیا والوں سے کوئی سروکار نہ رکھتے تھے، کسی شخص نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کے والد ماجد کے اولاد کیوں کم ہوئی؟ آپ نے فرمایا جس قدر ہوئی وہ بھی غنیمت ہے، ان کو فرصت ہی کہاں تھی، کہ وہ دنیا کی طرف رُخ کریں، دن رات میں تین ہزار رکعتیں نماز پڑھنا آپ کا ہمیشہ کا معمول تھا آپ نے پاپیادہ پچیس حج کئے۔

محبوبِ حبیبِ رب العالمین

حضرت امام حسین علیہ السلام کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جان و دل سے زیادہ عزیز تھے اور آپ سے اس درجہ محبت تھی کہ حضورؐ نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کو آپ پر فدیہ کر دیا تھا، آپؐ جس وقت حضرت حسینؓ کے رونے کی آواز سنتے تھے بے تاب ہو کر فرماتے تھے، کہ حسینؓ کے رونے سے میرا دل دکھتا ہے، حضور سرورِ عالم

صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی خاطر داری اس درجہ منظور تھی کہ حضرت حسینؓ اپنے مقدس و محترم نانا کی پشت مبارک پر سوار ہو کر دہن مبارک میں ڈوری بطورِ لگام لگا کر کھینچے پھرتے تھے اور حضور سرورِ عالمؐ گھٹنوں کے بل حضرتِ حسینؓ کی خواہش کے مطابق اِدھر اُدھر بھاگے بھاگے پھرتے تھے۔

ایک روز حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا دربارِ نبوی میں روتی ہوئی تشریف لائیں اور فرمانے لگیں بابا! حسنؓ اور حسینؓ بہت دیر سے باہر گئے ہوئے ہیں اب تک واپس نہیں آئے ان کے والد گھر پر نہیں ہیں اور نہ کوئی دوسرا آدمی ہے کہ اس کو بچوں کی تلاش کے لیے بھیجوں، سلطانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دلاسا و تشفی دیتے ہوئے دعا فرمائی۔ اتنے میں حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر خبر دی کہ حضورؐ کوئی اندیشہ نہ فرمائیں اس وقت دونوں شاہزادے حظیرۂ بنی النجار میں ہیں اور حق تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے لئے دو فرشتے تعینات کر دئے ہیں، حضور سلطانِ دوعالمؐ فوراً ہی اٹھ کر حظیرۂ بنی النجار میں پہنچے، دیکھا دونوں بھائی ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈالے بیٹھے ہیں، فرشتوں نے ایک بازو ان کے بیٹھنے کے لئے بچھا رکھا ہے اور ایک بازو کا سایہ کر رکھا ہے، حضورؐ دونوں صاحبزادوں کو گود میں اور کاندھے پر بٹھا کر لے آئے۔

شہادت کی پیشنگوئی

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرتِ جبریل علیہ السلام خبر دے چکے تھے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام ارضِ کربلا میں شہید ہوں گے اور کربلا کی مٹی بھی لاکر آپ کو دے دی تھی۔

امام احمدؒ ام سلمہ رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آقائے دوجہاںؐ نے اس خاک کو حضرت ام سلمہؓ کو مرحمت فرماتے وقت فرمایا تھا کہ یہ مٹی حضرت امام حسینؓ کے مقتل کی ہے، اسے حفاظت سے رکھو، اس مٹی کا خون ہو جانا حسینؓ کے قتل کی علامت ہے حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اس خاک کو بحفاظت شیشہ میں رکھ چھوڑا جس روز حضرت امام عالی مقام نے جام شہادت نوش فرمایا اسی روز وہ مٹی خون ہو گئی تھی۔

ابن عساکر نے ایک اور روایت بیان کی ہے جس میں قاتل کا نام یزید صاف صاف مذکور ہے اور یہ بھی مذکور ہے کہ وہ دین میں رخنہ اندازی کرے گا، اور اہل بیت اطہار کو مٹانے کے درپے ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، یزید پلید نے شریعت اسلامیہ کی کھلم کھلا توہین کی اور اہل بیت کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگا۔

بیعت سے انکار

امیر معاویہ بن ابی سفیان کے انتقال کے بعد یزید بن معاویہ نے جس کی ولی عہدی کا پہلے ہی سے اعلان ہو چکا تھا، زمام حکومت اپنے ہاتھ میں سنبھالی تو حضرت امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام سے بھی اطاعت و بیعت کا مطالبہ کیا، لیکن امامؑ نے انکار کیا اور ٹھیک اسی وقت اہل کوفہ نے جہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنا دار الخلافہ بنایا تھا، امام حسینؑ کو دعوت دی، کہ آپ یہاں تشریف لائیے، ہم آپ کی مدد کریں گے، آپ نے ان کے پیہم دعوت ناموں اور مسلسل اصرار کے بعد حضرت مسلم بن عقیلؓ کو کوفہ روانہ کیا، کہ وہاں امامؑ کے لئے بیعت لیں اور خود بھی سفر کی تیاری کرنے لگے، اس کا علم آپ کے دوستوں اور عزیزوں کو ہوا تھا تو انھوں نے کوفیوں کی روایتی بے وفائی

اور بد عہدی کے پیشِ نظر حضرت امامؑ کو کوفہ جانے سے باز رکھنا چاہا، وہ دیکھ چکے تھے کہ اہلِ کوفہ نے حضرت علیؑ اور حسن علیہما السلام کے ساتھ کیسی بے مروتی و بد عہدی کی تھی، تمام ہمدرد اعزہ و احباب نے آپ کے اس سفر کی مخالفت کی۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ حضرت عبد اللہ بن جعفر طیارؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور دوسرے بزرگوں نے تمام نشیب و فراز سمجھائے، مگر آپ کسی طرح بھی اپنے ارادہ میں تبدیلی کے لیے تیار نہیں ہوئے اور مکہ سے عراق کے لئے روانہ ہو گئے۔

فرزدق سے ملاقات

مقامِ صفاح میں مشہور محبِ اہلِ بیت شاعر فرزدق سے امامِ عالی مقامؑ کی ملاقات ہوئی جو کوفہ سے آرہا تھا، فرزدق نے بتلایا "اہلِ کوفہ کے دل آپ کے ساتھ ہیں مگر اُن کی تلواریں ظالم حکومت کی ہمدرد ہو گئی ہیں" آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا "تم سچ کہتے ہو خدا کو جو منظور ہے وہ ہو کر رہے گا اور ہم ہر حال میں اس کا شکر کریں گے اور آپ نے اپنے قافلہ کو آگے بڑھنے کا حکم دیا، مقامِ زرود میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ ابنِ زیاد گورنر کوفہ نے حضرت مسلم بن عقیل رضؓ کو اعلانیہ شہید کر دیا ہے اور کسی نے کوئی احتجاج نہیں کیا ہے، آپ نے بار بار "اِنّا للہِ وَاِنّا اِلیہِ راجعون" پڑھا، اس وقت بھی آپ سے یہی درخواست کی گئی، کہ خدا کا واسطہ دے کر ہم آپ کی اور اہلِ بیتِ کرام کی جان و ناموس کی حفاظت آپ سے چاہتے ہیں، کوفہ کا قصد ہلاکت و بربادی ہے، "للہ آپ یہیں سے واپس تشریف لے چلیے" فوراً حضرت مسلمؓ کے اعزاء جوش میں آگئے "واللہ ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے، ہم مسلم رضؓ کا انتقام لیں گے، یا انہیں کی طرح شہید ہو جائیں گے"۔ آپ نے غم و

حسرت سے ان کو دیکھا اور آگے بڑھنے کا حکم دیا۔

قادسیہ سے آگے بڑھنے پر کوفی سردار حر بن یزید ایک ہزار فوج کے ساتھ آپ کے سامنے آیا اور آپ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا، اس کی ڈیوٹی صرف یہ تھی کہ وہ آپ کا تعاقب کرتا رہے، نماز ظہر کا وقت آیا تو آپ نے حر کی فوج کے سامنے ایک خطبہ دیا، تقریر اتنی مؤثر اور مدلل تھی کہ کوئی بھی جواب نہ دے سکا پھر نماز ہوئی تو آپ کے ہمراہیوں کے ساتھ ہی حر کی فوج نے بھی آپ کی امامت میں نماز ظہر ادا کی۔

کربلا میں ورود

کوفہ سے ایک سوار آیا اور حر کو ابن زیاد کا خط پیش کیا جسے حر نے حضرت امامؑ کے سامنے پیش کر دیا۔ حسینؑ کو کہیں رکنے نہ دو، کہیں ٹھہریں تو کسی محفوظ یا شاداب مقام میں قیام نہ کر سکیں بالآخر آپ ایک ویران و وحشت ناک کھلے میدان میں اتر پڑے، اس کا نام معلوم کیا تو بتلایا گیا "کربلا" آپ نے فرمایا "یہ کرب اور بلا ہے" یہ میدان پانی سے دور تھا اور دریا و اس میدان میں ایک پہاڑی حائل تھی۔

۳ محرم ۶۱ھ کو عمر بن سعد کی قیادت میں کوفیوں کی چار ہزار فوج حضرت امامؑ کے مقابلے کے لیے کربلا میں آ پہنچی، عمر نے حضرت امامؑ سے معلوم کیا "آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟" آپ نے وہی جواب دیا جو حر بن یزید کو دے چکے تھے کوفہ کے ان ہی لوگوں نے مجھے بلایا تھا جن میں سے بہت سے اس وقت مجھے تمہاری فوج میں نظر آ رہے ہیں، اب اگر وہ مجھے ناپسند کرتے ہیں تو میں واپس جانے کے لیے تیار ہوں۔"

"عمر نے ابنِ زیاد کو اس جواب سے مطلع کیا تو اس نے عمر کو لکھا :۔
" حسینؑ اپنے رفقاء کے ساتھ پہلے یزید کی بیعت کریں، پھر ہم ان کے متعلق غور کریں گے، لیکن جب تک وہ بیعت نہ کریں، حسینؑ ان کے اہلِ بیت اور رفقاء تک پانی نہ پہنچنے پائے، وہ پانی سے اسی طرح محروم رہیں جس طرح عثمانؓ بن عفان پیاسے شہید ہوئے تھے"۔ اس حکم کی تعمیل میں عمر نے پانچ سو سپاہی گھاٹ کی حفاظت کے لیے متعین کیے، حسینی قافلہ کو پانی نہ ملا تو آپ نے حضرت عباسؑ بن علیؑ کو حکم دیا کہ تیس سوار اور بیس پیدل سپاہی لے کر پانی لے آئیں فرات پر پہنچے تو محافظ دستہ نے روکا، لیکن ۳۰ سوار اور ۲۰ پیدل پانچ سو کے دستہ سے لڑ کر پانی کی ۲۰ مشکیں لے ہی آئے۔

عاشورۂ محرم کی خونیں صبح پہلے سے حضرت امامؑ نے خیموں کے پیچھے خندق کھود کر اس میں آگ روشن کردی تھی، تاکہ دشمن عقب سے حملہ آور نہ ہوسکے، نمازِ فجر کے بعد عمر اپنی فوج لیکر میدان میں آیا، حضرتؑ نے بھی اپنے اصحاب کی ترتیب قائم کی جن میں بتیس سوار اور چالیس پیدل سپاہی تھے، میمنہ پر حضرت زہیرؓ بن القین اور میسرہ پر حضرت حبیب بن مظاہرؓ کو متعین کیا، علم حسینی حضرت عباس بن علیؑ کے مبارک ہاتھوں میں تھا، صفیں آراستہ ہوگئیں، تو شمر گھوڑا دوڑاتا ہوا آگے بڑھا اور خندق کی طرف اشارہ کر کے کہا "حسینؑ! کیا تم نے قیامت سے پہلے ہی آگ قبول کرلی" آپؑ نے فرمایا "اے چرواہے کے لڑکے! تجھے ہی اس دنیا میں عقوبت اور آخرت میں آگ ملے گی"، حضرت مسلم بن عوسجہؓ نے عرض کیا "مجھے اجازت دیجیے!

کہا سے تیر مار کر ہلاک کر ڈالوں" حضرت امامؑ نے ان کو منع فرما دیا تھا "میں لڑائی کی پہل نہیں کروں گا" دشمن قریب آیا تو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ مبارک سر پر رکھا، جس کے نیچے حضرت حمزہؓ کا خود تھا، امام حسنؓ کا پٹکا زیب تن فرمایا، حضرت جعفر طیارؓ کا ترکش شانہ سے لٹکایا، حضرت علیؓ کی باطل شکن تلوار سے آراستہ ہو کر اونٹنی طلب فرمائی، قرآنِ پاک سامنے رکھا اور دشمن کی صفوں کے سامنے کھڑے ہو کر ایک تقریر فرمائی تاکہ حجت تمام ہو جائے اور ظالموں کے لئے کوئی بہانہ باقی نہ رہے۔

"لوگو میری خاموش زندگی پر نظر کرو جو تمام تر عبادتِ الٰہی میں بسر ہوئی ہے میرا نسب یاد کرو اور سوچو میں کون ہوں، پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو، اور اپنے ضمیر کا محاسبہ کرو، کہ کیا تمہارے لئے میرا قتل کرنا اور میری حرمت و قرابت کا رشتہ توڑنا روا ہے، کیا میں تمہارے نبیؐ کی صاحبزادی کا بیٹا نہیں ہوں، کیا سید الشہداء حضرت حمزہؓ میرے باپ کے چچا نہیں تھے اور کیا میرے چچا ذوالجناحین حضرت طیارؓ نہیں تھے، کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مشہور قول میرے اور میرے بھائی کے حق میں نہیں سنا "حسنؓ اور حسینؓ نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں" اگر میرا یہ قول سچ ہے اور یقیناً سچ ہے کیوں کہ میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد سے آج تک واللہ کبھی جھوٹ نہیں بولا ہے، تو بتلاؤ کیا تمہیں برہنہ تلواروں سے میرا استقبال کرنا چاہیے؟ تم نیک لوگوں کا قتل اور ظالموں کی اطاعت کرتے ہو، کیا یہ بات بھی تمہیں اپنے ظلم سے نہیں روک سکتی، کہ اس وقت روئے زمین پر کسی نبیؐ کی صاحبزادی کا بیٹا موجود نہیں ہے، میں تمہارے نبیؐ کا بلا واسطہ نواسہ ہوں

کہ تم مجھ سے کس لئے جنگ کرنا چاہتے ہو؟ میں قیصرو کسریٰ کے طریقہ کی پیروی کے بجائے سنتِ نبویؐ کا اتباع کرنا چاہتا ہوں، تبلاؤ تمہاری فوجیں یہاں میرے مقابلے پر کس لئے آئی ہیں، کیا میں نے کسی کی جان لی ہے، کسی کا مال چھینا ہے؟ بتلاؤ، جواب دو"

آپ نے کوفی لشکر کو بار بار چیلنج کیا، لیکن کسی نے کوئی جواب نہیں دیا سب کے ضمیر شرمندہ و محجوب تھے لیکن سردارانِ فوج، دولت و اقتدار کے لالچ اور حکومت و طاقت کے خوف سے ..... جنگ کے لئے تیار تھے، ... عمر نے فوج کو حرکت دینی شروع کی تو حر بن یزید نے کہا "عمر! کیا تم حسینؑ سے واقعی جنگ کروگے" عمر نے ڈھٹائی سے جواب دیا "ہاں جنگ کریں گے اور ایسی جنگ جس میں کم سے کم یہ ہوگا کہ ہاتھ شانوں سے اڑ جائیں گے اور سر جسموں سے جدا کردئے جائیں گے"۔

حضرتِ حرؑ کی غیرتِ ایمانی جاگ اٹھی اور عمر سے فرمایا "خدا تمہیں غارت کرے" اور فوراً گھوڑے کو ایڑ لگا کر حضرت امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انتہائی ندامت و افسوس کے ساتھ عرض کیا "ابنِ رسول اللہ! میں وہی بدبخت ہوں جس نے ابنِ زیاد کی تعمیلِ حکم میں راستہ بھر آپ کا تعاقب جاری رکھا، یہاں تک کہ آپ کربلا میں خیمہ زن ہو گئے، لیکن خدا کی قسم! میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات تھی کہ محمدؐ کو "رسول اللہ" ماننے والے ان کے نواسہ کے معاملہ میں اس حد تک پہنچ جائیں گے، اتنے شقی ہو جائیں گے اور ظلم کی حمایت میں سنتِ نبویؐ سے اتنا اعراض و انکار کریں گے؟ میں اپنے قصور پر نادم ہو کر اب آپ کی خدمت میں آیا ہوں، میں آپ کے قدموں میں قتل ہونا چاہتا ہوں، کیا آپ میرا قصور معاف فرمادیں گے؟"

حضرت امامؑ نے فرمایا:-

"میں نے معاف کیا، خدا تیری توبہ قبول فرمائے اور تجھے بخش دے" اور پھر حضرت امامؑ نے فرمایا "تیری ماں نے تیرا نام حُر (آزاد) رکھا ہے انشاءاللہ تو دنیا اور آخرت دونوں میں "حُر" ہے" پھر حضرت حُر نے کوفی فوج سے خطاب کیا اور ان کی شقاوت وظلم پران کو ملامت کی جس کے جواب میں انھوں نے تیر برسائے اور حضرت حُرؓ واپس آ گئے۔

جنگ کا آغاز

سالارِ فوج نے اپنی کمان اٹھا کر حسینی جمعیت کی طرف پہلا تیر پھینکا اور کہا "سپاہیو! گواہ رہو سب سے پہلا تیر میں نے چلا کر جنگ کا آغاز کیا ہے" اس کے بعد تیر اندازی شروع ہو گئی۔

حضرت امام عالی مقامؑ کا سانحہ شہادت

جنگ شروع ہو گئی چاروں طرف سے دشمنوں نے آپ پر ہجوم کیا، آپ نے بھی تلوار چلانی شروع کی، پیدل ہی فوج پر حملہ کیا اور تنہا آپ کی ذاتِ اقدس نے دشمنوں کے قدم اکھاڑ دیئے، عبداللہ بن عمار جو کوفی فوج میں شامل تھا روایت کرتا ہے کہ "میں نے نیزے سے حضرت حسینؓ پر حملہ کیا اور آپ کے قریب پہنچ گیا، اگر چاہتا تو آپ کو قتل کر سکتا تھا مگر میں یہ سوچ کر پیچھے ہٹ گیا کہ یہ خونِ ناحق میں کیوں اپنے سر لوں، آپؑ پر ہر طرف سے حملے ہو رہے تھے مگر آپؑ جس طرف بڑھ جاتے تھے، دشمن کو بھگا دیتے تھے اور یہ دیکھ کر میں جنگ کرنے کے بجائے اس وقت یہ سوچنے لگا تھا کہ کیا حسینؓ کے علاوہ بھی اس دنیا میں کوئی ایسا شکستہ دل ہو سکتا ہے جس کا گھر کا گھر خود اس کی آنکھوں کے سامنے قتل ہو گیا ہو اور وہ اس طرح شجاعت، ثباتِ قدمی، اطمینان اور

جرأت و بہادری کے ساتھ دشمن پر حوصلہ شکن حملے کر سکتا ہو، حالت یہ تھی کہ آپ کے تلوار چلانے کے وقت دائیں بائیں سے دشمن اس طرح بھاگ کھڑے ہوتے تھے جس طرح شیر کو دیکھ کر بکریاں بھاگ جاتی ہیں، دیر تک یہی حالت رہی یہاں تک کہ آپ کو سخت پیاس لگی اور آپ فرات کی جانب بڑھے کہ اچانک ایک تیر آیا اور آپ کے حلق میں پیوست ہو گیا، آپ نے تیر کھینچ لیا اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دئے تو دونوں چلو خون سے بھر گئے آپ نے خون آسمان کی طرف اچھالا اور خدا کا شکر ادا کیا، یہ دیکھ کر حضرت زینب بنت فاطمہ علیہا السلام کو یارائے ضبط نہ رہا اور جوشِ محبت میں خیمہ سے باہر نکل آئیں اور فرمانے لگیں "کاش آسمان زمین پر ٹوٹ پڑے" یہ دیکھ کر حضرت امام ان کو صبر و رضا کی تلقین کرنے کے لئے خیمہ کی طرف لوٹے تو شمر اور اس کے ساتھیوں نے آپ سے تعرض کیا اور حضرت امام نے یہ محسوس کیا کہ میرے خیمہ کے سلسلے میں یہ بُرا ارادہ رکھتے ہیں، تو آپ نے فوج کو تنبیہ کی "اگر تم میں دین نہیں ہے اور خدا کا خوف تم میں باقی نہیں رہا تو کم از کم دنیاوی شرافت پر تو قائم رہو، میرے خیمہ کو اپنے جاہلوں اور اوباشوں سے محفوظ رکھو"۔ شمر اپنے اس نازیبا اقدام پر نادم ہوا اور کہا اچھا ایسا ہی کیا جائے گا"۔

آخری تنبیہ آپ بہت دیر تک جنگ کرتے رہے دشمن کے سپاہی قریب آتے تھے اور ہٹ جاتے تھے، کچھ تو آپ کی ہیبت و عظمت کی وجہ سے اور زیادہ تر اس لئے کہ ہر شخص اس گناہ کو اپنے سر لینے سے گھبراتا تھا، شمر نے یہ حالت دیکھی تو چلایا "اب کیا سوچ رہے ہو، کیوں

نہیں قتل کر دیتے؟" آپ نے اس کے جواب میں فرمایا:۔

"تم پر لعنت ہے، میرے قتل پر ایک دوسرے کو ابھارتے ہو، حالانکہ میرے بعد کسی انسان کے قتل پر بھی خدا اتنا ناراض نہیں ہوگا جتنا میرے قتل پر خدا تم سے ناراض ہوگا۔" مگر اب وقت آچکا تھا، مردود و ملعون زرعہ ابن شریک تمیمی نے آپ کے بائیں ہاتھ کو زخمی کیا، پھر شانہ پر تلوار ماری اور آپ لڑکھڑا گئے وگ ہیبت سے پیچھے ہٹے مگر پھر آگے بڑھ کر بدبخت جہنمی سنان ابن انس نے نیزہ مارا اور آپ زمین پر آرہے، اس نے فوراً ایک بیدل سپاہی سے کہا "سر کاٹ لے" وہ لپکا مگر جرأت نہ ہوئی تو بدبخت سنان نے کہا "خدا میرے ہاتھ شل کر دے" پھر خود ہی جوش میں آکر گھوڑے سے اترا، آپ کو ذبح کیا اور سر تن سے جدا کر لیا، تیروں کے زخموں کا تو کچھ شمار ہی نہ تھا، نیزے کے ۳۳ زخم اور تلوار کے ۳۴ گھاؤ تھے۔

شہادت کے بعد بدبخت رذیل و ذلیل کوفیوں نے حضرت امامؑ کے کپڑے تک بدن سے اتار لیے، ابنِ زیاد کے حکم کے مطابق عمر نے اعلان کیا کہ "حسینؑ کی لاش گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالی جائے" چنانچہ دس آدمی جو دنیا کی بدترین مخلوق تھے گھوڑے دوڑاتے ہوئے آگے آئے اور جسمِ اقدس و اطہر کو روند ڈالا

خورشیدِ امامت، شفقِ خون میں غروب ہوگیا، بدبختوں نے اپنے ہاتھوں پنجتن پاک کی آخری نشانی خود مٹادی، بنتِ رسولؐ کا بھرا گھرا نا اجڑ گیا، خاندانِ نبوت کے ایک ایک فرد کا جسم خونِ شہادت سے لالہ زار ہوگیا اور اسی خونِ شہادت نے اسلام کے خشک چمن کو سیراب کیا، سدا بہار بنایا اور قیامت تک کے لئے

دنیا کو ایک پیغام دیا، ظالم کی اطاعت جرم ہے، سر و سامانِ دنیوی سے بے نیاز ہو کر ظلم کی مخالفت میں تلوار اٹھانی چاہیے، یہاں تک کہ یا ظالم کی قوت فنا ہو جائے، ظلم کی تاریکی کافور ہو جائے اور حق و انصاف کے آفتاب کی کرنیں دنیا کے ہر گوشے کو پرنور بنا دیں، یا حق کی حمایت میں خونِ شہادت سے لالہ زار ہو کر خدا کے سامنے حاضر ہوں کہ مجرموں کے ساتھ زندہ رہنا بجائے خود جرم ہے"

یہی حضرت امام ع کی شہادت کا خلاصہ ہے۔

شاہ است حسینؑ، بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ، دین پناہ است حسینؑ
سر داد، نہ داد دست در دست یزید!
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ

سرتاج چشتیاں

حضرت خواجہ عبدالواحد چشتی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سرتاج چشتیاں، تاج التابعین حضرت سیدنا خواجہ عبدالواحد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام الائمہ امام الاولیاء امیرالمومنین خاتم الخلفاء سیدنا و مولانا و ولی المسلمین اسداللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے دولت ولایت و عرفان حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے پائی اور آپ نے اس دولت لازوال کو اپنے خلیفہ مخلص حضرت سیدنا خواجہ عبدالواحد چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمایا اسطرح باصطلاح صوفیائے کرام حضرت امیرالمومنین ع خواجہ عبدالواحدؒ کے دادا پیر ہوئے، خواجہ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو نعمت خلافت سید کمیل ابن زیاد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی پہنچی، جو من جملہ ہفت خلفائے حضرت صاحب ولایت شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تھے۔

حضرت عبدالواحدؒ صحابی زادہ تھے، حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ حضورؐ کے مشہور و محبوب سابق الایمان صحابی ہیں، اس لئے آپ امام التابعین اور سلطان التابعین بجا طور پر کہے جانے کے مستحق ہیں، علوم شریعت کی تعلیم

آپ نے حضرت سیدنا علی مرتضیٰ شیر خدا باب علوم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی، آپ کے شرف و وقار کے لیے اس سے بہتر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے،

مختصر حالات آپ کے مجاہدات و ریاضات کے مختصر واقعات یہ ہیں کہ آپ صائم الدہر اور قائم اللیل تھے، چالیس سال تک مسلسل اسی طرح عبادت و ریاضت میں آپ نے زندگی بسر کی کہ تین روز کا آپ روزہ رکھتے تھے تیسرے روز روزہ جب افطار فرماتے تو صرف تین لقمے کھاتے تھے، تجرید و تفرید کی متوکلانہ خصوصیات کا یہ عالم تھا، کہ آپ کی شان استغنا و بے نیازی زبان زد عالم تھی، جو کچھ اثاثۃ البیت یا نقد سرمایہ آپ کے پاس تھا وہ سب کا سب آپ نے فقراء و مساکین کو راہِ خدا میں دیا۔ زر و مال سے اس قدر نفرت تھی کہ اگر کبھی دستِ مبارک سے کوئی درہم و دینار کسی سائل کو عطا فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو اس قدر دھوتے کہ بعض اوقات ہاتھوں میں خراشیں پیدا ہو جاتی ہیں، اسی حالتِ زہد و ریاضت میں چالیس سال گزر گئے، تو حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی خدمت میں باریاب ہوئے، آپ نے شرفِ بیعت و خلافت سے آپ کو نوازا، ابوالفضل کی کنیت کے ساتھ ملقب فرمایا، ذاتِ گرامی جامع برکات منبع کشف و کرامات اور معدنِ خوارق و کمالات تھی۔

کرامات حضرت خواجہؒ نے ایک غلام خرید فرمایا دیکھا کہ غلام کی پیشانی تجلیات معرفت سے منور ہے، کشفِ باطن سے معلوم کر لیا کہ غلام خدا رسیدہ اور دل کامل ہے، بہت مسرور ہوئے، حکم دیا، کہ میاں اگر کسی خدمت کو جی چاہے تو شب کو ہمارے وضو کے پانی کا انتظام کر دیا کرو، ورنہ یہ بھی تمہاری مرضی پر منحصر

ہے، انہی گفتگو کے بعد حضرت خواجہ اپنی محویت و فنائیت میں مشغول ہو گئے، شب کو حسب معمول نماز تہجد کے لیئے وضو فرمایا، خیال گزرا کہ ہم نے جو غلام خریدا تھا (شاہ اس کو وضو کرانے کی خدمت سپرد کی تھی)، مگر غلام موجود نہ تھا، آپ نے وضو کیا اور عبادت شب میں مشغول ہو گئے، سحر کی نماز و وظائف اور اشراق و چاشت کے معمولات سے فارغ ہوئے، غلام حاضر خدمت ہوا اور حضرت خواجہ کی خدمت میں ایک دینار جس پر بجائے سکہ شاہی کے سورۂ اخلاص کندہ تھی، نذر کیا، حضرت خواجہ نے نذر قبول فرمائی اور تبسم آمیز نگاہیں غلام کی طرف ڈالیں، فرمایا میاں رات کو ہم نے آپ کو نہیں دیکھا، عرض کی، میرے آقا اگر آپ رات کی حاضری معاف فرما دیں تو یہ ایک دینار کا حقیر نذرانہ روز خدمت والا میں نذر گذارا کروں گا۔

خواجہ کو مقام غلام کا علم تھا، آپ نے خندہ پیشانی کے ساتھ یہ عرض داشت قبول فرمائی، اسی حالت میں ایک عرصہ گزر گیا، نہ خواجہ کو دینار کی پرواہ تھی نہ غلام کے اعمال و اشغال سے سروکار تھا، مگر خواجہ کے بعض دوسرے خدام میں سے کسی نے غلام خدا رسیدہ کے متعلق خواجہؒ سے عرض کی کہ سرکار یہ غلام شب کو زرگری کا کام کیا کرتا ہے، حضرت خواجہؒ نے فرمایا تمہیں شکایت کا حق نہیں، ہم خود جائزہ لیں گے۔

شب کو حضرت خواجہؒ نے غلام کی روانگی کو ملحوظ رکھا، چنانچہ غلام اپنے وقت مقررہ پر خواجہؒ کے مکان سے باہر نکلا، حضرت خواجہؒ بھی نہایت آہستگی سے غلام کے پیچھے پیچھے ہوئے، غلام ایک قبرستان میں پہنچا اور ایک تنہائی کے گوشہ میں اپنے موجودہ لباس کو جسم سے جدا کیا اور دوسرا ٹاٹ کا لباس زیب جسم کر کے نم

میں مستغرق ہوگیا، حضرت خواجہؒ بھی غلام کی نظر سے دور ایک گوشہ میں یادِ الٰہی میں مستغرق ہوگئے، صبح تک دونوں بزرگ عبادت میں مشغول رہے، غلام نے نمازِ صبح سے فارغ ہوکر دستِ دعا بلند کیے اور عرض کی کہ بارِ خدایا حقِ شبینہ حضرت خواجہ کا عطا فرما۔ خواجہؒ نے غلام کے الفاظ سنے اور دیکھا کہ فضا سے ایک دینار غلام کے پاس گرا، غلام نے وہ دینار فوراً اٹھالیا اور اس مقام سے روانہ ہوگیا یہاں تک کہ خواجہؒ کی نظر سے غائب ہوگیا، حضرت خواجہؒ متحیر تھے، خیال ہوا کہ خود بھی مکان واپس ہوں، قبرستان سے باہر آئے، تو راہگیروں سے رستہ مکان کا دریافت کیا، معلوم ہوا کہ یہاں سے ہمارا شہر تقریباً دو سال کے راستہ پر ہے، اور بھی زیادہ حیرت ہوئی، ناچار اسی گورستان میں قیام فرمایا، شب کا کچھ حصّہ گزر جانے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ بزرگ خدارسیدہ مقررہ وقت پر اپنی عبادت گاہ میں آئے اور لباس پہن کر رات بھر عبادت میں مشغول رہے، صبح کو حسبِ معمول اللہ تبارک تعالیٰ کی بارگاہ میں دستِ دعا بلند کیے، اور خواجہؒ کے لیے حقِ خدمت شبینہ مانگا، اسی طرح فضائے آسمانی سے ایک دینار زمین پر گرا اور بزرگ نے دینار اٹھالیا، حضرت خواجہؒ نے دیکھا کہ وہ بزرگ اپنے مقام سے اٹھے اور خواجہؒ کے پاس تشریف لائے اور دونوں دینار بخش دیے اور فرمایا کہ میں آپ کو آزاد کرتا ہوں، غلام بزرگ نے فوراً زمین سے کچھ سنگریزے اٹھالے اور خواجہؒ کے دامن میں ڈالے اور فرمایا کہ یہ میری آزادی کا فدیہ ہے، یہ کہہ کر بزرگ نے وہاں سے روانگی کا ارادہ کیا، حضرت خواجہ بھی بزرگ کے پیچھے پیچھے روانہ ہوگئے، یہاں تک کہ اپنے شہر کی شہر پناہ کے دروازے پر پہنچے، خواجہؒ نے

ادھر دروازہ کو تعجب سے دیکھا اُدھر وہ بزرگ خواجہ کی نظر سے پوشیدہ ہو گئے حضرت خواجہؒ نے جب دامن پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ وہ سنگریزے جواہر بے بہا ہیں، آپ نے ان جواہر ریزوں کو فروخت کیا اور قیمت تمام کی تمام فقراء و مساکین کو تقسیم کر دی۔ اہلِ سیر نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ کے دنیاوی تعلقات قطع کرنے اور توبہ کرنے کا اصل راز یہی واقعہ ہے۔"

حضرت خواجہؒ نے ایک روز مجلسِ وعظ میں ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنا مال و زر نیز اثاثہ البیت اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کر دے تو اللہ اس کو بہشت میں بلند درجہ عطا فرماتا ہے، اس کے لئے بہشت میں بہتر مکان بنایا جاتا ہے اور اس حور سے جس کا نام عین المرضیہ ہے، اس کی تزویج کی جاتی ہے، بلکہ وفات سے پیشتر اس کا جمال اس شخص کو دکھا دیا جاتا ہے، سامعین وعظ میں سے ایک شخص اٹھا اور خواجہؒ کے سامنے آ کر کہا کہ میں اپنا تمام مال و اسباب خدا کی راہ میں دیتا ہوں، خواجہؒ نے فرمایا کہ پیشتر عمل کرو، اس کے بعد میرے پاس آؤ چنانچہ اس شخص نے اپنے گھر کا سارا مال و متاع خیرات کر دیا اور خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا، حضرت خواجہؒ نے اس کو اسم اعظم کی تعلیم کی اور طریقہ مراقبہ و مکاشفہ بتایا، اس شخص نے بحالتِ مراقبہ دیکھا کہ ایک نہایت خوشنما باغ ہے جس کے اندر ایک عالی شان محل مروارید کا بنا ہوا ہے، اس میں نہایت حسین و جمیل ایک حور بھی موجود ہے، یہ شخص حور کی صورت دیکھتے ہی اس پر شیفتہ و فریفتہ ہو گیا، اس حور کی طرف دستِ محبت دراز کرنا چاہا، حور نے بتایا کہ اے شخص مطمئن رہ کہ میں تیرے لئے ہوں۔ اور تو میرا شوہر ہے، عنقریب تو

مجھ کو پالے گا، بہت کم وقت باقی ہے، ابھی اضطراب و بے چینی ہیں کیفیت تمام ختم ہو گئی، یہ شخص غلبۂ محبت سے زمین پر تڑپنے لگا، حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ اے مردِ نیک پریشان خاطر نہ ہو، رب العالمین تیری نیکی کا بدلہ تجھے عطا فرما چکا صرف چند ساعتیں باقی ہیں کہ تو اس حورِ جنت تک پہنچنے والا ہے، یہ وہ زمانہ تھا کہ شہر پر کفار حملہ آور تھے، جہاد کا دور تھا، لڑائی جاری تھی، چنانچہ یہ شخص اسی جہاد میں شہید ہوا۔ حضرت خواجہؒ نے اس شہید کی تجہیز و تکفین میں شرکت فرمائی

حضرت خواجہؒ ایک روز دریائی سیر فرما رہے تھے، گھاٹ پر لوگ اجرت دے کر کشتی میں سوار ہو رہے تھے، ملاح جن لوگوں سے کرایہ وصول کر لیتے ان کو کشتی میں بٹھا لیتے تھے، جن کے پاس کرایہ نہ تھا ان کو اتار دیتے تھے، یہاں تک کہ کشتی روانہ ہو گئی، غریب مسافر آزردہ خاطر و مغموم کنارے پر بیٹھ گئے، حضرت خواجہؒ نے مسافروں سے فرمایا، لوگو، غم زدہ نہ ہو، جاؤ اور دریا سے کہو کہ عبدالواحد کہتا ہے کہ اپنا پانی خشک کر لے، اور ہم کو پار اتر لینے دے، تمام غریب مسافر دریا پر پہنچ گئے، اور خواجہؒ کا پیغام پہنچا دیا، یکایک پانی کم ہونا شروع ہوا۔ اور مسافر نہایت اطمینان کے ساتھ دوسرے کنارے پہنچ گئے، حضرت خواجہؒ کا وصال ۲۷ صفر ۱۷۷ھ میں ہوا۔ مزار شریف بصرہ میں زیارت گاہِ خلائق ہے۔

امام العارفین

حضرت سُفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بہ عہدِ سلطنت عبدالملک بن مروان بتاریخ ۷ ربیع الاول ۹۳ھ بروز دوشنبہ پیدا ہوئے، نہایت عابد و زاہد خاشع و خاضع اور پاک طینت تھے، اپنے تمام اوقات کو عبادتِ الٰہی سے معمور رکھتے تھے، آپ دس سال تک حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر رہے۔

تذکروں میں لکھا ہے کہ آپ اپنے زمانے کے ان بزرگانِ حق آگاہ میں سے تھے جن کو دین اور دنیا والوں کا سرتاج کہا جاتا ہے، بہ لحاظِ علم و فضل آپ کا مرتبہ اتنا بلند تھا کہ تمام علماء آپ کو اپنا شیخ سمجھتے تھے اور پیچیدہ مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے، درحقیقت آپ اپنے عہد کے قطب تھے، لوگوں نے آپ کو امیرالمومنین کا خطاب دیا تھا، دعوتِ حق اور تبلیغ آپ کا اصل مشغلہ تھا اور جملہ علومِ ظاہری و باطنی میں آپ کو کامل عبور تھا۔ پرہیزگاری اور تقویٰ میں آپ

انتہا کو پہنچے ہوئے تھے، آپ... حد درجہ متواضع تھے، ریاضت میں جو باطنی کمال آپ نے حاصل کیا تھا وہ نہ صرف قائم رہا بلکہ اس میں مدارج بڑھتے رہے۔

آپ کے خلق و انکسار کے بہت سے واقعات مذکور ہیں، ایک مرتبہ ابراہیمؒ نے آپ کو بلایا کہ آکر حدیث سنیے، آپ فوراً گئے، ابراہیمؒ نے بہت عزت و احترام کا اظہار کیا اور کہا کہ حدیث کا علم آپ سے زیادہ اور کس کو ہو سکتا ہے، میں نے تو صرف آپ کے خلق کو آزمایا تھا، الحمدللہ ویسا ہی پایا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کا لقب ثوری (جس کے معنی بیل کی حرکات کرنے والا ہے اور عربی میں ثور بیل کو کہتے ہیں) اس وجہ سے ہوا کہ ابتدائے عمر میں آپ مسجد میں داخل ہو رہے تھے، غلطی سے بایاں پاؤں پہلے صحنِ مسجد میں رکھا، جو آداب کے خلاف ہے، اسی وقت آپ نے ایک ندائے غیبی سنی کہ "اے ثور، ثوری نہ کر" یعنی اے بیل، بیل کی سی حرکت نہ کر، آپ نے جب یہ ندا سنی تو بے ہوش ہو گئے، جب ہوش میں آئے تو اپنی ڈاڑھی کو ایک ہاتھ سے پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے اپنے منہ پر زور سے طمانچہ مارا۔ دیر تک اپنے آپ کو سزا دیتے رہے اور ساتھ ساتھ کہتے جاتے تھے:۔

"اے سفیان تو نے ادب کے ساتھ مسجد میں پاؤں نہ رکھا اس کی سزا یہ ملی کہ تجھے جانور کہہ کر پکارا گیا۔ اب ایسی احتیاط کر کہ تیرا نام پھر انسانوں میں شامل ہو جائے۔" درحقیقت آپ کی توبہ کی یہی ابتدا تھی اور اس کے بعد ایسی احتیاط سے زندگی بسر کی کہ سرتاجِ اہلِ طریقت و شریعت ہو گئے۔

آپ کی صاف گوئی اور مسائل شرعیہ کے متعلق راست گوئی کے بہت سے

واقعات تذکروں میں لکھے ہیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ بادشاہ وقت کا خوف انھیں اعلائے کلمۃ الحق سے باز نہیں رکھ سکتا تھا۔

نقل ہے کہ ایک روز خلیفۂ وقت آپ کے پاس ہی فریضۂ نماز ادا کر رہا تھا اور ادائے نماز کی حالت میں اپنی داڑھی کو ہاتھ سے حرکت دیتا جاتا تھا جیسا کہ بعض لوگوں کا قاعدہ ہے کہ کوئی کام کرتے ہوئے اپنے کسی حصۂ جسم یا کسی پاس کی چیز سے حرکت غیر شعوری کرتے رہتے ہیں۔ آپ کی نگاہ پڑی تو خلیفہ کے سلام پھیرنے پر فرمایا کہ ایسی نماز ہرگز نماز نہیں ہوتی، ایسی نماز قیامت کے روز اس طرح اس کے منہ پر مار دی جائے گی جس طرح گیند ماری جاتی ہے، خلیفہ نے کہا آہستہ کہو، دوسرے لوگ نہ سنیں اور میری شاہانہ شخصیت کی سبکی نہ ہو" آپ نے کہا اگر میں اعلائے کلمۃ الحق ترک کر دوں تو مجھے فوراً جسمانی عوارض کے ذریعے سزا دے دی جائے گی۔

خلیفۂ وقت اس وقت تو خاموش رہا، مگر اس توہین کا غبار اس کے دل میں بھرا رہا اور موقعہ کا منتظر رہا، کچھ عرصہ کے بعد کسی سیاسی مسئلہ میں پھنسا کر حکم دے دیا کہ سفیان ثوری کو پھانسی دیدی جائے، تاکہ دوسروں کو عبرت ہو، چنانچہ حکم کی تعمیل شروع ہو گئی اور پھانسی نصب کی جانے لگی۔

جس دن آپ کو پھانسی دی جانے والی تھی اس روز آپ نہایت اطمینان وسکون سے ایک بزرگ کے زانو پر سر رکھے ہوئے استراحت فرما رہے تھے اور سامنے سفیان بن عیینہ تشریف فرما تھے، ان بزرگوں کو اس کا علم تھا کہ آپ کو سولی دی جانے والی ہے، حضرت بھی بادشاہ کے اس حکم سے واقف تھے، لیکن آپ پر

اس کے اس حکم کا کوئی اثر نہیں تھا مگر دونوں بزرگ اس موقعہ سے سخت پریشان تھے اور باہمی اسی مسئلہ پر گفتگو فرمارہے تھے، کہ حضرت کی آنکھ کھل گئی، آپ نے فرمایا کیا ہے ان دونوں بزرگوں نے جواب دیا کہ حضرت ہم لوگوں کو سخت افسوس ہے کہ آپ جیسے بزرگ کو پھانسی دی جائے گی، حضرتؒ نے فرمایا مجھے نہ تو اپنی جان کا خوف ہے نہ صدمہ، البتہ اس بات کا افسوس ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کام مجھے سونپا ہے وہ ادھورا رہ جائے گا، آپ نے یہ فرمایا اور آب دیدہ ہو کر اٹھ بیٹھے اور خدا سے دعا کی کہ "خدایا اگر میری عاجزانہ خدمت پسند فرماتا ہے تو ان لوگوں سے مجھے بچا اور ان کو سبق دے۔"

اس وقت خلیفہ کے پاس اس کا نہایت رازداں رکن دولت بیٹھا تھا اور دونوں تخت پر بیٹھے تھے، یکایک ایک شدید دھماکے کی آواز آئی اور دونوں اچھل کر زمین پر گر پڑے، چونکہ خلیفہ وقت دل میں حضرت سفیان ثوریؒ کی بے گناہی کا احساس رکھتا تھا، اس کا ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ مبادا انھوں نے بددعا کی ہو، شاہانہ ترکیبوں سے خلیفہ نے ان دونوں بزرگوں سے جو بددعا کے وقت آپ کے پاس موجود تھے، معلوم کر لیا کہ آپ ہی نے بددعا کی تھی۔ خلیفہ بے حد متاثر ہوا اور گو دل سے آپ کا معتقد نہ ہوا، تاہم اپنی توہین کا بدلہ لینے کے خیال سے درگزرا، اور اس کے بعد کسی قسم کی بازپرس آپ سے نہیں کی۔

اس کے بعد جب دوسرا خلیفہ تختِ خلافت پر متمکن ہوا تو وہ آپ کا بہت معتقد ہو گیا، اتفاقاً ایک مرتبہ آپ بیمار ہو گئے، خلیفہ نے اپنے ایک آتش پرست طبیب کو آپ کے معالجہ کے لئے آپ کی خدمت میں بھیجا، وہ آکر علاج

کرنے لگا، جب اس نے حضرتؒ کا قارورہ دیکھا تو حیران رہ گیا اور اس نے کہا حضرتؒ کا جگر خدا کے خوف سے پارہ پارہ ہو گیا ہے، اس حقیقت سے واقف ہونے کے بعد وہ سوچتا رہا کہ مذہب اسلام میں ایسے ایسے خدا کے نیک اور صالح بندے موجود ہیں تو یقیناً یہ مذہب سچا ہے، برحق ہے، اس کے ماننے والے صداقت پر ہیں، اس کے پرستار واجب تعظیم ہیں، ان کی بات ماننی چاہیئے اور اس مذہب کو دل و جان سے قبول کر لینا چاہیئے، چنانچہ وہ طبیب حضرتؒ کی علالت کے دوران جتنی کرامتیں آپؒ کی دیکھ چکا تھا اس سے اتنا متاثر ہوا کہ حضرتؒ کے دست حق پرست پر بیعت کر لی اور مسلمان ہو گیا۔ طبیب کے مسلمان ہونے کی خبر جب خلیفہ کو پہنچی تو بے حد متعجب ہوا اور اس نے کہا کہ میں نے طبیب کو مریض کے پاس بھیجا تھا نہ کہ مریض کو طبیب کے پاس۔

حضرتؒ کو اللہ کی پیدا کی ہوئی تمام مخلوق سے بے حد محبت تھی، انسان حیوان چرند پرند سب پر آپ حد درجہ شفیق و مہربان تھے، ایک روز آپ بازار میں تشریف لے جا رہے تھے، اچانک آپ کی نگاہ ایک پنجرے پر پڑی جس میں طائر اسیر پھڑپھڑا رہا تھا اور قید و بند سے آزاد ہونے کی کوشش کر رہا تھا لیکن قفس کی تیلیاں اس کے دست و بازو کی تمام جد و جہد کو بے کار کئے دے رہی تھیں،

حضرتؒ کو طائر اسیر کی یہ بے چارگی بے حد شاق گزری، آپ اس کے قریب تشریف لے گئے، اسے خریدا اور فضائے آسمانی میں چھوڑ دیا، وہ پرند

بھی بیجد وفادار و وفا شعار تھا۔ یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ادا بہت بھاتی۔ چنانچہ وہ روزانہ بلاناغہ آپ کے دربار میں حاضر ہوتا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ عبادت الٰہی میں مصروف ہوتے اور وہ آپ کو دیکھتا رہتا۔ حضرت جب تک حیات رہے اس پرند کا یہی معمول رہا۔ جس روز آپ کا وصال ہوا حسب معمول وہ پرندہ آیا۔ اس نے دیکھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس دنیائے فانی کو چھوڑ کر عالم بالا میں تشریف لے گئے، یہ دیکھ کر اسے بے حد صدمہ ہوا۔ جنازے کے ساتھ ساتھ وہ بھی چلا اور اس وقت تک وہ وہاں موجود رہا جب تک کہ لوگ تجہیز و تکفین سے فارغ نہ ہو لیے جب سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو جا چکے تو وہ آپ کی قبر پر پنے کو دے دے مارتا تھا

آپ کا وصال بہ عہد ابو جعفر منصور بتاریخ ۲۱ رجب ۱۴۸ھ میں ہوا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ؕ

سلطان الاولیاء

حضرت ابراہیم ادہم

رحمۃ اللہ علیہ

خلیفۃ المسلمین سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نور نظر حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحاب حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم میں علاوہ شرف صحابیت عظمیٰ کے اپنے علمی فضائل وکمالات کے لئے رہتی دنیا تک سرچشمۂ علوم نبوت سمجھے جائیں گے، چونکہ آپ باوجود اس کے کہ خلیفہ اعظم اسلام کے فرزند تھے اور تمام غزوات میں ہمراہ حضور رسالت مآب علیہ التحیہ والثناء رہے تھے، اس لئے آپ کی وفات بابرکات آلائش دنیوی سے پاک رہی، آپکے صاحبزادے حضرت شیخ التابعین ناصر اور پوتے حضرت سلیمان بن ناصر بھی عارفانہ زندگی کے حامل رہے اور مدارج ولایت پر فائز ہوئے،

حضرت سلیمانؒ کے لخت جگر قلندر اعظم حضرت ادھم رحمۃ اللہ علیہ حلقۂ مجاذب اور زمرۂ اولیاء متقدمین میں خصوصی عظمتوں کے حامل تھے، آپ نے ریاضت وعبادت میں مرتبۂ جلیل حاصل کیا، تارک دنیا ہو کر قلندرانہ وضع اختیار فرمائی، جذب کی حالت میں سیاحی شروع کی، بادیہ پیمائی کرتے ہوئے بلخ پہنچ

گئے۔ اور بیرونی آبادی میں ایک گزرگاہ کے متصل ایک خس پوش چلہ گاہ بنا کر وہیں شبانہ روز مجاہدۂ نفس میں مشغول ہو گئے۔

حسن و عشق کی کارفرمائی کہیے یا قدرت کی محبت آزمائی کہ ایک روز سلطان بلخ کی شہزادی کا محافہ شاہی شان و شکوہ کے ساتھ حضرت ادھمؒ کی فرودگاہ کی طرف سے گزرا، آپ کی نگاہ شہزادی کے جمالِ جہاں آرا پر پڑی، بیتاب ہو کر عاشق ہو گئے ہر چند توبہ و استغفار کی، مگر شہزادی کی محبت دل میں گھر کر چکی تھی قدرت کو آپ کی ریاضت و عبادت کی آزمائش تھی اور اس امتحان کے پردے میں ایک لطیفۂ غیبی کا ظہور ہونے والا تھا، اس لئے دل پر قابو نہیں پا سکے لاکھ فقیری و قلندری تھی، لیکن شکوہِ فاروقی و دستگیری فرما رہی تھی، غیبی اشارات کی بنا پر بادشاہ کے محلِ خاص تک پہنچ گئے، آپ کی عظیم شخصیت سے سلطان بیخبر نہ تھا، مزاج پرسی کی، تکلیف فرمائی کا سبب دریافت کیا، آپ نے نہایت سادگی کے ساتھ شہزادی کے ساتھ اپنے عقد کا پیغام دے دیا۔ سلطان جلال قلندرانہ سے مرعوب ہو گیا، انکار نہ کر سکا، کہا بعد مشورہ جواب دوں گا۔ پھر کسی روز تکلیف فرمایئے، لیکن آپ صاحب ولایت ہیں، اس عشق و محبت کا راز فاش نہ فرمائیں۔ ورنہ ہماری اور آپ کی رسوائی ہوگی۔

سلطان نے وزیر سلطنت سے مشورہ کیا، وزیر نے عرض کیا خزانۂ شاہی میں ایک مروارید لاثانی موجود ہے اگر دوبارہ قلندر حاضر ہو تو ظلِ سبحانی اس کو حکم دیں کہ شہزادی کی شرط یہ ہے کہ دوسرا مروارید اسی قسم کا شہزادی کے نہر میں دینے کیلئے پیش کر دو۔

چند روز کے بعد جب ادہم مکرر سلطان کے یہاں پہنچے، وزیر سلطنت نے وہ مروارید بیش بہا آپ کو دکھایا اور کہا کہ شہزادی کے دین مہر کے لیے ایسا ہی دوسرا مروارید لاکر پیش کرد، حضرتِ ادھم نے اس شرط کو قبول کرلیا اور مروارید کی تلاش میں بادیہ پیمائی شروع کردی، چند ماہ گزر گئے، لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ مایوس ہوکر ایک دریا کے کنارے کھڑے ہوئے موجوں کے پیچ و تاب اور اپنے دل کے اضطراب کا مقابلہ کررہے تھے۔ نفسِ شیطان نے دل میں وسوسہ پیدا کیا اور آپ نے خیال کیا کہ اب دوسرا مروارید ملنا تو دشوار ہے نہ مروارید ملے گا نہ شہزادی سے مناکحت ہوگی، ایسی حالت میں زندگی بے کار ہے، لاؤ اس دریا میں خودکشی کرلیں۔ یہ وسوسہ اس قدر قوی ہوتا گیا کہ آپ نے دریا میں چھلانگ لگانے کا قصد کرلیا

دریائے رحمتِ الٰہی جوش میں آیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے کی حرام موت غیرتِ الٰہی کو منظور نہ ہوئی۔ باذنِ باری تعالیٰ حضرت خضر علیہ السلام فی الفور نمودار ہوئے اور آپ نے شیخ ادھم کا بازو پکڑ لیا۔ فرمایا فرزند لا تقنطوا من رحمۃ اللہ، کیا کر رہے ہو، صرف ایک مروارید کے لیے اپنی جان ہلاکت میں ڈالتے ہو، لو یہ گیارہ مروارید ہیں جو تمہارے بادشاہ کے مروارید سے کہیں بہتر و بیش قیمت ہیں۔ مروارید حضرت ادھم کے دے کر اللہ کا یہ فرستادہ پیغمبر غائب ہوگیا، حضرتِ ادھم اس عطیۂ الٰہی پر سجدۂ شکر بجالائے اور مطمئن و مسرور بلخ واپس آئے، مروارید کے گیارہ دانے ملنے کی بادشاہ کو اطلاع دی وزیر نے بادشاہ کو ورغلایا اور کہا جس وقت فقیر حاضر ہو آپ اس کو میرے پاس بھیج دیں، چنانچہ جب ادھم بادشاہ سے ملے تو ان کو وزیر سے ملنے کی ہدایت کی گئی

وزیر رموزِ قلندری سے ناواقف تھا، اس نے نہایت بے دردی کے ساتھ وہ گیارہ دانے مروارید کے حضرتِ ادھمؒ سے چھین لئے اور ان کو نہایت سختی سے شہر بدر کرادیا۔ ادھر بادشاہ و وزیر کی جانب سے بدعہدی کا اظہار ہوا، اُدھر شہزادی یکایک بیمار ہوگئی، اس پر سکتے کے دورے پڑنے لگے، حکما و اطبا علاج سے قاصر رہے، ایک دن اس قدر شدید دورہ پڑا کہ تمام محلاتِ شاہی میں کہرام مچ گیا، صبح سے شام تک شہزادی کے جسم میں سانس نہیں آیا۔ معالجین نے مریضہ کی موت کا اعلان کردیا، تجہیز و تکفین کا بندوبست ہوا۔ تمام شہر اور مضافات میں شہزادی کی وفات کی خبر مشہور ہوئی، حضرتِ ادھمؒ جو شہر میں بہت کم آتے تھے، جب اپنی محبوبہ کی وفات کی خبر لی تو آہ سرد بھر کر شہر کی طرف چلے، راستے میں جنازہ آتا ہوا نظر پڑا۔ آپ مجمع کو چیرتے پھاڑتے تابوت تک پہنچ گئے اور قبرستان تک تابوت سے جدا نہ ہوئے بعد دفن جب تمام مجمع رخصت ہوگیا اور گورستان کے چوکیدار بھی محوِ خواب ہوگئے، رات کے سناٹے میں حضرت ادھمؒ نے قبر کو کھود کر میت کو باہر نکالا اور کاندھے پر لاش کو لاد کر اپنی جھونپڑی میں لے آئے اور میت کے سرہانے گریہ و زاری شروع کردی۔

قدرت نے دستگیری فرمائی، ایک قافلہ سوداگروں کا اسی روز بلخ میں داخل ہوا، اس قافلے کے ہمراہ ایک یونانی طبیب بھی تھا، جو قافلے سے بچھڑ گیا، وہ نصف شب کے قریب بلخ پہنچا، شہر پناہ کے دروازے بند ہوچکے تھے، طبیب نے بستی کے باہر ایک خس پوش مکان میں روشنی دیکھی، چنانچہ یہ سوچ کر کہ رات یہاں بسر کرلوں گا صبح کو شہر میں داخل ہوجاؤں گا، قلندر کی جھونپڑی کے قریب پہنچا، گریہ و زاری سن کر دروازے پر دستک دی، آواز نہ آئی تو اندر داخل ہوا۔ وہاں دیکھا کہ ایک

حسین میت کے سرہانے ایک وجیہ و شکیل درویش واویلا میں مصروف ہے حالات دریافت کئے، میت کی نبض ٹٹولی، فقیر کو تسکین دی، کہا اے بزرگ گھبراؤ نہیں، اس لڑکی پر سکتہ کا دورہ پڑا ہے، اور لڑکی زندہ ہے، انشاء اللہ تعالیٰ چند ساعت کے بعد طبیعت درست ہو جائے گی، چنانچہ طبیب نے اپنی کسبت سے نشتر نکالا اور دماغ کی کسی رگ میں فصد لگادی، چند قطرہ خون تازہ دماغ سے نکلا اور شہزادی نے آنکھیں کھول دیں، دیکھا نہ محل شاہی ہے نہ والدین نہ کوئی شناسا ہے، ایک طبیب، ایک قلندر فقیر موجود ہیں، فوراً بولی مجھ پر کپڑا ڈالدو اور بتاؤ میں کہاں ہوں، ؟ حضرت ادھمؒ نے تمام واقعہ دہرایا، چونکہ شہزادی کو علم تھا کہ ایک قلندر نے میرے ساتھ عقد کی درخواست کی تھی، اِدھر ادھمؒ کو بھی غلبۂ محبت پیدا ہوا، شہزادی سے درخواست کی، طبیب نے بھی نصیحت کی کہ شہزادی صاحبہ آپکی حیاتِ نو کا سبب یہی بزرگ ہیں، چنانچہ شہزادی نے مناکحت قبول فرمائی۔

طبیب نے حضرت ادھمؒ کا نکاح اس بلخ کی شہزادی کے ساتھ پڑھایا اور دونوں زن و شوہر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے اور عارفانہ زندگی اسی خانقاہ میں بسر کرنے لگے۔

دس ماہ کے بعد حضرت ادھمؒ کو اللہ تعالیٰ نے شہزادی کے بطن سے ایک چاند سا فرزند عطا فرمایا جس کا نام ابراہیم رکھا گیا، گھر میں زائد سے زائد خیر و برکت کے آثار نمایاں ہونے لگے، اسی خس پوش مکان میں حضرت سیدنا ابراہیم ابنِ ادھمؒ کی عمر کے پانچ سال گزرے، آپ کی ذہانت و ذکاوت خداداد کو دیکھ کر والد نے ایک دن اپنے ہمراہ لے جاکر شہر بلخ کے ایک مکتب میں تعلیم کے لئے داخل کرادیا، حضرت

ادھر ہم روزانہ صبح کو اپنے ہمراہ فرزند کو لے جا کر مکتب میں پہنچا دیتے اور شام کو لے آتے

بادشاہ کو تعلیم سے خاص دلچسپی تھی، اکثر مدارس و مکاتب کے معائنہ کے لیے جاتا تھا، اور بچوں کو انعام و شیرینی وغیرہ تقسیم کرتا تھا، معلموں کی حوصلہ افزائی فرماتا ان کو وظیفہ و تنخواہ عطا فرماتا، ایک دن اس مکتب میں بھی آنکلا، بچوں کا سبق سنتا ہوا جب سیدنا ابراہیم کی طرف آیا، صورت دیکھتے ہی دل پر چوٹ لگی، شہزادی کی صورت آنکھوں میں اتر آئی، صاحبزادہ کو ہو بہو اپنی شہزادی کا ہم شکل پایا، محبت کا جذبہ بڑھا، ابراہیم کے رخسار جبیں کو بوسہ دے کر سینے سے لگایا اور گود میں اٹھائے محلسرا میں داخل ہوا۔ ملکہ بیگم نے جب اس بچہ کو دیکھا وہ بھی شہزادی کو یاد کر کے زار زار رونے لگیں، قصر شاہی نور ادیر کے لئے ماتم کدہ بن گیا، فرط محبت سے اس نور گلزار خوبی اور نونہال گلشن محبوبی کو اپنی آغوش محبت کی زینت بنایا اور بچے کو سینے سے لگائے ہوئے مدرسہ سے محلسرا کو لے آیا۔ ہر نظر جو اس حور طلعت معصوم کی جانب اٹھتیں اس کے سامنے شہزادی کی جیتی جاگتی تصویر آجاتی،

اُدھر جب شام کو حسب معمول صاحبزادہ مکتب سے گھر نہ پہنچے، والدہ کو نور نظر کی فرقت نے انتہائی بے چین و مضطرب کیا، اپنے شوہر کو فوراً تفتیش فرزند کے لئے روانہ کیا، قلندر پاک طینت کو درسگاہ سے پتہ چلا کہ ان کے لخت جگر کو بادشاہ مدرسہ سے اپنی شاہی ڈیوڑھی کو لے گئے ہیں، والہانہ بے خودی کے ساتھ قصر شاہی پہنچے اور انتہائی جد و جہد کے بعد حضور شاہ میں باریاب ہوئے بادشاہ نے پہلی ہی نظر میں ان بزرگ کو پہچان لیا اور بے ساختہ دریافت کیا اے

قلندر عجب چاند سا بچہ پایا، جس کو دیکھ کر ہر شخص فریفتۂ جمال ہو جاتا ہے، ایں لے جس وقت سے اس ماہِ طلعت کو دیکھا ہے رہ رہ کر جوشِ محبت سینے میں موجزن ہوتا ہے اور بار بار میری شہزادی کی صورت میری آنکھوں میں پھر جاتی ہے، اسی محبت و شفقت کے جوش میں میں تمہارے صاحبزادے کو کلیجہ سے لگا کر اپنی محل سرا میں لے آیا، درویش باصفا نے جب سلطان کی زبان سے یہ کلمات سنے باندازِ تبسم بادشاہ سے عرض کی کہ جہاں پناہ کو یقیناً اس فرزندِ دلبند کے ساتھ جس قدر الفت و محبت ہو کم ہے، کیوں کہ یہ نورِ نظر آپ کی اسی شہزادی کی آنکھوں کا تارا ہے جس کو آپ بار بار یاد فرما رہے ہیں۔

بادشاہ نے اس عجیب و غریب فقرے کو بڑی حیرت کے ساتھ سنا اور قلندر صاحب سے کہا، اے بزرگ کیا کہہ رہے ہو، بہ عجلت تفصیل بیان کرو، میری شہزادی تو عرصہ ہوا اس دنیا سے کوچ کر چکی ہے۔ درویش صفا کیش نے تمام واقعات بادشاہ کو سنائے سلطان نے جب اپنی دختر کے زندہ موجود ہونے کی خوش خبری سنی، فوراً سر بہ سجدہ ہو کر شکرِ الٰہی کیا ادا، اور اندرونِ محلسرا جا کر ملکہ بانو مادرِ شہزادی کو یہ مژدۂ مسرت افزا سنایا، اسی وقت سواری تیار ہوئی اور جیشِ شاہانہ فقیر کی ڈیوڑھی کے طواف کے لیے روانہ ہوا۔ عرصہ دراز کے بعد مادر و پدر اپنی بچھڑی ہوئی دختر سے مل کر شکرِ ایزدی بجا لائے، بادشاہ نے ایک قصرِ عالی شان دختر کے لئے بنوایا، چونکہ اور کوئی اولاد نہ تھی، اسی لختِ جگر نواسہ کو جو دنیائے معرفت میں ابراہیم ادھم کے نام سے مشہور ہے، اپنا ولی عہد بنایا۔

بعد وفاتِ سلطانِ بلخ حضرت سیدنا ابراہیم ادھم کی رسمِ تخت نشینی د

تاج پوشی ادا ہوئی۔ آپ کا یہ عالم تھا کہ دن بھر امورِ سلطنت نہایت عدل و انصاف کے ساتھ انجام دیتے اور رات بھر عبادتِ الٰہی میں تضرع و زاری کے ساتھ بسر فرماتے، اسی حالت میں کئی سال گذر گئے۔

ترکِ سلطنت

حسبِ معمول ظلِ سبحانی ایک شب خوابگاہ میں مصروف عبادت تھے کہ معلوم ہوا کہ قصرِ شاہی کی چھت جنبش میں ہے اور کسی کے پاؤں کی آہٹ معلوم ہوتی ہے، نوافل سے فارغ ہو کر آواز دی کہ چھت پر کون شخص ہے؟ آواز آئی کہ میں مسافر ہوں میرا اونٹ گم ہو گیا ہے میں اس چھت پر اپنے اونٹ کی تلاش میں ہوں، حضرت ظلِ سبحانی نے جواب دیا کہ اے نادان اپنے شتر کو کاشانۂ شاہی کی چھت پر ڈھونڈتا ہے، یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ اونٹ کسی مکان کی چھت پر پہنچ سکے، جواب آیا اے تاجدار مجھ سے زیادہ نادان تو آپ ہیں، کہ تقربِ الٰہی کی جستجو میں مصروف ہیں مگر تخت و تاج کے علائق میں گرفتار ہیں، شاہی محلات کے اندر اطلس و دیبا کے بستروں پر سوتے ہیں، اس قدر دنیاوی تعلقات رکھتے ہوئے کیسے ممکن ہے کہ قربِ الٰہی تک رسائی ہو سکے ؎

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنون

سلطان ابراہیم نے ہمہ تن گوش ہو کر اس آوازِ غیبی کو سنا اور تمام جسم میں کیفیت ارتعاش پیدا ہو گئی، بقیہ حصۂ شب بڑے کرب و اضطراب سے گزارا اور اوراد و وظائف و معمولات سے فارغ ہوتے ہی تمام عمائدینِ سلطنت

کو طلب فرمایا اور اپنے شہزادے ولی عہد کے حق میں تخت و تاج سے قطع
درست بردار ی دے دی اور ترکِ سلطنت کے ساتھ ہی ترکِ وطن بھی فرمایا
آبادیٔ شہر سے منہ موڑا صحرا کا رُخ کیا، جسم پر جو ملبوسِ شاہی تھا راستے میں ایک
چرواہے کو دے دیا اور اس کا پھٹا پرانا لباس خود پہنا، دشتِ پیمائی اور عبادت
گزاری کرتے ہوئے حدودِ بلخ سے نکل کر کوہستانِ نیشاپور میں چلہ کشی کے لئے
ایک درۂ کوہ کو پسند فرمایا، شبانہ روز اسی غار کے اندر مجاہدات وعبادات میں مشغول
رہے، ہر پنجشنبہ کو ہفتہ میں ایک دن درہ سے برآمد ہوتے اور لکڑیاں فراہم
کر کے اس کا گٹھا سر پر رکھے شہر میں فروخت کرنے کو آتے جو قیمت لکڑیوں کی
ملتی اس میں سے نصف فقراء ومساکین کو تقسیم فرماتے، نصف اپنی قوت
لایموت میں صرف کرتے، مدت دراز کے بعد جب مجاہدات وریاضات کی تکمیل
ہوگئی تو اشارۂ غیبی پر مکہ معظمہ کا سفر فرمایا حرمِ محترم میں حضرت سیدنا فضیل بن عیاض
رضی اللہ عنہ کے مرید ہوئے اور تمام مدارجِ فقر وفنا کی تکمیل فرمائی۔

منازلِ معرفت

(۱) تارکِ سلطنت ہونے کے بعد جس زمانے میں آپ
دشت وصحرا میں عبادت وریاضت میں مصروف تھے
ایک بزرگ غیب سے پیدا ہوئے اور حضرت ابراہیمؒ کو اسمِ اعظم کی تعلیم فرمائی جس کے
فیوضِ بے پایاں کا اس طرح اظہار ہوا کہ عرش سے فرش تک تجلیاتِ الٰہی آپ پر
نمایاں ہوگئیں اسی دوران میں حضرت خضرؑ نے آپ سے ملاقات کی اور فرمایا
کہ اے ابراہیم جن بزرگ نے آپ کو اسمِ اعظم کی، وہ ہمارے بھائی حضرت الیاسؑ
تھے، میں خضرؑ ہوں اور کچھ دن تمہاری رفاقت اختیار کرنا چاہتا ہوں، بگزارنیق

کی کہ حضرت فی الحال سوائے اللہ عزوجل کی رفاقت کے مجھے دوسرے کی رفاقت کی حاجت نہیں ہے، جب مولیٰ تعالیٰ کا حکم ہوگا، آپ کی صحبت سے مستفیض ہوں گا۔

(۲) ترکِ سلطنت کے بعد چند روز تک دریا کے کنارے مشغولِ عبادت رہے امراء وزراء عمائدین و اہالیانِ سلطنت وقت کو غنیمت سمجھ کر حاضرِ خدمت ہوتے اور زیارتِ جمال سے مستفید ہوتے، ایک روز اتفاق سے اکابرِ سلطنت جمع ہوئے اس وقت حضرتِ سلطان اپنی کملی میں اپنے ہاتھ سے پیوند لگا رہے تھے، سوئی آپ کے دستِ اقدس میں تھی، تمام عمائدین و اکابر نے انتہائی لجاجت سے درخواست کی کہ سرکار اپنے فیصلے پر نظرِ ثانی فرمائیں، دوبارہ تاجِ شاہی کو قبول کر لیں، جب حاضرین کا اصرار حد سے متجاوز ہوا تو آپ نے دستِ اقدس سے سوئی کو دریا میں پھینک دیا اور حاضرین کو حکم دیا کہ میری سوئی کو تم سے کون ہے جو دریا سے نکال کر میرے حوالے کر دے؟

تمام مجمع پر سکوت طاری تھا اور کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ دریا سے سوئی برآمد کرے آپ نے باوازِ بلند حکم دیا کہ اے ماہیانِ دریا میری سوئی لے کر مجھ تک پہنچا دو اور تمام حاضرین نے دیکھا کہ دریا میں تلاطم بپا ہوا، سطحِ آب کی ہر لہر سے ہزاروں مچھلیاں کنارے کی طرف یورش کناں معلوم ہوئیں، ہر مچھلی کے دہن میں طلائی و نقرئی سوئیاں تھیں، ایک مچھلی حضرت سلطان کی سوئی منہ میں دابے ہوئے پانی سے جست کر کے حضرت کے قریب آئی اور سوئی اُگل دی حضرتؒ نے تمام مچھلیوں کو رخصت کا حکم دیا اور امرائے سلطنت سے فرمایا

کہ لوگو! دیکھو یہ سلطنت اچھی ہے یا تمہاری سلطنت؟ میرے عزیزو! مجھے دنیا کی سلطنت سے معاف کرو۔

(۳) حضرت ایک روز کوہِ ابوقبیس پر مکّہ معظمہ میں دیگر احباب کے ساتھ تشریف فرماتے، دورانِ گفتگو میں آپ کی زبان سے یہ فقرہ نکلا کہ مقربانِ بارگاہِ الٰہی اگر پہاڑ کو حکم دیں تو پہاڑ میں روانی پیدا ہو جائے، ابھی یہ فقرہ پورا نہ ہوا تھا کہ پہاڑ میں لرزہ پیدا ہوا، حضرتؒ نے پہاڑ پر ہاتھ سے دستک دی اور فرمایا کہ اے پہاڑ رک جا ہم نے تجھے روانگی کا حکم نہیں دیا

(۴) ایک روز حضرت سلطانؒ کشتی پر سفر فرما رہے تھے، ملاح نے اجرت کا تقاضا کیا، آپ نے کنارۂ دریا سے مٹھی میں ریت اٹھایا اور ملاح کے دامن میں اُلٹ دیا ملاح نے دیکھا سونے کے ذرات سے یہی دامن دولت بنا ہوا ہے، حضرتؒ کے خلفاء میں حضرت شقیق بلخی اور حضرت حذیفۃ المرعشی رحمۃ اللہ علیہما مشہور و معروف ہیں، عمرِ مبارک ۱۰۲ سال کی ہوئی وصال شب جمعہ ۲۸ جمادی الاول ۲۸۱ھ کو ہوا، مزارِ مبارک سرزمینِ شام میں ہے، بعد وفات فضائے بسیط میں ایک غیبی آواز کی گونج لوگوں نے سنی، وہ آواز یہ تھی کہ "آج کرۂ ارض کے امام نے دنیا سے وفات پائی"۔

سلطان طریقت

حضرت ذوالنون مصری

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ محدثین و صوفیا کے امام ہیں علامہ ابن خلکان کی رائے اُن کے متعلق یہ ہے "کان فی زمانہ اوحد علماً و ورعاً و حالاً" حضرت ذوالنون علم، تقویٰ اور بزرگی کے اعتبار سے اپنے زمانے میں یکتا و یگانہ تھے ان کے جلیل القدر محدث اور عظیم الشان صاحب نسبت بزرگ ہونے کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ حضرت کے اساتذہ میں حضرت امام مالکؒ جیسے اکابرین امت ہیں اور حضرت جنید بغدادیؒ جیسے خاصانِ خدا ان کے شاگرد ہیں، حضرت امام مالکؒ کے علاوہ لیث بن سعدؒ، ابن لہیعہ سے بھی حضرت کو احادیث پہنچی ہیں لیکن حضرت ذوالنون مصریؒ اللہ کے ان مخصوص و مقدس بندوں میں سے ہیں جن کا سرمایۂ سعادت علمِ ظاہری نہیں بلکہ زورِ ہمت و جستجو اور قوتِ ذہن و دماغ کے بجائے ان کا مایۂ فخر وصف خدائے رحیم و کریم کا وہ لطفِ خاص ہے جو کسی خوش قسمت انسان کو حاصل ہوتا ہے اسی لئے تو وہ معرفت و سلوک کے اس مقام بلند پر فائز تھے جہاں ظاہری یک قلم اٹھ جاتے ہیں اور خدا کی بخشی ہوئی وہ صلاحیت

شاہد کو جلوہ مشہود سے، ناظر کو تجلیات منظور سے، اور طالب شوق کو حقیقت مقصود و مطلوب سے ہم کنار کردیتی ہے۔ اسی لیئے حضرت ذوالنون کا قلب مبارک تجلیات الٰہی کا آئینہ دار اور ان کی آنکھیں نورِ حقیقت سے روشن و منور تھیں۔ ابن جلاء کا بیان ہے کہ میں نے چھ سو محدثین اور صوفیاء سے ملاقاتیں کیں، ان کی صحبت سے فیض پایا، لیکن ان میں چار بزرگ بے نظیر و بے مثال ہیں۔ حضرت ذوالنون مصری ان چار میں سے ایک ہیں۔ حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ انکے متعلق فرماتے ہیں "حضرت ذوالنون مصری سلطان ہیں، طریقت کے بادشاہ ہیں، اسرارِ توحید پہ وسیع و دقیق نظر رکھتے ہیں اور لائقِ فخر شیخ، ریاضت و کرامات کی روشنی کامل سے بہرہ اندوز ہیں۔

نام و نسب

اس آفتابِ علم و عمل، مینارۂ شریعت و طریقت نے مصر کے ایک خوش قسمت اخمیم میں ظہور فرمایا، جہاں حضرت امام شافعیؒ کا مزارِ پُرانوار ہے۔ آپ کے والد گرامی کا اسم مبارک ابراہیم تھا، آپ کا نام ثوبان رکھا گیا، ابوالفیض آپ کی کنیت ہے اور لقب ذوالنون ہے اور اب یہ لقب اتنا مشہور ہو گیا ہے، کہ نام اور کنیت اس میں چھپ کر رہ گئی ہے۔ حضرتؒ کے اس لقب کی داستان بھی بہت ہی حیرت انگیز ہے۔

ذوالنونؒ کے لقب کی وجہ

حضرتؒ ایک مرتبہ کشتی میں سفر فرما رہے تھے بہت سے لوگ ہم سفر تھے، جن میں ایک بہت بڑا سوداگر بھی تھا، جو تجارت کے لئے اپنے ساتھ بہت سے قیمتی جواہرات اور سونا لے جا رہا تھا، اتفاق سے اس کا سامانِ تجارت کشتی میں چوری ہو گیا، اُسے اطلاع ہوئی تو اس نے خوب شور و غل مچایا اور پھر سب کی تلاشی لینی چاہی، مگر دوسرے مسافروں

نے اسے اپنی بے عزتی سمجھا اور تلاشی دینے سے انکار کر دیا۔ تو اسے بہت غصہ آیا اور چونکہ حضرت کے علاوہ کشتی میں اور کوئی آدمی بھی اتنے پھٹے حالوں نہیں تھا، اس لیے وہ انہیں لاچار سمجھ کر سارا غصہ ان پر اتارنے لگا۔ رفتہ رفتہ اس نے چوری کا الزام بھی ان ہی کے سر لگایا، سارے مسافروں نے بھی وہ چوری اپنے سروں سے ٹلتی دیکھی تو اس کی تائید کرنے لگے، حضرت یہ دیکھ کر بہت آزردہ خاطر ہوئے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر الحاح وزاری سے عرض کی، الٰہی! جو حقیقت حال ہے وہ تو جانتا ہے، میں بے قصور و بے گناہ ہوں" آپ زار و قطار رونے لگے اور ابھی آپ کی یہ مناجات ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ بے شمار مچھلیوں نے دریا سے سر نکالے اور تیرتی ہوئی کشتی سے آلگیں ہر مچھلی کے منہ میں ایک چمکدار بیش قیمت موتی تھا، حضرت مچھلیوں سے وہ موتی لیتے جاتے تھے اور حقارت سے سوداگر کی طرف پھینکتے جاتے تھے، تمام مسافر اس واقعہ کو دیکھ کر بے حد شرمندہ ہوئے اور ششدر رہ گئے اور سوداگر کی تو حیرت و ملامت کا کوئی اندازہ ہی نہیں تھا، وہ تو قدموں میں گر کر معافی مانگنے لگا، عربی میں "ذو" کے معنی والے کے ہیں، اور "نون" مچھلی کو کہتے ہیں، اسی لیے اس وقت سے لوگ آپ کو "ذوالنون" کہنے لگے اور یہ لقب ایسا مشہور ہوا کہ آپ کا نام بہت کم لوگ جانتے ہیں لیکن جونہی "ذوالنون" کہا جائے تو اہلِ دل کے سر احترام سے جھک جاتے ہیں۔

جذب و حال

حضرت ذوالنون مصریؒ پر اکثر اوقات جذب و حال کی کیفیات طاری رہتیں اور ان کیفیات سے آپ ہمیشہ مخمور و سرشار رہتے تھے، اسی وجہ سے آپ کے ساتھ ہمیشہ ایک قوال بھی رہتا تھا، چنانچہ جب آپ مصر کو

بغداد پہنچے ہیں تو قوال اس وقت بھی آپ کے ہمراہ تھا، بغداد کے صوفیاء نے آپکا پُرجوش خیر مقدم کیا، نمازِ عشاء سے فراغت کے بعد کچھ صوفیا نے عرض کیا کہ اجازت ہو تو قوال کچھ سُنائے" آپ نے اجازت دی تو قوال نے یہ اشعار سنائے:۔

صغیر ھواك عذبنی ۔ فیکف بہ اذا احتنکا
وانت جمعت من قلبی ۔ ھویً قد کان مشترکا
اما ترثی لمکتئب ۔ اذا ضحك الخلق بکا

"میرے محبوب! تیری تھوڑی ہی سی محبت نے مجھے بے چین کر دیا ہے لیکن جب یہ محبت گہری ہو جائے گی تو بتلا، اس وقت میرا کیا حال ہوگا؟"

"مجھے نہ جانے کس کس سے دل چسپی تھی لیکن میرے محبوب! تو نے ان سب محبتوں کو میرے دل سے سمیٹ لیا ہے"۔

"میرے محبوب! تجھے مجھ جیسے غم زدہ انسان پر رحم نہیں آتا جو اس وقت بھی روتا رہتا ہے جب ساری دنیا خوش ہوتی ہے ہنستی رہتی ہے"۔

یہ اشعار سنتے ہی حضرت ذوالنونؒ کھڑے ہو گئے، دیر تک آپ اسی انداز سے کھڑے رہے، پھر منہ کے بل زمین پر گر پڑے، خون آپ کے جسم سے بہنے لگا، لیکن عجیب بات تھی کہ زمین پر خون کا ایک قطرہ بھی نہیں گرا۔

مشہور اسلامی مورخ خطیب بغدادی نے اس واقعہ کے بعد آپ کا دوسرا واقعہ لکھا ہے کہ ایک غلام حضرت کی معیت میں رہتے رہتے صاحب حال ہو گیا تھا، اتفاقاً وہ بغداد کے ایک قوال کے ہاں پہنچا جس کے ہاں اس وقت محفلِ سماع گرم تھی، آپکے غلام نے اشعار سنے تو اس پر کیفیت طاری ہو گئی، قوال

نے شراب کو دوآتشہ بنادیا، تو غلام اسے برداشت نہ کر سکا، ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا، پھر جو دیکھا تو روح اس کے جسم سے نکل چکی تھی، حضرتؒ اس غلام کو بے حد عزیز رکھتے تھے، وہ نہ صرف ایک وفادار غلام تھا بلکہ صاحب حال بھی تھا اس لیے قوال کی شوخی اور غلام کی موت کا حال سنا تو آپ کو بے حد صدمہ ہوا آپ نے فوراً قوال کو طلب فرمایا اور انھیں اشعار کے سنانے کی فرمائش کی، تھوڑی دیر تو سنتے رہے پھر آپ نے اس پر توجہ کی تو قوال کی حالت بگڑنے لگی، دیر تک آپ اس پر توجہ دیتے رہے، آخر آپ کے دہنِ مبارک سے ایک چیخ نکلی اور قوال کے جسم سے طائر روح پرواز کر گیا، حضرت نے فوراً فرمایا "النفس بالنفس والجروح قصاص"

گریہ وزاری اور عبرت پذیری

حضرتؒ پر اکثر اوقات گریہ وزاری طاری رہتا، خدا کی جلالت شان در اپنے قصور و عصیان سے آپ ہر وقت ڈرتے رہتے جب کبھی بھی اس طرح کی باتیں ہوتیں تو آپ آنسو نہ روک سکتے، ایک مرتبہ آپ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک خدا رسیدہ خاتون سے ملاقات ہوئی، اس نے پوچھا آپ کون ہیں؟" حضرتؒ نے جواب دیا "ایک اجنبی مسافر ہوں" خاتون نے برجستہ کہا افسوس ہے، کیا اللہ کے ہوتے ہوئے بھی کوئی شخص غریب اور بیکس ہو سکتا ہے وہ تو پردیسیوں کا مونس اور غریبوں کا مددگار ہے اور اللہ جس کا مددگار و مونس ہو وہ بھی خود کو بیکس سمجھے تو اس سے زیادہ تعجب کی بات اور کیا ہو سکتی ہے اس خاتون کی یہ حکمت مآب باتیں سن کر آپ رونے لگے، خاتون نے پھر دریافت کیا "آپ روتے کیوں ہیں"؟ تو حضرتؒ نے فرمایا "میری روح کا وہ زخم جو ناسور بن رہا

تھا اس کی دوا مل گئی ہے، اب آپ مجھے کوئی اور بات تبلایئے؟" خاتون نے جواب دیا" اپنے رب سے محبت کیجئے اور اس کے دیدار کا اشتیاق رکھئے، کیونکہ ایک دن آئے گا جب کہ خدا اپنی کرسی امارت پر بیٹھے گا اور اپنے اولیاء و احباء کے لئے جلوہ فگن ہوگا اور ان کی محبت کے طفیل اپنے کرم و فضل سے ان کو اس طرح سیراب کرے گا کہ پھر کبھی انھیں کوئی رنج و تعب ہی محسوس نہیں ہوگا" حضرتؒ زار و قطار رو رہے تھے کہ وہ خاتون چلی گئی اور حضرتؒ نہ جانے کتنی دیر تک گریہ و زاری کرتے رہے، خدا کی عظمت و جلالت کے تصور کے ساتھ اپنی عجز و بیچارگی کا خیال کرتے رہے اور آنسوؤں کا دھاریں بہتی رہیں۔

دربارِ خلافت میں قدر و منزلت

حضرتؒ کے علوم ظاہری اور فیوض باطنی جن کا شہرہ دور دور تک پہنچ گیا تھا اور ہر شخص ان کا معترف مداح تھا، اربابِ ظاہر کے لئے وجہ حسد بن گئے تھے اور چونکہ خلقِ خدا ان پر اعتقاد رکھتی تھی، اس لیے انھوں نے سازشیں شروع کیں اور خلیفہ بغداد متوکل علی اللہ عباسی کو آپ کی جانب سے بدظن کرنا شروع کر دیا رفتہ رفتہ متوکل آپ سے پوری طرح بدظن ہو گیا اور اس نے آپ کو جیل خانہ بھیج دیا، لیکن آپ اس وقت بھی تقویٰ و طہارت کے پابند رہے اور اللہ کے فضل سے مخلوق آپ پر اسی طرح رجوع رہی، اس کا اندازہ حافظ ذہبیؒ کے نقل کردہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ "قید خانہ میں تمام قیدی آپ سے محبت کرنے لگے، یہاں تک جیلر بھی آپ کا معتقد ہو گیا، ایک روز اس نے جیل کے مطبخ میں آپ کے لئے عمدہ کھانا تیار کرایا اور چھپ کر وہ کھانا آپ کے پاس لایا، لیکن آپ نے کھانے سے انکار کر دیا، جیلر

نے اصرار کیا، اپنی عقیدت و محبت کا واسطہ دیا، تو آپ نے فرمایا کہ جیل میں جو غلہ آتا ہے وہ سب کا ہے، پھر اس میں سے عمدہ کھانا جو تم نے میرے لئے تیار کیا ہے اس کا نہ تمہیں حق تھا اور نہ میرے لئے حلال ہے" جیلر بہت متاثر ہوا معافی مانگ کر روتا ہوا چلا گیا۔

ایسے ہی کئی واقعات ہوئے، جن سے متوکل کو معلوم ہو گیا کہ اس نے آپ جیسے خدارسیدہ بزرگ کو جیل بھیجکر سخت غلطی کی ہے، اس لئے متوکل نے رہائی کا حکم دیا اور پھر تو اس کا یہ عالم تھا کہ حضرت ذوالنونؒ کے علاوہ اسکی نگاہوں میں کوئی اور بزرگ جچتا ہی نہیں تھا، خطیب بغدادی نے اسی عقیدت کا اظہار اپنے ان جملوں میں کیا ہے، "کان المتوکل مولعا بہ بفضلہ علی العباد والزھاد"، متوکل آپ سے بیحد عقیدت رکھتا تھا اور ان کا مرتبہ سلطنت کے تمام فقراء اور صوفیا سے بلند سمجھتا تھا، لیکن حضرت ذوالنونؒ نہ اس وقت اس سے خائف ہوئے جب اس نے ناراض ہو کر آپ کو جیل بھیجدیا تھا اور نہ اظہار حق میں اس وقت کوئی مروت برتی جب وہ آپ کی کفش برداری کو اپنے لئے موجب فخر سمجھتا تھا، بلکہ آپ اسے ہمت و جرأت سے نصیحت کرتے تھے، اس کے سوالات کے جوابات میں کوئی لوچ لچک پیدا نہیں کرتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ آپ سے متوکل نے درخواست کی کہ مجھے کچھ ایسے اعمال کی نصیحت کیجئے جو زندگی بھر میرے کام آتے رہیں اور جب آپ اسکے لئے آمادہ ہو گئے تو خلیفۃ المسلمین متوکل علی اللہ نے قاضی یحیی بن اکثم کو اس کام پر مامور کیا کہ جو کچھ آپ فرمائیں وہ قلم بند کرتے جائیں، چنانچہ آپ نے اسے کچھ اعمال کی طرف توجہ دلائی

جن کا اصل لطف تو عربی ہی میں ہے، لیکن مطلب و مقصد تو اردو میں بھی سمجھا جا سکتا ہے۔

"اے رب! تو مجھ کو اپنے اہلِ ولایت میں ایک ایسے مقام پر فائز کر جہاں میں تیری محبت کی زیادتی کی امید کر سکوں، مجھ کو اپنے ذکر کی وجہ سے اپنا ایسا دیوانہ بنا دے کہ تیرے ہی ذکر میں مجھ کو امن اور چین اور راحت و سکون نصیب ہو اور اپنے اسمائے حسنٰی کے باغیچوں میں لے جا کر مجھ کو اپنے نام کی لذت عطا فرما اور مجھ کو ایسی استقامت عطا فرما کہ تیری اطاعت سے منحرف نہ ہونے والے اولیاء و اصفیاء کے ساتھ مضبوطی سے جما کھڑا رہوں، تیرے قرب میں مجھے ہمیشہ ایک لذت ملتی رہی اور اسی وجہ سے میں صرف تیری ہی یاد اور تیرے ہی ذکر میں مست و مدہوش رہوں، اے رب العالمین! جب تک میں زندہ ہوں، میری یہی حالت رہے، تو بڑا ہی مہربان اور رحم کرنے والا ہے، اے اللہ! میں تیری ہی پناہ چاہتا ہوں، تیری اطاعت کا ارادہ رکھتا ہوں، تو مجھے اس ارادہ میں ثابت قدم رکھ، تو دلی و قدیر ہے۔"

حضرت یہیں تک کہنے پائے تھے کہ قاضی صاحب نے کہا حضرت یہی بہت کافی ہے" آپ نے فرمایا "ہاں! اگر اللہ کا فضل شامل حال ہو تو ہدایت کے لئے تو یہی بہت ہے"

وفات بالآخر جیزہ میں ۲ ذیقعدہ ۶۴۶ھ کو پیر کے دن یہ آفتاب شریعت و طریقت دنیا کی نگاہوں سے روپوش ہو گیا

انا للہ و انا الیہ راجعون

حضرت خواجہ

ابو محمد بن احمد ابدال چشتی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت خواجہ ابو محمد بن احمد ابدال چشتیؒ سلسلہ چشت کے صاحب الجلال والکمال بزرگ ہیں، آپ کو آٹھ واسطوں سے خرقہ خلافت مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے پہنچا، آپ مادر زاد ولی تھے، آپ کی ولادت کے حالات نہایت حیرت انگیز ہیں۔ اکثر روایات کے اعتبار سے آپ محرم الحرام ۳۳۱ھ کو حضرت احمد ابدال چشتیؒ کے دولت کدہ میں بمقام چشت رونق افروز عالم ہوئے۔

پیدائش کے حالات

ولادت سے قبل اسی شب میں آپ کے والد ماجد نے خواب میں دیکھا کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ "اے ابو احمد خوش ہو کہ تیرے گھر میں بابرکت بیٹا پیدا ہوا، اس کا نام ہمارے نام پر رکھنا اور ہمارا سلام اس سے کہنا"

آپ کے والد صاحب جونہی خواب سے بیدار ہوئے بیٹے کی ولادت کی خوش خبری سنی، حضرت ابو احمدؒ نے وضو کر کے بیٹے کا چہرہ دیکھا فرمایا "السلام علیکم

جواب ملا "وعلیکم السلام" یہ سنتے ہی آپ نے سجدۂ شکر ادا کیا اور دعا کی "یا رب میرے بیٹے کو میرے مرتبہ کا بنا" چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور حضرت ابو محمدؒ اپنے والد ماجد کے جانشین برحق بنے۔

جس روز آپ دنیا میں تشریف لائے دن بھر دودھ نہ پیا، والد ماجد کو پریشانی ہوئی، گھر والوں نے پریشان ہو کر حضرت ابو احمدؒ سے یہ واقعہ عرض کیا آپ نے فرمایا:-

"تشویش کی کوئی بات نہیں ہے، خدا کا شکر ہے، آج روز عاشورہ ہے یہ لڑکا مادر زاد ولی ہے، اولیاء اللہ کی پیروی کرتا ہے، اس لئے دودھ نہیں پیتا، چنانچہ حضرتِ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے غروب آفتاب کے بعد بے تکلف والدہ ماجدہ کا دودھ نوشِ جان فرمایا۔

آپ شکمِ مادر میں کلمہ طیبہ پڑھا کرتے تھے

آپ کی والدہ محترمہ فرماتی ہیں کہ ابو محمدؒ میرے پیٹ میں تھے تو میں کلمہ طیبہ کی آواز سنا کرتی تھی، ایک روز میں نے یہ حال حضرت خواجہ ابو احمدؒ سے کہا تو انھوں نے فرمایا "تمہیں بشارت ہو کہ تمہارے پیٹ سے ایک مادر زاد ولی پیدا ہونے والا ہے۔"

ایامِ شیر خوارگی کے حالات

ایک روز حضرت خواجہ ابو محمدؒ اپنی والدہ محترمہ کا دودھ نوشِ جاں فرما رہے تھے کہ آپ بے اختیار ہنسنے لگے اور خوب ہنستے رہے، معصوم اور شیر خوار بچہ کی اس حیرت انگیز ہنسی کا تذکرہ آپ کی والدہ محترمہ نے حضرت خواجہ ابو احمدؒ سے کیا تو آپ نے

فرمایا" اس وقت شیطان اُن کو ڈرانے کے لیے آیا تھا، خداوند عالم نے اس کو دور کرنے کے لیے فرشتوں کو حکم دیا جونہی شیطان ڈر کر بھاگنے لگا تو بیاس کو دیکھ کر ہنس پڑے"

آثارِ ولایت

حضرت خواجہ ابو محمدؒ کی صورت و سیرت سے یوم پیدائش سے ہی آثارِ ولایت ظاہر و نمایاں تھے، جس وقت آپ پیدا ہوئے اس وقت آپ کا منہ تھوڑی دیر تک آسمان کی طرف اٹھا رہا، وہ وقت نماز کا تھا، آپ کا چہرہ اس وقت نہایت تاباں اور منور تھا، دودھ چھٹنے کے بعد جب آپ کی عمر ڈھائی سال کی ہوگئی تھی اس وقت تک آپ غذا بہت کم کھاتے تھے، والدہ محترمہ کو فکر و تردد ہوا کہ زندگی کا انحصار کھانے پینے پر ہے آپ کی تندرستی کس طرح قائم رہ سکے گی، ایک دن انھوں نے آپ کے والد ماجد سے اپنی پریشانی کا حال کہا تو فرمایا" فکر کی کوئی بات نہیں درویشوں کی عادت کم کھانے کی ہوتی ہے، یہ بچہ اپنی عادت بگاڑنا نہیں چاہتا اس کو اپنی مرضی سے کھانے دو"

چار سال کی عمر میں نماز باجماعت

چار سال کی عمر میں حضرت خواجہؒ نے نماز باجماعت ادا کرنی شروع کی، جب آپ کی بسم اللہ ہوئی اور مکتب میں گئے تو غیب سے آپ کی تختی پر لکھا ہوا تھا" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم علم القرآن رب یسر ولا تعسر رب زدنی علما و فہما و تمم بالخیر" تھوڑی ہی مدت میں آپ نے قرآنِ پاک ختم کیا اور تعلیم دین سے فارغ ہو کر سات سال کی عمر میں گوشۂ تنہائی میں بیٹھ گئے۔

رجوع خلائق

حضرت خواجہؒ کا سینۂ مبارک گنجینۂ علومِ ظاہری و باطنی تھا سینکڑوں بندگانِ خدا کو فیضِ باطنی سے سرفراز فرمایا ہزار حاجت مندوں نے مرادیں پائیں اور اکتسابِ علومِ ظاہری و باطنی کیا، آپ کے فیضِ باطنی نے شرک و کفر کا کامل استیصال کیا، جو بددین آپ کے سامنے آتا چہرۂ نورانی دیکھ کر ایمان لے آتا اور جو مسلمان صاحبِ اعتقاد حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوتا صاحبِ کشف ہوجاتا حتیٰ کہ مقامِ چشت میں کفر و شرک کا نام باقی نہ رہا

اتقا و ریاضت

آپ کے زہد و اتقا کا کمال یہ تھا، کہ آپ بیس سال تک ہمہ وقت باوضو رہے احسبِ ضرورت جب بے وضو ہوئے فوراً وضو کر لیا اور عبادت میں مشغول ہو گئے، ریاضت و عبادت کا یہ حال تھا کہ بارہ سال تک آپ نے ایک حجرہ میں اعتکاف کیا، ساتویں روز صرف ایک خرمہ سے افطار فرماتے تھے،

حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات

حضرت خواجہ بزرگؒ کے ساتھ ہر وقت فضلِ ایزدی شاملِ حال رہتا تھا، ایامِ طفولیت میں ایک روز مکتب تشریف لے جارہے تھے کہ راستہ میں حضرت خضرؑ سے ملاقات ہوئی، حضرؑ نے فرمایا "ابو محمدؒ! میں خدا کے حکم سے تمہیں علومِ ظاہری و باطنی سکھانے آیا ہوں" حضرت خواجہؒ نے خضر علیہ السلام کے قدم چومے اور کہا "زہے نصیب، مجھے تعلیم فرمائیے" خضر علیہ السلام نے آپ کو اسی وقت اسمِ اعظم جلی سکھایا، اس وقت حضرت خواجہ پر اسرارِ باطنی کھل گئے اور صاحبِ کشف و کرامات ہو کر گھر واپس ہو گئے۔

آپ کی والدہ محترمہ نے دریافت فرمایا آج تم نے کیا پڑھا اپنی تختی دکھاؤ اور سبق سناؤ" آپ نے جواب دیا کہ میں نے جو کچھ پڑھا ہے وہ تختی اور کتاب سے بے نیاز ہے میں نے جو کچھ سیکھا ہے، وہ کسی کتاب کا محتاج نہیں، والدہ محترمہ نے قرآن مجید ان کے سامنے رکھ کر فرمایا، اچھا پڑھ کر سناؤ، تو آپ نے ابتدا سے انتہا تک پورا قرآنِ مجید حفظ سنا دیا، والدہ محترمہ نے یہ دیکھ کر سجدہ حق ادا کیا۔

ایامِ شباب اور خرقہ پوشی

سترہ سال کی عمر میں آپ کے بزرگ حضرت خواجہ ابو احمد چشتیؒ نے آپ کو تعلیم فرما کر خرقہ درویشی پہنا کر اپنا جانشین مقرر کیا اور نصیحت فرمائی کہ فقر و فاقہ کو بہت عزیز رکھنا درویشی کو غنیمت جاننا، فقیروں کی صحبت اختیار کرنا، اس کے علاوہ تمام اسرار و غوامض روحانی و نکاتِ باطنی سے بہرہ یاب کیا۔

عالمِ مستی و بیخودی

ایک روز حضرت خواجہ ابو احمد چشتیؒ محفل سماع میں تشریف فرما تھے، کہ آپ پر کیف کا عالم طاری تھا اسی دوران میں حضرت خواجہ ابو محمد پر نظر پڑی تو اس نظر فیض اثر نے آپ کو ایسا مست و بے خود بنایا کہ سات روز کامل ہوش میں نہ آئے والد محترم نے سات ہی روز تک محفلِ سماع بدستور گرم رکھی، ہر نماز کے وقت جلسہ برخاست ہو جاتا تھا، پھر وہی ہنگامۂ کیف جاری ہو جاتا تھا، آخر سات روز کے بعد آپ ہوش میں آئے، خاموشی کا عالم دیکھتے ہی آپ نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا "قولوا، قولوا" (کہو کہو) اسی وقت عالم غیب سے قوالی کی آواز پیدا ہوئی، کئی روز تک یہ آواز غیب سے آتی رہی اور سب حاضرین عالمِ بے خودی کے مزے لیتے رہے، مدت کے بعد آپ کو پورا

پورا ہوش آیا، والدہ ماجدہ کے قدموں پر سر رکھ کر عرض کیا "جو اسرار سماع سے کھلتے ہیں وہ کسی شغل سے نہیں کھلتے یہ کیفیت حضورؒ کے تصدق مجھے نصیب ہوئی"۔

قدرتِ خداوندی کا حیرت انگیز مظاہرہ

ایک روز حضرت خواجہ موصوفؒ لبِ دریا اپنا خرقہ مبارک سی رہے تھے، اتفاقاً ولی عہد سلطنت سیر و تفریح کرتا ہوا اُدھر سے گزرا اور آپ کو دیکھ کر گھوڑے سے اتر کر مؤدب بیٹھ گیا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "تم کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ اور حاکمِ وقت بنایا ہے، فقیروں، غریبوں کی خبر لیتے رہا کرو، ورنہ قیامت کے دن جب تم سے سوال کیا جائے گا تو سوائے شرمندگی کے کچھ نہ بن پڑے گا"۔

شہزادے نے یہ سن کر بہت سا زرِ نقد آپ کی نذر کیا، مگر آپ نے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ ہماری فقیری اس سامان کی محتاج نہیں، شہزادہ اصرار پر اصرار کئے جا رہا تھا، مگر حضرتؒ انکار پر بدستور قائم تھے، بالآخر مجبور ہو کر آپ نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے دعا کی "یا اللہ اپنی مخفی دولتیں اس کو بھی دکھا دے تاکہ اس کے اصرارِ پیہم کے شر سے محفوظ رہوں، اسی وقت دریا کی تمام مچھلیاں ایک ایک اشرفی منہ میں لئے ہوئے کنارے پر آئیں اور ایک کنارے پر اشرفیوں کا ڈھیر لگا دیا شہزادہ قدرتِ خدا کا یہ تماشا دیکھ کر حیران رہ گیا اور جل عظمتہ، کہتا ہوا خواجہ بزرگؒ کے قدم مبارک پر پڑا۔

حضرت خواجہ محمود غزنوی کی پشت پر

جب رئیس المجاہدین سلطان محمود غزنوی نے سومنات

پر چڑھائی کی تو حضرت خواجہؒ کو بھی منجانب الٰہی امداد کا حکم ہوا، اس وقت آپ کی عمر شریف ستر سال تھی، آپ فقرا کی ایک جماعت ہمراہ لے کر محمود کی امداد کے لئے تشریف لے گئے، ایک روز جب دشمنوں کی طرف سے محمود کی فوج پر فتح شکن حملہ ہوا تو اس وقت آپ کی روحانی امداد سے حق تعالیٰ نے محمود کو فتح عطا فرمائی، سلطان محمود نے آپ کے قدموں پر گر کر آپ کی غلامی کا قلادہ بصد افتخار زیب گلو کیا اور بیعت ہو گیا۔

حضرت کا وصال

حضرت خواجہ بزرگؒ بہ حکم ربِّ اکرم عالم کو فیضیاب کر کے ستر سال کے سن شریف میں بموجب روایت نفحات ۱۵ رجب ۱۱۴ھ میں واصل بحق ہوئے، مزار مبارک چشت میں ہے۔

حضرت مالک بن دینار

رحمۃ اللہ علیہ

اسلام کی مجبر العقول اشاعت اور فوری ترقی کے لئے دنیا والوں سے اور کوئی وجہ نہ پاکر ایک من گھڑت دلیل قائم کر لی کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے اسکی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ کسی نے اسلام کے ان سرفروشوں کی سوانح حیات کا مطالعہ کرنے کی کوشش نہیں کی، جو دشمنوں کو دوست، اور اغیار کو اپنا بنا لینے والے واقعات سے بھری پڑی ہیں مسلمانوں نے ہمیشہ اس وقت تلوار اٹھائی جب مخالفین نے ان پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا... بار بار عہد باندھ باندھ کر بد عہدیاں اور معاہدہ شکنیاں کی ہیں، انسانیت و شرافت کا منہ چڑایا ہے غیرت و حمیت کو چیلنج کیا ہے، اس وقت مسلمانوں کو اپنی مدافعت اور بقا کے لئے تلوار اٹھانی پڑی ہے، چونکہ وہ تائید ربانی پر پورا پورا بھروسہ رکھتے تھے اس لئے ہمیشہ کامیاب ہوئے، ایسے ہی بزرگ حضرت مالک دینار تھے۔

حضرت مالک دینار سراپا سرچشمۂ ہدایت اور متوکل صاحب ولایت تھے، آپ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے مصاحبین میں سے تھے اور اس گروہ کے عظیم المرتبت لوگوں میں آپ کا شمار ہے، آپ کی کرامات اور ریاضات بے حد مشہور

ہیں اور صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین سے محبت کرنے والے اور ان کے حالات کا مطالعہ کرنے والے خوب جانتے ہیں۔

حضرتؒ کے حالات میں اسم مبارک کے آخر میں لفظ "دینار" کی وجہ یہ لکھی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت کشتی میں سفر فرما رہے تھے، اس زمانے میں کشتی بانوں کا دستور تھا کہ جب بیچ بیچ دریا میں کشتی پہنچتی تھی تو کرایہ وصول کرتے تھے، چنانچہ حضرت جس کشتی میں سفر فرما رہے تھے جب وہ بیچ دریا میں پہنچی تو ملاحوں نے کرایہ وصول کرنا شروع کیا اور وہ سب سے وصول کرتے ہوئے حضرتؒ کی خدمت میں پہنچے۔ آپ متوکل علی اللہ درویشانہ سفر فرما رہے تھے، فرمایا میرے پاس کرایہ نہیں ہے، اس پر کشتی بان بگڑ گئے اور آپ کو بے حد زدوکوب کیا، یہاں تک کہ آپ بے ہوش ہو گئے ہوش میں آتے پر انھوں نے پھر کرایہ طلب کیا، آپ نے وہی جواب دیا، کشتی بانوں نے پھر آپ کو مارنا شروع کیا اور کہا کہ ہم تجھ کو دریا میں پھینک دیں گے، ادھر رحمتِ باری اپنے عاشق کی دوبارہ آزمائش پر حرکت میں آئی اور دریا سے بہت سی مچھلیاں ابھر آئیں ہر مچھلی کے منہ میں ایک دینار تھا، آپؒ نے ایک مچھلی کے منہ سے ایک دینار لے کر کشتی بان کے حوالے کیا، وہ لوگ اس منظر سے ہکّے بکّے رہ گئے اور آپ کے قدموں پر گر کر معافی چاہی، آپ نے فرمایا اس میں تمہارا قصور نہیں ہے، یہ میرا اور میرے رب کا معاملہ ہے یہ فرمایا اور کشتی سے دریا کے پانی پر اس طرح اترے جس طرح خشکی پر اترتے ہیں اور خشکی ہی کی طرح پانی پر قدم رکھتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

یہ وہ زبردست خصوصیت ہے جس نے مسلمانوں کی دھاک دشمنوں کے دلوں پر بٹھا کر انھیں مسلمانوں کا گرویدہ کیا تھا اور انھیں اسلام کی تعلیمات میں

انسانیت اور دنیاوی مصائب کا حل نظر آتا تھا اور وہ برضا و رغبت خود اسلام لائے تھے۔

آپ نے ایک بار ایک مکان کرایہ پر لیا، اس مکان سے ملحق ایک یہودی کا مکان تھا، یہودی کے پڑوس میں، اور پھر مشترکہ دیوار کے ساتھ ایک مسلمان کا بسنا، ایک آنکھ نہ بھایا اور اس نے آپ کو پریشان اور دق کرنے کی یہ تدبیر اختیار کی کہ آپ کے مکان کی محراب پر اپنا پائخانہ بنایا اور ایسی ترکیب کی کہ نجاست و غلاظت محراب میں گرے، آپ نے یہ حال ملاحظہ فرمایا مگر خاموشی اختیار کی نہ کسی خیرخواہ سے اس کی شکایت کی نہ کسی سے تذکرہ فرمایا اور نہ اس یہودی سے اس کی حرکتِ ناشائستہ پر کسی قسم کی گفتگو فرمائی، آپ نے صبر فرمایا اور دن گزرتے گئے، اصولی بات ہے کہ مفسد اور ظالم جب اپنے فساد اور ظلم کا اثر ظاہر ہوتے نہیں دیکھتا تو وہ ایک طرف اس فساد اور ظلم کا احساس دلانے کی نیت سے اور دوسری طرف اپنے فساد اور ظلم کے بے اثر رہنے کی وجہ معلوم کرنے کی غرض سے خود مظلوم کو چھیڑتا ہے اس یہودی نے بھی ایسا ہی کیا اور ایک روز حضرات کی خدمت میں گیا اور ازراہ تمسخر و طنز آپ سے سوال کیا کہ آپ کو میرے پائخانہ کی وجہ سے کوئی تکلیف تو نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے بلاشبہ تکلیف ہے، اس نے کہا پھر آپ نے اس پر لب شکایت کیوں نہ کھولا، آپ نے فرمایا میری دل آزاری تو ہو چکی، میں تم سے ناحق بحث میں الجھنے سے اس کو بہتر سمجھتا ہوں کہ صبر سے اپنا انتظام خود کر لوں چنانچہ میں نے ایک جاروب اور ایک تغاری لا کر رکھ لی اور اس نجاست و غلاظت کو خود اٹھا کر باہر پھینک آتا ہوں اور جگہ کو خود دھو لیتا ہوں، کیوں کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:۔ "والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس" یعنی حق پرست مومن وہ ہے

جو غصہ میں اپنے آپ کو قابو میں رکھتا ہے اور غلط کار اور ستلانے والے کو معاف کر دیتا ہو۔ یہودی نے جب یہ سنا تو اس کے قلب کی حالت متغیر ہو گئی اور وہ فوراً یہ کہتا ہوا آپ کے قدموں پر گر پڑا کہ اس بات کو کون شخص پسند کرے گا کہ خدا کا دوست بندوں کی دشمنی سے تکالیف اٹھائے اور پھر آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام لایا۔

آپ کے رحم و کرم کا یہ حال تھا کہ آپ کے پڑوس میں ایک شر انگیز نوجوان رہا کرتا تھا، اس کی فتنہ انگیزی سے حضرتؒ کو بے حد تکلیف پہنچتی تھی، بسا اوقات جان بوجھ کر وہ ایسی حرکتیں کرتا جس سے حضرتؒ بے حد رنجیدہ ہوتے لیکن حرفِ شکایت زبان پر نہ لاتے، صبر و ضبط سے کام لیتے اور عفو و درگزر فرماتے ایک روز چند پڑوسی اس نوجوان کی شکایت حضرتؒ کی خدمت میں لائے، سننے کے بعد آپ اس نوجوان کے گھر تشریف لے گئے اور اسے سمجھایا وہ بجائے اس کے کہ حضرتؒ کے فرمودات عالیہ کو غور سے سنتا اور اس پر عمل کرتا، بگڑ گیا اور بدزبانی کرنے لگا اور عالمِ غیظ و غضب میں اس نے کہا کہ میں بادشاہ کا آدمی ہوں میں بادشاہ سے کہوں گا۔ آپ نے فرمایا بہت بہتر، اللہ بادشاہ سے زیادہ رحیم و کریم ہے، حضرتؒ اس کے اس جواب کو سنکر واپس آ گئے۔ . . . .

. . . .

کچھ دنوں کے بعد اس نے پھر کوئی ناشائستہ حرکت کی، محلے والوں نے بارِ دگر حضرتؒ کی خدمت میں شکایت کی، آپ پھر اسے تنبیہ کرنے کی غرض سے جانے لگے راستے میں ایک غیبی آواز آپ کے کانوں میں آئی کہ میرے دوست کو اس کے حال پر چھوڑ دو، اس غیبی آواز کو سن کر آپ بے حد متعجب ہوئے اور اس نوجوان کے

گھر تشریف لے گئے، اس نے آپ کو دیکھتے ہی کہا کہ کیا پھر تم مجھے سمجھانے آئے ہو آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں مطلع کرنے آیا ہوں کہ ابھی ابھی ایک غیبی آواز میرے کانوں میں آئی ہے کہ "میرے دوست کو اس کے حال پر چھوڑ دو" اتنا سننا تھا کہ اس شرانگیز نوجوان نے کہا اگر ایسا ہے تو میں اپنی تمام جائداد خدا کی راہ میں بخشتا ہوں، یہ کہہ کر وہ...... متاع خدا کی راہ میں لٹا کر گھر سے نکل گیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ بہت دنوں کے بعد اس شخص کو میں نے مکہ معظمہ میں دیکھا وہ سوکھ کر کانٹا ہو گیا تھا اور جاں بلب تھا اور اس کی زبان پہ یہ جملہ تھا کہ "اس نے مجھکو اپنا دوست کہا ہے، میں نے اُسے راضی کرنے کے لیے سب کچھ اس کی راہ میں لٹا دیا، توبہ کی، گھر بار چھوڑ کر کاش وہ مجھ سے راضی ہو گیا ہو، یہ جملہ پورا ہوتے ہی اس نے جانِ جاں آفریں کے سپرد کر دی ؛

حضرت بایزید بسطامی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ کا اہلِ تصوف میں وہ مرتبہ ہے جو ملائکہ میں حضرت جبرئیلؑ کا ہے، دوسرے حضرات جہاں انتہائی کوشش کے بعد پہنچتے ہیں حضرت بایزیدؒ وہاں ابتدا میں متمکن نظر آتے ہیں دو سو برس کوئی باغ معرفت کی گل چینی کرے تب کہیں اسے ایسا ایک پھول ملیگا جیسے پھول حضرت بایزید کو قدم رکھتے ہی عنایت کر دیے گئے تھے۔

حضرت بایزید نہایت باادب اور پابندِ شرع بزرگ تھے، ہر وقت اللہ اور رسولؐ کا کلام حضرتؒ کے وردِ زباں رہتا تھا، حضرتؒ نے ایک بار سنا کہ ایک بڑے صاحب کمال بزرگ فلاں جگہ آئے ہوئے ہیں، جگہ دور تھی، حضرتؒ نے ان کی زیارت کے لئے سفر کیا۔ لیکن بزرگ مذکور کے سامنے پہنچے تو دیکھا کہ وہ قبلہ کے رُخ منہ کرکے تھوک رہے ہیں، آپ بغیر ملے واپس چلے آئے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ نماز پڑھنے مسجد کو جاتے تھے، تو مسجد کے راستہ تک کا احترام ملحوظ رکھتے تھے۔

بزرگوں کے ادب کا بھی یہی حال تھا کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

ان حضرات میں سے ہیں، جن کی خدمت کر کے حضرت بایزیدؒ نے فیض پایا تھا، ایک دفعہ حضرت امامؒ نے حضرت بایزیدؒ سے فرمایا۔ طاق میں سے کتاب لے آؤ، حضرت بایزیدؒ نے پوچھا طاق کدھر ہے، حضرت بایزیدؒ نے عرض کیا، آپؒ کے حضور کبھی سر اونچا نہیں ہونے دیا، طاق کیسے دیکھ سکتا ہوں" حضرت بایزیدؒ صغر سنی ہی میں اس بات کو سمجھتے تھے، کہ اللہ نے جو احکام دیئے ہیں انھیں صرف پڑھ لینا کافی نہیں ہے، ان پر عمل کرنا چاہیئے، جب یہ آیت کلام پاک مکتب میں پہلی دفعہ پڑھی "اشکر لی ولوالدیک" یعنی میرا شکر بھی ادا کرو اور والدین کا بھی شکر ادا کرو تو حضرتؒ پریشان ہوئے اور والدہ سے کہا، "دو کے شکر سے میں کیسے عہدہ برآ ہو سکتا ہوں، آپ مجھے اللہ سے مانگ لیجئے، یا پھر اللہ کے سپرد کر دیجئے، والدہ نے فرمایا تم اللہ کے شکر گزار بندے بنو میں تم سے شکر کا مطالبہ نہیں کروں گی،

بڑے ہو کر حضرت بایزید بسطامیؒ نے والدۂ محترمہ کی خدمت اور اطاعت میں ذرّہ برابر کوتاہی نہ فرمائی۔ والدہ محترمہ سے آپ کو اتنی محبت تھی کہ ایک شب حضرت والدہ محترمہ نے سوتے سوتے پانی مانگا، گھر میں پانی نہیں تھا۔ حضرت باہر جا کر نہر سے پانی لائے، اتنے میں والدہ صاحبہ کی آنکھ جھپک گئی، حضرتؒ تمام شب کھڑے رہے کہ نہ جانے کب اٹھیں اور کب پانی طلب کریں۔

حضرت بایزید بسطامیؒ حج کے لئے اکثر جاتے تھے، ایک دفعہ حج کے راستے میں کسی نے کہا میں عیال دار ہوں، اب کے خانہ کعبہ کی بجائے میرا طواف کر لیجئے اور جتنی رقم حج پر خرچ کرتی ہے مجھے دے دیجئے، اس کی درخواست آپ نے منظور کی اور حج ملتوی کر دیا۔

ایک یہودی حضرت بایزید بسطامیؒ کے پڑوس میں رہتا تھا۔ کچھ دن کے واسطے کسی دوسرے شہر میں چلا گیا واپسی میں دیر ہو گئی اور اس کی بیوی پیسے سے اتنی تنگ ہو گئی کہ گھر میں چراغ نہ جلا سکتی تھی، یہودی کا چھوٹا بچہ اندھیرے کی وجہ سے رویا کرتا تھا آپ نے یہ دیکھا تو روز اپنا چراغ یہودی کے ہاں دے آیا کرتے تھے اور خود اندھیرے میں بیٹھے رہتے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ ہر روز رات کو چار رکعت نماز کی نیت باندھتے اور سلام پھیرنے کے بعد فرماتے، کام کی نماز نہیں ہوئی، پھر چار رکعتیں پڑھتے اور ختم کر کے یہی سوچتے کہ قبولیت کے لائق نماز نہ تھی، اسی طرح صبح ہو جاتی، صبح کے وقت کہتے اے اللہ میں نے بہتیرا چاہا کہ تیری شان کے شایاں تجھے سجدہ کروں لیکن کامیاب نہ ہو سکا، جیسا کہ میں ہوں ویسے ہی سجدہ کرتا رہا۔

حضرت بایزید بسطامیؒ پہلی بار حج کو گئے تو مدینہ منورہ حاضر نہیں ہوئے لوگوں نے وجہ پوچھی، فرمایا میرا دل گوارا نہیں کرتا کہ حج کے طفیل میں مدینہ منورہ حاضر ہوں انشاء اللہ اگلے سال صرف مدینے کی زیارت کروں گا۔

ایک دفعہ حضرت ابو موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بایزیدؒ سے پوچھا طلب الٰہی میں مشکل ترین مرحلہ کون سا ہے فرمایا بغیر امداد الٰہی کے طلب الٰہی کرنا، اللہ کی نظر کرم ہوتی ہے تو دل بغیر کوشش کے اللہ کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔

اولیائے کرام و عظام کا ہمیشہ امتحان لیا جاتا رہا ہے، امتحان لینے والوں میں اپنے اور بے گانے کی تمیز نہ تھی جس کا جی چاہتا تھا حسب طبیعت امتحان لیتا تھا چنانچہ شیخ بو سعیدؒ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا امتحان لینا چاہا، حضرت کو آپ

کی نیت کا حال معلوم ہو گیا۔ آپ نے اپنے مرید جن کا نام بھی بو سعید ہی تھا ان کی طرف میں بھیج دیا۔ شیخ بو سعید حضرتؒ کے مرید بو سعید کی خدمت میں آئے جس وقت حاضر ہوئے اس وقت حضرت بو سعید نماز میں مشغول تھے اور بھیڑیا آپ کی بکریوں کی رکھوالی کر رہا تھا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو شیخ بو سعید سے آپ نے فرمایا کہیے کیسے زحمت برداشت کی، شیخ بو سعید نے جواب دیا "گرم روٹی اور انگور چاہتا ہوں" اتنا سنتے ہی حضرتؒ کے مرید بو سعید نے اپنے ہاتھ کی لکڑی کو توڑ کر اس کے دونوں حصے زمین میں گاڑ دیئے، جوں ہی آپ اس سے فارغ ہوئے خدا کی قدرت سے زمین میں گاڑی ہوئی لکڑی میں انگور لگ گئے، لیکن یہ خوشے ایک دوسرے سے بالکل مختلف تھے خوشہ کا وہ حصہ جو شیخ بو سعید کی طرف تھا وہ سیاہ تھا اور دوسرا حصہ جو حضرتؒ کے مرید بو سعید کی طرف تھا وہ سفید تھا، شیخ بو سعید نے رنگت کی اس تبدیلی کا سبب پوچھا تو بو سعید نے فرمایا کہ "آپ نے چونکہ امتحان لیا تھا اس لئے آپ کے حصے میں سیاہ رنگ آیا اور مجھے تو یقین تھا اس لئے سفید رنگ میرے حصے میں آیا، ظاہر ہے ہر چیز کا رنگ اس کے حال کے مطابق ہونا چاہیئے۔"

(تذکرۃ الاولیاء ص ۱۱۶)

ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ حضرت آپ کے پیر و مرشد کون بزرگ ہیں، آپ نے فرمایا ایک عورت۔ لوگ حیران رہ گئے، کہنے لگے وہ کیسے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک روز میں عالمِ وجد و کیف میں بیٹھا تھا کہ ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ "میرے آٹے کا یہ برتن اپنے پاس رکھ لو" اس وقت میں نے ایک شیر کو اشارہ کیا جب وہ میرے قریب آیا تو میں نے اس عورت کے آٹے کا برتن شیر کی پشت

پر رکھ دیا اور عورت سے کہا تم شہر میں جا کر کیا کہو گی کہ میں نے ایک ایسا واقعہ دیکھا ہے
عورت نے جواب دیا کہ میں یہی کہوں گی کہ ایک شوخ ظالم کو میں نے دیکھا، آپ نے
فرمایا یہ کیوں کہو گی، عورت نے جواب دیا یہ اس لئے کہو نگی شیر غیر مکلف ہے اور
یہ اس کے ساتھ ظلم ہے کہ اس کی پشت پر "آٹا" رکھا جائے، حضرت نے کہا ایسا
تو نہیں، عورت نے کہا بالکل ایسا ہی ہے، اس لئے کہ خدا نے شیر کو تکلیف نہیں
دی، بلکہ تم دے رہے ہو، کیا موجودہ صورت حال شیر کی تکلیف کا سبب نہیں ہے
آپ نے فرمایا ہرگز نہیں، عورت نے جواب دیا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اہل شہر یہ سمجھیں کہ
یہ شیر تمہارا مطیع ہے اور تم صاحب کرامت ہو، آپ نے فرمایا ہاں! مگر معاً آپ کو
خیال گذرا کہ یہ میں نے کیا کہا، اسی وقت آپ نے توبہ کی اور ان محترمہ کی تنبیہ نے
ان کو میرا پیر و مرشد بنا دیا، اس موقعہ کے بعد سے جب بھی آپ سے کوئی کرامت
ظہور پذیر ہوئی تو آپ اس کی تصدیق اللہ رب العزت سے چاہتے اور اسی وقت سبز
روشنائی سے لکھی ہوئی یہ عبارت ظاہر ہوتی۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
نوح نجی اللہ، ابراہیم خلیل اللہ، موسیٰ کلیم اللہ، عیسیٰ روح اللہ
علیہم الصلوٰۃ والسلام"

فرمودات عالیہ

ایک دیوانہ سا آدمی کہہ رہا تھا الٰہی مجھے دیکھ، حضرت
بایزید نے فرمایا تیرے عمل بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں
جو اللہ تجھ پر نظر ڈالے گا، دیوانے نے کہا مولیٰ کی نظر پڑے گی تو عمل اچھے ہو جائیں گے
فرمایا بالکل سچ ہے!!

ایک بار حضرت بایزید بسطامیؒ نے کسی نئی جگہ نماز پڑھی، بعد فراغت نماز امام نے

آپ نے دریافت کیا، حضرت آپ کوئی پیشہ تو کرتے نہیں، بسر اوقات کس طرح ہوتی ہے؟" فرمایا میں نماز دہرالوں پھر جواب دوں گا" امام نے کہا نماز دہرانے کی کیا ضرورت ہے؟ فرمایا جو شخص روزی دینے والے کو نہ پہچانے اس کے پیچھے نماز ادا نہیں ہوتی"۔

جو شخص متبع شریعت نہیں ہے اور صاحبِ طریقت بنتا ہے وہ کاذب ہے بغیر اتباعِ شریعت صاحبِ طریقت ہونا ممکن نہیں ہے، انسان کو کوشش کرنیکا حکم ہے اس لیے کوشش کرنا لازم ہے، مگر کوشش کامیاب جب ہی ہوتی ہے جب اللہ فضل کرتا ہے،

اللہ کو ڈھونڈنے عرش پر نہیں جانا پڑتا، اللہ ٹوٹے ہوئے دلوں میں رہتا ہے اہلِ آسمان اہلِ زمین کے ٹوٹے ہوئے دل ڈھونڈھتے پھرتے ہیں۔

لوگ میرے پوستین کے ٹکڑے لے کر ان سے برکت کی امید لگاتے ہیں حالانکہ میری کھال بھی انھیں فائدہ نہیں پہنچا سکتی، کاش وہ اپنے عمل بنانے کی کوشش کریں، عبادت پر نازاں ہونا خطرناک گناہ ہے۔

اللہ کے سچے بندے وہ ہیں جو اللہ کے دیدار کے مقابلہ میں بہشت کو ہیچ سمجھے ہیں، جس نے اللہ کی معرفت کا مزہ چکھ لیا، وہ بہشت کی نعمتوں کو کیا گردانے گا۔

سچا عارف وہ ہے جو تمام آرزوؤں اور تمناؤں اور خواہشوں کو مٹا کر رضائے الٰہی پر راضی ہو جائے،

اللہ کا شیدائی دنیا اور آخرت دونوں پر مائل نہیں ہوتا۔

علم ایسے شخص سے سیکھو جو علم سے معلوم تک پہنچ گیا ہو، جس نے علم کو دنیاوی

اعزاز اور افتخار کا ذریعہ بنایا، اس کی صحبت میں مت بیٹھو، اس کے علم نے اسے ہی سیدھے راستے پر نہیں ڈالا، تو وہ تمہیں کیا راستہ دکھائے گا!!

اللہ کے ولیوں میں تین وصف ضرور ہوتے ہیں، ایک سخاوت دریا کے مثل، دوسرے شفقت آفتاب کے مثل، تیسرے تواضع زمین کے مثل۔

جب تک بندہ اللہ سے بے گانہ رہتا ہے اس کی زبان چلتی ہے جتنی یگانگت پیدا ہوتی ہے اتنی زبان خاموش ہو جاتی ہے،

اچھوں کی صحبت اچھے کام کرنے سے زیادہ اچھی ہے اور بروں کی صحبت برے کام کرنے سے زیادہ بری ہے۔

کوشش کرو اور اللہ کے فضل کے امیدوار رہو، کوشش پر گھمنڈ نہ کرنا چاہئے نعمتیں پاکر اتراؤ نہیں اور زحمتوں سے دل برداشتہ نہ ہو جس اللہ نے کن کہہ کر عالم کو ظاہر کر دیا وہ نعمت کو زحمت اور زحمت کو نعمت بنا سکتا ہے۔

جو شخص غرور کے مارے لوگوں سے بات نہ کرے اور اشارے کنائے میں ٹال دے وہ اللہ سے دور ہے اور جو شخص لوگوں کی پرسش اور جفا، قفا برداشت کرتا ہے اور ان کی تکلیفیں سنتا ہے اور ان سے خوش خلقی کے ساتھ پیش آتا ہے وہ اللہ کا مقرب ہے۔

ہلاکت سے بچنے کے واسطے دو خصلتیں اکسیر ہیں، ایک اللہ کا شکر ادا کرنے کی خصلت، دوسرے مخلوق کی عزت کرنے کی خصلت۔

تجھے بد خصلت آدمی ملے تو اسے اپنی نیک خصلتی سے متاثر کرو اور اگر تجھ پر مصیبت آئے تو اپنی عاجزی کا اقرار کر کیوں کہ مصیبت پر صبر شاید تجھ سے نہ بن پڑے۔

ایسے شخص کو کس گروہ میں شمار کیا جائے جو اپنے آپ کو اچھا، اپنی عبادت کو مقبول اور اپنے دل کو صافی سمجھتا ہے اور اپنے نفس کے خبث کو محسوس نہیں کرتا۔

جو شخص نعرے لگاتا ہے اور شور و فریاد سے آسمان سر پر اٹھاتا ہے اس کی یادِ الٰہی ایسی ہے جیسی جھوٹی حرص اور جو یادِ الٰہی میں خاموش رہتا ہے وہ سمندر کے مثل ہے، جس میں قیمتی موتی ہوتے ہیں۔

علم سے حیات، معرفت سے راحت اور ذکر سے ذوق حاصل ہوتا ہے اور بھوکا رہنا ایسا ہی جیسا ابر جس سے رحمت کی بارش ہوتی ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ عموماً یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ الٰہی تجھ پر لازم نہیں کہ گناہ گاروں کو گناہوں کی وجہ سے مردود ہی رکھے، تو خود مختار ہے جس گناہ گار کو چاہے بخش دے اور اپنا قرب عطا کرے، اے اللہ میں نے اپنی دانست میں کچھ اچھے کام کئے ہیں لیکن کیا ضرور ہے کہ وہ تیری درگاہ میں بھی قابلِ قبول ہوں تو ان کا خیال نہ کر اور مجھ پر رحم فرما، مجھے عبادت و ریاضت کا مطلق زعم نہیں ہے ہاں یہ فخر ہے کہ تو نے مجھے اچھے کاموں کی توفیق دی ہے، میں عاجز و محتاج بندہ ہوں، میرا دل تیری طرف کھنچے تو کون سی عجیب بات ہے، البتہ تو ایک عاجز و محتاج بندے کے ساتھ خصوصیت برتے تو یہ حیرت ناک ہے، اے اللہ فقر و فاقہ نے تیرا قرب حاصل کرایا اور تیرے لطف و کرم نے میرے فقر و فاقہ کو زائل کر دیا، اے اللہ میرے اور اپنے درمیان من و تو کا پردہ اٹھا دے تاکہ تو ہی تو ہو اور میں نہ ہوں۔

اے اللہ جب تک میں میں تھا سب سے کم حیثیت تھا، جب سے تجھ میں گم ہوا میرا وزن کتنا بڑھ گیا۔"

حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید حج کرنے چلا اور بسطام میں حضرت بایزید بسطامیؒ کی زیارت کے لیے ٹھہرا، حضرتؒ نے پوچھا کس کے مرید ہو، اس نے نام بتایا، حضرت بایزید بسطامیؒ نے حضرت شقیق بلخیؒ کے اعمال و اقوال دریافت کئے اس نے کہا، وہ خلق سے بے نیاز ہیں اور اللہ پر توکل رکھتے ہیں" ان کا قول ہے کہ ساری دنیا میری مطیع ہو جائے تو بھی توکل ترک نہ کروں گا"

حضرت بایزیدؒ نے فرمایا، ان کا یہ دعویٰ بہت سخت ہے ان سے کہنا توکل کو بدنام نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کی آزمائش سے ڈریں"

حضرت شقیق بلخیؒ کے مرید نے حج ملتوی کر دیا اور پیر کے پاس آیا اور انھیں تمام واقعہ سنایا، حضرت شقیق بلخیؒ نے سوچا تو واقعی ان کے اندر اپنے تقدس اور بزرگی کا گھمنڈ تھا، مرید سے کہا کہ مجھ میں بے شک عیب ہے، اب تم پھر جاؤ اور بایزید سے کہو کہ آپ کس مقام پر ہیں، چنانچہ وہ شخص دوبارہ حضرت بایزیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پیر کا سوال پیش کیا، حضرتؒ نے فرمایا جو ذرّے سے بھی زیادہ بے حقیقت ہو اس کا بھی مقام ہو سکتا ہے۔

رئیس العارفین

حضرت معروف کرخی

رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

رئیس العارفین حضرت معروف کرخیؒ اپنے عہد کے باکمال عارفِ حقیقت اور آفتابِ معرفت تھے۔

تقویٰ اور پرہیزگاری میں بے مثل تھے، آپ کی کرامتیں اور ریاضتیں سارے عراق میں مشہور تھیں، آپ کے والدین عیسائی تھے، جب آپ کو مسیحی مکتب میں بھیجا گیا اور معلم نے فرمایا:۔ یہ کہو:۔

خدا تین ہیں کا ایک ہے،

حضرتؒ نے کہا:۔

نہیں، خدا ایک ہے۔

معلم نے ہر چند چاہا کہ "خدا کو تین میں سے ایک" تسلیم کرائے، لیکن آپ نے تسلیم نہیں کیا اور مکتب سے بھاگ گئے، ہر چند آپ کو تلاش کیا گیا، لیکن کہیں پتہ نہیں چلا۔

مکتب سے فرار ہو کر آپ حضرت امام علی بن موسیٰ رضاؓ کے دست حق پرست پر

مسلمان ہو گئے اور چالیس روز کے بعد گھر واپس آ گئے۔

دروازے پر پہنچ کر آپ نے دستک دی،

اندر سے آواز آئی کون ہے؟

آپ نے کہا، معروف۔

باپ نے پوچھا:۔

اب کس دین پر ہو؟

فرمایا:۔

دین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، پر

یہ الفاظ سن کر ماں باپ پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی، وہ دونوں بھی اسی دن مسلمان ہو گئے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد آپ حضرت داؤد طائی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ریاضت وعبادت کی منازل طے کرنے لگے۔ گھر میں اگرچہ آسودہ حالی تھی، لیکن پھر بھی آپ محنت ومزدوری کو پسند کرتے تھے،

فرماتے ہیں:۔

ایک روز میں "سوق النحام" سے گزر رہا تھا۔ دیکھا ایک معصوم لڑکا بھوکا پیاسا اشکبار جا رہا ہے، اس سے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا، پریشان حال ہوں مصیبت زدہ ہوں۔ ماں باپ کے سائے سے محروم ہو چکا ہوں۔

آپ ان واقعات کو سن کر بہت متاثر ہوئے۔ آپ نے اس لڑکے کے لئے نیا لباس تیار کرایا اور اسے عیدگاہ تک اپنے ساتھ لے گئے، یہ ایک معمولی سی

خدمت تھی، لیکن اللہ تعالےٰ کو یہ بات پسند آئی، حضرت فرماتے ہیں :۔
اسی دن سے دل میں نورِ خدا جلوہ گر ہو گیا ؛؛
ایک راہب نے آپ سے دریافت کیا، تقویٰ کی بلند تر شان کیا ہے،
فرمایا: مضبوط وعدہ کرنا، بغیر لالچ کے لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور بغیر سوال کے غریب کی امداد کرنا ؛؛
ایک جلسہ میں فرمایا :۔
جب اللہ تعالیٰ کسی سے مواخذہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے ظاہری آثار یہ ہیں کہ وہ نفس کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور حق کی طرف سے غافل ہو جاتا ہے ؛؛
ایک مرید نے کہا، مجھے کچھ نصیحت کیجئے :۔
ارشاد فرمایا :۔ اللہ پر بھروسہ رکھو تاکہ اس کی عنایت تمہارے ساتھ رہے سب سے زیادہ مضبوط اعتقاد اللہ پر رکھو ؛؛
کوئی مخلوق تمہیں نہ نفع پہنچا سکتی ہے نہ نقصان ؛؛
آپ مجرموں کے ساتھ بھی اسی عنایت و مہربانی سے پیش آتے تھے کہ وہ شرمسار ہو کر رہ جاتے۔ خواہ کسی نے کتنا ہی بڑا جرم کیا ہو، حضرتؒ اس قدر شفقت و محبت کے ساتھ گفتگو فرماتے کہ وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا اور جرائم سے تائب ہو جاتا۔
ایک دفعہ آپ دجلہ پر بغرض طہارت تشریف لے گئے، مسجد میں اپنا قرآن پاک اور مصلےٰ رکھ دیا، اسی اثناء میں مسجد میں ایک ضعیف عورت آئی اس نے دیکھا کہ مسجد میں تو کوئی آدمی نہیں ہے مگر قرآنِ عظیم اور مصلےٰ رکھا ہوا ہے اس نے ان دونوں چیزوں کو اٹھا لیا اور وہاں سے چلی گئی، حضرتؒ کو اپنے علمِ باطنی سے یہ

بات معلوم ہو گئی، آپ اس کی طرف تشریف لے گئے، چند ہی قدم چلے ہوں گے کہ آپ کو وہ ضعیفہ نظر آئیں، آپ اس کے قریب پہنچے اور نظریں جھکائے ہوئے آپ نے اس سے فرمایا کہ کیا تمہارے یہاں کوئی قرآن پاک کا پڑھنے والا ہے، ضعیفہ نے جواب دیا جی نہیں۔ آپؒ نے ارشاد فرمایا تو پھر قرآنِ عظیم مجھے دے دو اور مصلیٰ تم لے جاؤ۔ اتنا سننا تھا کہ وہ عورت گھبرا گئی، اس نے فوراً ہی دونوں چیزیں حضرتؒ کو واپس کر دیں، آپ نے مصلیٰ اسے دینا چاہا، مگر وہ اس قدر بدحواس ہو گئی تھی کہ اس نے بھاگنے ہی میں اپنی بھلائی سمجھی۔"

آپ کی عادت تھی کہ آپ سب کے لئے نیک دعائیں مانگا کرتے تھے ایک روز کچھ لوگ آپس میں لڑ رہے تھے، آپ اسی راستے سے دجلہ پر تشریف لے جا رہے تھے، آپ دجلہ پر پہنچے تو آپ کے مریدوں نے کہا کہ حضرتؒ ان فسادیوں کے لئے آپ بددعا فرمائیے تاکہ ان کے فتنہ و فساد سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں، مریدوں سے یہ بات سن کر آپ نے فرمایا بہت اچھا، تم لوگ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاؤ، تمام مرید جب دست بدعا ہو گئے تو آپ نے اپنے آقا و مولیٰ سے یہ دعا مانگی کہ الٰہ العالمین جس طرح تیرے یہ بندے اس فانی دنیا میں عیش و طرب کی زندگی گزار رہے ہیں اسی طرح تو انھیں عاقبت میں بھی سرخرو فرما اور وہاں کی مسرت و شادمانی ان کے حصے میں مرحمت فرما۔

مریدین آپ کی یہ دعا سن کر حیران رہ گئے اور انھوں نے آپ سے کہا کہ حضرت یہ عجیب طرح کی بددعا آپ نے فرمائی ہے، آپ نے فرمایا ٹھہرو ابھی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میری اس دعا کا اثر پردۂ غفلت سے کیا اللہ تعالےٰ ظاہر فرماتا ہی کچھ

ابھی دیر کے بعد آپ کے مریدین نے دیکھا کہ وہی فسادی آپ کی خدمت میں چلے آرہے ہیں، ابھی یہ لوگ متحیر ہی تھے کہ وہ لوگ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے توبہ کی اس کے بعد انھوں نے اپنی باقی ماندہ زندگی اطاعت خداوندی میں گزار دی۔

حضرتؒ کے نصیحت کرنے کا انداز بالکل ہی انوکھا تھا، آپ اس طرح نصیحت کرتے تھے کہ سننے والے کو آپ کی بات بالکل ناگوار نہ گذرتی تھی، نہایت عقیدت سے سنتا تھا اور دل ہی دل میں اپنے گناہوں سے توبہ کرلیتا تھا، ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپؒ کے ماموں جو کہ حاکم شہر تھے ایک روز کسی غلط جگہ جارہے تھے، اتنے میں انھوں نے دیکھا کہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے روٹی کھارہے ہیں، لیکن اس طرح کہ ایک لقمہ خود کھاتے ہیں اور دوسرا لقمہ کتے کو کھلارہے ہیں، جو کہ ان کے قریب ہی بیٹھا تھا آپ کے ماموں سے یہ بات نہ دیکھی گئی وہ آپ کے قریب آئے اور کہنے لگے "معروف تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم کتے کے ساتھ روٹی کھارہے ہو آپؒ نے فرمایا شرم ہی کی وجہ سے تو کتے کے ساتھ روٹی کھارہا ہوں یہ فرماتے ہوئے آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور فضائے آسمانی میں اڑنے والے ایک پرندے کی طرف اشارہ فرمایا وہ اسی وقت فضائے بسیط کو چھوڑ کر نیچے اترا اور آپ کے دست مبارک پر آکر بیٹھ گیا، اس کے بیٹھ جانے کے بعد آپ اپنے ماموں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے آپ نے فرمایا جو شخص حق تعالیٰ سے شرم رکھتا ہے اس سے دنیا کی تمام چیزیں شرم کرتی ہیں، اتنا سننا تھا کہ آپ کے ماموں بے حد شرمندہ ہوئے اور وہاں سے واپس ہوئے۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ بین الاقوامی بزرگ تھے، آپ کے بین

بزرگ ہونے کے ثبوت میں آپ کا یہ واقعہ ملاحظہ فرمایئے :۔

جب آپ کا وصال ہو گیا تو یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ ہمارے مذہبی بزرگ ہیں ہم ان کی تجہیز و تکفین کریں گے، اس مسئلہ پر حجت ہونے لگی، ہر شخص پریشان، ہر مذہب و ملت کے لوگ حیران کہ یہ عجیب بات ہے کہ حضرتؒ کو ہر شخص اپنا سمجھتا ہے اور مصر ہے کہ ہم آپ کی لاش مبارک کے زیادہ حق دار ہیں، ابھی یہ رد و قدح جاری ہی تھی کہ حضرتؒ کے ایک خادم تشریف لائے اور انھوں نے فرمایا کہ حضرت شیخؒ نے وصیت فرمائی ہے کہ جو لوگ میرا جنازہ اٹھالیں وہی مجھے دفن بھی کریں، چنانچہ باری باری سب نے آپ کے جنازے کو اٹھانے کی کوشش کی، سب سے پہلے یہودیوں نے اٹھانا چاہا مگر جنازہ نہیں اٹھا اس کے بعد عیسائیوں نے اٹھایا وہ بھی ناکام ہوئے، سب سے آخر میں مسلمانوں نے اٹھایا، جنازہ اٹھ گیا، اور یہ سعادت مسلمانوں کے ہی ہاتھ آئی۔ کہ وہ حضرتؒ کو دفن کریں، چنانچہ مسلمانوں ہی نے حضرت کو دفن کیا۔ اس واقعے سے صاف ظاہر ہے کہ بین الاقوامی بزرگ تھے آپ پر ہر مذہب و ملت کے لوگ فدا تھے۔

حضرت شیخ سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شب عالم خواب میں دیکھا کہ عرش الٰہی کے نیچے حضرت معروف کرخیؒ بے ہوش پڑے ہیں، اللہ رب العزت نے فرشتوں سے دریافت فرمایا کہ عرش کے نیچے یہ کون پڑا ہے، فرشتوں نے جواب دیا کہ الٰہ العالمین تو ہی بہتر جانتا ہے، ندا آئی کہ معروف کرخی ہیں، جن کا میری دوستی میں یہ حال ہو گیا ہے کہ بغیر میرے دیدار کے ان کو ہوش نہیں آتا۔

روزہ رکھے ہوئے ایک روز آپ بازار میں تشریف لے جا رہے تھے، ایک ماشکی

یہ آواز لگا رہا تھا کہ "رحم من شرب" یعنی جو شخص پانی پیے گا اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا۔ آپ کے کانوں میں یہ آواز جب پہنچی تو آپ اس مشکی والے کے پاس تشریف لے گئے، اس نے آپ کو پانی پیش کیا آپ نے اس کے ہاتھوں سے پانی لیا اور پی گئے، جو لوگ اس واقعے کو دیکھ رہے تھے وہ حضرت کے قریب آئے اور انھوں نے کہا حضرت آپ تو روزہ سے تھے، یہ آپ نے کیا کیا۔

حضرتؒ نے فرمایا بے شک میں نے پانی پی لیا، مگر میری رغبت پانی کی طرف نہیں، بلکہ اس کی دعا کی طرف تھی، لوگ خاموش ہو گئے اور چلے گئے، جب آپؒ کا وصال ہوا تو کچھ لوگوں نے حضرت کو خواب میں دیکھا اور آپ سے دریافت کیا کہ فرمائیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسا سلوک کیا، آپ نے فرمایا مشکی والے کی دعا کے طفیل بخش دیا۔

حضرت شیخ سلیم چشتی

رحمۃ اللہ علیہ

مشہور تو یوں ہے کہ ہندوستان میں اسلام کا زمانہ سلطان محمد غوری سے شروع ہوتا ہے، مگر حقیقت میں دورِ اسلامی حضرت خواجہ حسن سنجری معروف بہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سے چلا اور انہی کے سلسلہ سے سلسلۂ اسلام اب تک اس سرزمین پر باقی ہے۔

بادشاہوں نے ملک فتح کیا اور چشتیوں نے دلوں کی اقلیم، یہ مملکت ہاتھ میں نہ لی جاتی تو جواں مردِ ہندوستان پر قبضہ رکھنا محال تھا، جیسا کہ واقعات تاریخ سے ثابت ہے۔

سلطان محمد غوری سے پہلے حضرت خواجہ یہاں تشریف لائے تھے اور اس کی فتوحات کے قبل حضرت کو کئی مقام پر فتح حاصل ہو چکی تھی، جوں جوں زمانہ آگے بڑھا چشتیوں کا اثر عالم گیر ہوتا گیا، محمد غوری کے غلام جب تک ہند کے تاجدار رہے وہ سب (خواجہ اجمیریؒ کے جانشین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار دہلویؒ اور ان کے خلفاء کی حلقہ بگوشی کو فخر سمجھتے تھے، قطب الدین ایبک اور شمس الدین التمش وغیرہ خواجہ قطب صاحبؒ کے مرید وحلقہ بگوش تھے اور غیاث الدین بلبن کو (قطب صاحب کے

کے جانشین، حضرت باباقرید الدین گنج شکرؒ سے ارادت تھی، بلکہ روایات سے پایا جاتا ہے کہ جنہوں نے اپنی لڑکی کا نکاح از راہ عقیدت باباصاحبؒ سے کیا تھا۔

باباصاحبؒ کے بعد ان کے جانشین حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الہیؒ اور ان کے خلفاء کے ساتھ شاہان خلجی و تغلق و لودھی کا بھی نہایت مخلصانہ و نیاز مندانہ برتاؤ رہا اور یہ حضرات بھی اپنے بزرگوں کی طرح ان بادشاہوں کو ظاہری و باطنی مدد دیتے رہے، چنانچہ جس وقت مسلمانوں کو دکن میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کی ضرورت پڑی تو حضرت محبوب الہیؒ نے اپنے پانسو خلفاء وہاں بھیج دیے، جن کے باعث دکن آج تک گلزار جنت بنا ہوا ہے۔

خلد آباد میں حضرت مولانا برہان الدین غریبؒ، حیدر آباد میں حضرت بابا شرف الدینؒ آپ کے خلفاء اور گلبرگہ میں حضرت بندہ نواز سید محمد گیسو درازؒ آپ کے جانشین اور خلیفہ تھے۔

انہی سلسلہ چشت میں حضرت شیخ سلیم چشتیؒ بھی ہیں جن کو مغل اور پٹھان دونوں قوموں کے بادشاہوں سے سابقہ پڑا تھا اور ان دونوں قوموں کے خیالات اگر کسی ایک چیز پر متفق و متحد ہوئے تھے تو وہ صرف حضرت شیخ کی عقیدت و محبت تھی۔

تاریخ فرشتہ میں آپ کا تذکرہ بہت ہی اختصار سے کیا گیا ہے، اس سے زیادہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے، تزک جہانگیری اور ملا عبدالقادر بدایونی کی تاریخ میں بھی حضرت شیخ کے حالات ملتے ہیں، لیکن سب سے زیادہ جواہر فریدی میں آپ کے حالات جمع کیے گئے ہیں جو جہانگیر کے زمانہ میں لکھی گئی تھی، ان سب مذکورہ کتابوں سے ذیل کی عبارت مرتب کی گئی ہے۔

حضرت شیخؒ کا سلسلۂ نسب باباصاحب تک اس طرح پہنچتا ہے:۔

شیخ سلیم بن خواجہ بہاء الدین، بن خواجہ مہتر، بن خواجہ سلیمان، ابن شیخ آدم، بن خواجہ معروف، بن خواجہ موسیٰ، بن خواجہ مودود، ابن خواجہ بدرالدین، ابن حضرت باباگنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

حضرت شیخؒ کی ولادت سے قبل آپ کے والدین لدھیانہ میں رہتے تھے اس کے بعد دہلی کو وطن بنالیا، حضرت شیخؒ دہلی میں حضرت علاءالدین زندہ پیر کی سرائے میں پیدا ہوئے، جب نو برس کی عمر ہوئی، آپ کے والدین دہلی چھوڑ کر سیکری چلے گئے اور وہیں اقامت اختیار کرلی، اس اثنا میں آپ کے والدین کا انتقال ہوگیا اور تربیت آپ کے برادر بزرگ خواجہ موسیٰ کے حصہ میں آئی۔

چونکہ خواجہ موسیٰ لاولد تھے، حضرت شیخؒ کو خاص شفقت و محبت سے پرورش کیا، جب آپ کی عمر چودہ برس کی ہوئی تو سفر اختیار کیا اور سرہند میں مولانا مجدالدین سے علم ظاہر حاصل کرنے لگے۔ سترہ برس کی عمر تک علوم ظاہری کی تحصیل کی اور اس کے بعد تکمیل باطنی کے شوق میں اپنے جدامجد کے مزار پر پاک پٹن شریف حاضر ہوئے اور دیوان شیخ ابراہیم سجادہ نشین حضرت باباصاحبؒ کے مرید ہوکر مجازِ بیعت ہوئے۔ خاندانِ چشت کی نعمتیں اور برکتیں لے کر اٹھارہ سال کی عمر میں زیارتِ حرمین کے لئے عرب کا سفر کیا اور وہاں کئی سال رہ کر متعدد حج کئے اس کے بعد ۳۰ برس کی عمر میں تمام بلادِ عرب و شام و عراق وغیرہ کی سیر کرتے رہے اور وہاں کے مشائخ سے فیض حاصل کیا، نیز اپنی ذات سے وہاں کے باشندوں کو فائدہ پہنچایا، خاص مدینہ منورہ کے متولی حضرت شیخ رجب جلبیؒ آپ کے خلیفہ تھے اندلس

میں حضرت سید محمود معزبی کو آپ سے خلافت تھی اور دمشق میں حضرت شیخ محمود شامیؒ آپ کے ممتاز خلفاء میں شمار کئے جاتے ہیں۔

جب آپ بغداد میں آئے تو مزار پاک حضرت غوث اعظمؒ کی جانب سے علاوہ فیوض باطنی کے سفید صوف کا ایک خرقہ دیا گیا، جو ۱۳۳۰ھ تک پاک پٹن شریف میں سادہ دیوان فیض اللہ صاحب کے پاس موجود تھا۔

ہندوستان میں آپ کے چند مشہور خلفاء کے نام یہ ہیں:۔

آپ کے چچازاد بھائی شیخ کمال الور میں، شیخ طٰہٰ گجرات میں، شیخ محمد شروانی پٹن (گجرات) میں، شیخ ابراہیم بدایوں میں، شیخ عاد بن شیخ معروف گوالیار میں، شیخ یوسف کشمیر میں، شیخ جیوا، شیخ بھکاری، شیخ سدھاری دہلی میں، شیخ ابراہیم صوفی سرہند میں، رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

طول طویل سفر سے واپس آکر کوہ سیکری پر اقامت فرمائی جوان دنوں درندوں کا مسکن تھا، مگر آپ کی سکونت کے بعد شہر کی سی رونق ہوگئی۔

جواہر فریدی میں لکھا ہے کہ جب حضرت شیخ مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو ارادہ کیا کہ اب ہندوستان واپس نہ جاؤں گا اور در رسول ہی پر رہ کر جان دیدونگا مگر بارگاہِ رسالت سے روحانی اشارہ ہوا کہ تم کو ہندوستان جانا چاہیئے وہاں پر تمہاری ذات سے ہزاروں آدمیوں کو فائدہ پہنچے گا۔ خاص کر بادشاہِ وقت کو یہ اشارہ پاتے ہی حضرت ہندوستان واپس چلے آئے۔

ان دنوں اکبر کی حکومت تھی اور وہ اولاد کی تمنا میں اکثر بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ اجمیر شریف بادشاہ معہ بیگم کے پیدل گیا تھا اور پاک پٹن

شریف میں بھی دیوان شیخ تاج الدین سجادہ نشین بابا صاحبؒ سے دعا کرانے کے لیے حاضری دی تھی، لیکن جب پاک پٹن شریف حاضر ہوا، تو دیوان صاحب نے فرمایا کہ تمہارا مطلب برادرم شیخ سلیمؒ سے پورا ہوگا۔ جو کوہِ سیکری پر مقیم ہیں یہ سن کر اکبر حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور باکمال نیازمندی قدم بوسی کر کے اپنا مطلب عرض کیا، حضرتؒ نے تبسم کر کے ارشاد فرمایا "بابا گھبراؤ نہیں، اللہ تعالیٰ فرزند عطا کرے گا۔"

چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ شہنشاہ بیگم کو حمل ہے۔ اکبر یہ سن کر بے حد مسرور ہوا اور اس خبر کو کرامتِ شیخ تصور کر کے حکم دیا کہ تا انقضاء مدتِ حمل شہنشاہ بیگم حضرتِ شیخؒ کے مکان میں رہے۔ حضرتؒ نے اول انکار کیا، لیکن جب شاہ کا اصرار الحاح تک پہنچا تو منظور فرمالیا، چنانچہ حمل کے تمام ایام حضرت شیخ کے دولت خانہ میں بسر ہوئے اور نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ وہیں پیدا ہوا۔

جس وقت اکبر کو یہ اطلاع ہوئی خوشی سے جامہ میں نہ سمایا اور فتح پور حاضر ہو کر شیخ کی قدم بوسی حاصل کی، اس کے بعد نوزائیدہ فرزند کو سینہ سے لگا کر حضرت شیخ سے نام رکھنے کے لیے عرض کیا، آپ نے فرمایا، اس کا نام، میرا نام ہے، اسی دن سے شہزادہ کو سلطان سلیم کہنے لگے۔ اکبر نے التجا کی کہ یہ بچہ حضور ہی کا ہے اس کی پرورش بھی اسی گھر میں ہونی چاہیے، آپ نے قبول فرمایا۔ اس کے بعد اکبر نے حکم دیا کہ اس پہاڑ پر محلاتِ شاہی اور شیخ کی خانقاہ و مسجد نہایت عالی شان تعمیر کی جائے۔

چنانچہ اس ویران اور اجاڑ جنگل میں وہ وہ فلک نما عمارتیں بنی ہیں جن کو دیکھنے

کے لیئے تمام دنیا کے سیاح آتے ہیں۔ شاہزادہ سلیم کو تمام دنیا کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت یہ حاصل تھی کہ اس نے حضرت شیخ کی بیوی کا دودھ پیا تھا، شیخ قطب الدین انہی خاتون کے بطن سے تھے اور شہزادہ سلیم کے دودھ شریک تھے، جن کو بادشاہ نے بنگالہ کا حاکم بنا کر بھیجا تھا، ان ہی کو شیر افگن خاں نے قتل کر دیا تھا، جس کی وجہ سے بادشاہ نے ناراض ہوکر ان کے مال و اسباب کو ضبط کر لیا تھا۔

شاہزادہ سلیم کی پیدائش کے بعد اکبر کو فتحپور میں رہنے کا شوق سا ہو گیا تھا وہ اکثر اوقات حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر رہتا اور فیض صحبت حاصل کرتا تھا اس کی طبیعت میں صلح کل کا مادہ حضرت ہی کی صحبت کے سبب پیدا ہوا تھا

اخبار الاخیار کا بیان ہے کہ اکبر کو حضرت سے اس قدر عقیدت تھی کہ کسی قسم کا کوئی بھی راز سلطنت نہ تھا جس کا ذکر وہ آپ سے نہ کرتا ہو۔

آخر وہ زمانہ بھی آیا جو سب کو پیش آتا ہے، یعنی ۹۷۶ھ کے رمضان کا آخری عشرہ آیا، اعتکاف کی حالت تھی اور پنجشنبہ کی پچھلی رات تھی کہ چشتیوں کا یہ روشن ستارہ جھلملا کر غروب ہو گیا، وفات کے وقت اکثر خلفاء، مریدین اور تمام اہل بیت حلقہ بنائے بیٹھے تھے، ان سب کو وصیتیں فرمائیں اور صبر و استقلال کی فہمائش کی، جس وقت جنازہ اٹھا بے شمار خلقت ساتھ تھی، خود شہنشاہ اکبر حاجی عبد النبی اور مخدوم الملک دور تک جنازۂ مبارک کو کندھے پر اٹھائے رہے۔

۹۵ سال کی عمر پائی، آٹھ لڑکے اور چودہ لڑکیاں کل ۲۲ اولادیں آپ کی وفات کے زندہ تھیں۔

مزار مبارک پر جس قدر عمارت ہے اس کا اکثر حصّہ آپ کی حیات میں تیار

ہوگیا تھا، خانقاہ کی تاریخ بناء "خانقاہ اکبر" ہے، اکبر سے پہلے شیر شاہ، سلیم شاہ اور خواص خاں وغیرہ کو بھی آپ سے خاص ارادت تھی، مگر ہیموں نے وہ بات نہ رکھی اور شائد کچھ ایذا بھی پہنچائی، جس کے سبب حضرتؒ نے دوبارہ سفر کیا تھا۔

جب آپ کے صاحبزادے شیخ قطب الدین شیر افگن کے ہاتھ سے شہید ہوئے تو بادشاہ نے آپ کے پوتے شیخ علاء الدین کو "اسلام خاں" لقب دے کر بنگالہ کا حاکم مقرر کر دیا تھا۔

جوانی میں حضرت شیخ کا لباس بھی سپاہیانہ رہتا تھا، آخر عمر تک روزانہ صبح کے وقت ٹھنڈے پانی سے غسل کرتے تھے اور باریک کپڑے کا صرف ایک کرتہ پہنتے تھے، کیسی ہی سخت سردی پڑتی مگر اس معمول میں فرق نہ آتا۔ نماز عموماً اوّل وقت پڑھ لیتے تھے۔ آخر عمر تک جسمانی صحت ایسی عمدہ تھی کہ برابر طے کے روزے رکھتے مگر کسی قسم کا ضعف نہ ہوتا، خوراک نہایت سادہ تھی، عموماً نباتات کا استعمال کرتے تھے، کثیر الاولاد اور ریاضت ہائے شاقہ کے باوجود ۹۵ برس زندہ رہے۔ یہ سب پاک بازی اور روحانی ریاضت کا صدقہ تھا۔

حضرت عمر ابن عبد العزیز

رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب اور ابتدائی حالات آپ کا نام عمر، کنیت ابو خالد اور لقب امین الامت تھا۔ آپ خاندان بنو امیہ کے ممتاز رکن اور خلفائے راشدین کا بہترین نمونہ تھے، آپ کی والدہ محترمہ ام عاصم حضرت فاروق اعظمؓ کی نواسی تھیں۔ آپ ۱۵ شوال ۶۱ھ کو موضع اسقان علاقہ مصر میں پیدا ہوئے، آپ کے والد عبد العزیز مصر کے حاکم اور آپ کے چچا عبد الملک دمشق میں تخت خلافت پر رونق افروز تھے۔

تعلیم و تربیت آپ کا سن سات سال کا ہوا تو آپ کے والد حضرت عبد العزیز نے آپ کو پڑھانا شروع کیا، اوّل قرآن شریف پڑھایا، پھر مسائل کی کتابیں پڑھائیں، تقریباً چودہ سال کی عمر میں آپ نے عالمانہ استعداد حاصل کر لی تھی۔

رئیس المحدثین حضرت عبد اللہ ابن ابوبکرؒ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ابن عبد العزیز اپنے عہد مبارک میں اسلامی دنیا کے سب سے بڑے محدث اور مفسر تھے اور آپ کی زندگی علوم و معارف کا ایک بے پناہ سمندر تھی۔

حضرت سعد بن عاصمؒ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ بے انتہا ذہین اور تیز طبیعت تھے، سنہ ھ میں ان کے والد نے ان کو علم ادب اور علم حدیث کی تکمیل کے واسطے مدینہ طیبہ بھیج دیا۔ وہاں انھوں نے حضرت انس بن عبدالملک رضی اللہ عنہ سے علم حدیث کی تعلیم حاصل کی، بعد ازاں حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰنؓ حضرت سعید بن مسیبؓ اور حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے علم حدیث میں کمال حاصل کیا، جب آپ بیت العلوم مدینہ طیبہ سے فارغ التحصیل ہو کر نکلے تو اس وقت آپ کے پایہ کا دوسرا کوئی محدث و مفسر حجاز میں موجود نہیں تھا۔

جمال ظاہری حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ نہایت خوبصورت نوجوان تھے بڑی بڑی آنکھیں، کشادہ پیشانی، متوسط درجہ کا قد اور بدن چھریرہ تھا، بازو گول، کلائیاں چوڑی اور تمام اعضا متناسب تھے، آواز نہایت صاف اور روح پرور تھی، رنگ نہایت سرخ و سپید تھا، اگرچہ وہ تنومند اور جسیم نہیں تھے، لیکن قدرت نے ان کے پہلو میں جو دل عطا کیا تھا، وہ عزم و استقلال اور جرأت و شجاعت سے لبریز تھا۔

اخلاق و عادات حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ شروع سے نہایت خلیق شیریں زبان، بردبار اور نرم دل تھے، ہر شخص سے نہایت اخلاق و محبت کے ساتھ بات چیت کرتے تھے، ان کے صدق و اخلاق سے ہر شخص متاثر ہوتا اور ان کا مداح بن جاتا تھا۔

شادی سنہ ۸۵ھ میں جب حضرت عمرؓ کے والد حضرت عبدالعزیزؒ کا انتقال ہو گیا تو خلیفہ عبدالملک نے حضرت عمر کو اپنے پاس دمشق میں بلایا

اور اپنی دختر نیک اختر راشدہ فاطمہ سے آپ کا نکاح کردیا۔ راشدہ نہایت حسین اور نازک اندام تھیں، قدرت نے ان کو جس طرح جمال ظاہری فیاضی سے عطا فرمایا تھا، اسی طرح باطنی محاسن بھی عطا فرمائے تھے، وہ نہایت خلیق اور رحم دل تھیں اور غریب عورتوں سے بے انتہا اخلاص و محبت کے ساتھ بات چیت کرتی تھیں

حضرت عمر ابن عبدالعزیز اور ان کی بیوی میں بے انتہا محبت تھی، اگر کبھی انکی طبیعت ناساز ہوتی تو بیوی بھی نصف بیمار ہوجاتی تھیں، ہر وقت آزردہ خاطر رہتی تھیں، وہ اگرچہ ایک باعظمت فرمانروا کی صاحبزادی اور ناز پروردہ تھیں لیکن جب ان کی شادی ہوئی تو نہایت جفاکش بن گئیں اور انھوں نے اپنے عیش و آرام کو اپنے شوہر کے عیش و آرام پر قربان کردیا۔ اسی طرح حضرت عمر ابن عبدالعزیز کو بھی اپنی بیوی سے اس وقت محبت تھی کہ ایک بات بھی ان کی مرضی کے خلاف کبھی نہیں کرتے تھے۔

راحت پسندی

مورخ سعید ابن عاصم کا بیان ہے کہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز اپنے عہد شباب میں بے انتہا راحت پسند تھے، ان کو ظاہری تکلفات سے دلچسپی تھی، مکان کی تزئین و آرائش اور قیمتی ساز و سامان کا جمع کرنا ان کے محبوب مشغلہ میں داخل تھا ۸۷ھ تک انکی شان و شوکت اور ان کا شاہانہ جاہ و جلال قائم رہا، ۸۷ھ میں انھوں نے ریاضت و مجاہدے میں وقت گزارنا شروع کیا، کئی سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی اور اکثر اوقات تقدیس و تمجید میں مشغول رہنے لگے۔

حکومت کے فرائض

۸۶ھ میں خلیفہ عبدالملک نے ان کو وزیر بنایا مقرر کیا اور حکومت کے فرائض ذہن نشین کئے، اسی سال میں عبدالملک کا انتقال ہوگیا، عبدالملک کے بعد ولید بن عبدالملک تخت خلافت پر رونق افروز ہوا، ولید بھی حضرت عمرؒ کے فضائل و محاسن کا معترف تھا اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا تھا،

۸۶ھ میں ساکنان حجاز نے ایک درخواست ولید کے پاس روانہ کی اور اس میں یہ خواہش ظاہر کی کہ کسی روشن دماغ، رحم دل، اور انصاف پسند شخص کو حجاز کا گورنر بنایا جائے۔

چنانچہ ولید نے وہاں کی حکومت کے لئے اپنے چچازاد بھائی حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ سے زیادہ موزوں کسی شخص کو نہیں سمجھا اور آپ کو وہاں کا گورنر مقرر کردیا۔ اہل حجاز حضرت عمرؒ سے اچھی طرح واقف تھے، اس لئے ان کو بے انتہا مسرت ہوئی، حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ نے وہاں پہنچ کر ایک مجلس شوریٰ منعقد کی، اس میں حجاز کے باثر آدمیوں کو جمع کیا اور نظم و انتظام میں ان سے مشورہ کیا اہل حجاز اس طرز عمل سے بے انتہا مسرور ہوئے۔

مسجد نبوی کی توسیع

خلیفہ ولید کو شاندار عمارتوں کی تعمیر کا بے حد شوق تھا، اس نے حضرت عمر ابن عبدالعزیز کی درخواست پر انھیں مدینہ طیبہ میں عمدہ عمدہ عمارتیں بنانے کی اجازت دی، آپ نے سب سے پہلے مسجد نبوی کی توسیع کے لئے آس پاس کے مکانات کی قیمتیں ادا کیں، دور دراز ملکوں سے کاریگر بلائے اور اعلیٰ پیمانے پر مسجد کی تعمیر کا کام شروع کیا، چند روز میں

مسجد اعلیٰ پیمانہ پر تیار ہو گئی، آپ نے مسجد میں پانی لانے کے لیے کنوئیں کھدوائے اور ان میں نل لگوائے، علاوہ بریں آپ نے مدینہ طیبہ کے گرد پختہ سڑکیں تیار کرائیں اور مسافر خانے تعمیر کرائے۔

آپ کے عہدِ حکومت میں ساکنانِ مدینہ کو جتنا آرام پہنچا شاید کبھی نہیں پہنچا ہو گا۔

حکومت حجاز سے معزولی

حضرت عمر ابن عبد العزیزؒ کے حسن انتظام اور انداز حکومت کی ہر جگہ شہرت تھی اور ہر شخص ان کی انصاف پسندی کا معترف تھا، حجاج بن یوسف (حاکم عراق) جو ولید کا بہترین دوست تھا، اسے حضرت عمر ابن عبد العزیزؒ سے بے انتہا عداوت تھی اور وہ آپ کی ترقی کو ایک لمحہ کے لیے بھی پسند نہیں کرتا تھا، اس نے خلیفہ ولید کو آپ کی طرف سے بے انتہا برگشتہ کیا اور یہ ظاہر کیا کہ وہ باغیوں کے ہمدرد اور غمگسار ہیں اور حجاز کے خلیفہ بننا چاہتے ہیں، ولید نے ۶ شعبان ۹۳ھ کو حضرت عمر ابن عبد العزیزؒ کے پاس ایک قہر آفریں خط بھیجا اور ایک مہینہ کے بعد آپ کو حجاز کی گورنری سے معزول کر دیا، آپ چونکہ بالکل بے گناہ تھے اس لیے اہل حجاز کو آپ کی معزولی سے بے انتہا صدمہ ہوا، لیکن آپ نے ان کو تسکین دی اور فرمایا، میں یقیناً بے گناہ ہوں اور محض حجاج کی فتنہ انگیزی کی وجہ سے یہ معاملہ رونما ہوا ہے، بہرکیف اگر میں حق پر ہوں تو خدائے قدوس ضرور میری مدد کرے گا۔

ولید کا انتقال اور سلیمان کی تاجپوشی

۲۳ جمادی الآخر ۹۶ھ کو ولید بن عبد الملک کا انتقال ہو گیا اور اس کے بعد سلیمان بن عبد الملک تخت خلافت پر متمکن ہوا، سلیمان

نہایت روشن دماغ اور انصاف پسند فرماں روا تھا حق سبحانہٗ تعالےٰ نے اسے غیر معمولی دماغی اوصاف عطا فرمائے تھے، وہ بے انتہا رحم دل اور حق شناس تھا اس نے تختِ حکومت پر رونق افروز ہوتے ہی حضرت عمر ابن عبد العزیزؒ کو اپنے پاس بلایا اور کہا :۔

"بھائی مرحوم نے آپ کے ساتھ جو نا انصافی کی ہے میں اس پر اظہارِ افسوس کرتا ہوں اور حق سبحانہٗ تعالیٰ نے آپ کو جو قابلیت عطا فرمائی ہے میں اس کا اعتراف کرتا ہوں، آپ آج سے وزیرِ دربار مقرر کئے جاتے ہیں"!

اس تقرر کے بعد حضرت عمر ابنِ عبد العزیزؒ نے اپنے فرائض نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دئے، خلیفہ سلیمان کو ان پر اتنا اعتماد تھا کہ ہر کام میں ان سے مشورہ لیتا تھا اور ان کی مرضی کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتا تھا۔

خلیفہ سلیمان کا انتقال اور حضرت عمر ابنِ عبد العزیز کی تخت نشینی

۲۰ صفر المظفر ۹۹ھ کو جمعہ کے دن خلیفہ سلیمان بن عبد الملک نے دو سال آٹھ ماہ کی خلافت کے بعد انتقال فرمایا، سلیمان کا ارادہ تھا کہ اپنے بیٹے داؤد کو ولی عہد مقرر کرے لیکن امام رجا بن حیات نے سخت مخالفت کی، تب خلیفہ سلیمان نے حضرت عمر ابن عبد العزیزؒ کو ولی مقرر کیا اور اپنے ہاتھ سے وصیت نامہ لکھا اور اسے لفافہ میں بند کر کے اس پر مہر لگا دی، خلیفہ کا انتقال ہو گیا تو ارکانِ حکومت نے خلیفہ کے سر بمہر لفافہ کو کھولا اور حضرت عمر ابن عبد العزیزؒ کو تخت خلافت پر سرفراز کیا۔

شاندار کارنامے حضرت عمر ابن عبد العزیزؒ نے تختِ خلافت پر رونق افروز

ہونے کے بعد سب سے پہلے ظالم گورنروں کو معزول کیا اور ان کی جگہ انصاف پسند حاکم مقرر کیے، پھر ۱۰۱ھ میں فرانس پر حملہ کیا اور جنوبی فرانس کے تمام علاقے پر قبضہ کر لیا یہ حملہ اس لیئے کیا گیا تھا کہ شاہ فرانس ہمیشہ مسلمانوں پر ظلم کیا کرتا تھا۔

اس جنگ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ نے محکمہ عدل محکمۂ پولیس، محکمۂ فوج، محکمۂ مالیات اور کئی دفاتر قائم کیے، آپ خود ان تمام محکموں کی نگرانی کرتے تھے، جب اس طرف سے اطمینان ہوا تو ملک کے ہر گوشہ میں غریب خانے قائم کیے، جن میں ہر قوم کے غریب، درماندہ، پریشان حال، اپاہج اور معذور آدمی داخل ہوتے تھے، اس کے بعد آپ نے دربار کے قوانین کی اصلاح کی، شاہان بنو امیہ نے یہ قانون نافذ کیا تھا کہ جب خلیفہ دربار میں آئے تو سب کھڑے ہو جائیں اور کوئی شخص خلیفہ کے کسی کام پر اعتراض نہ کرے، حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ یہ حرکات اسلامی مساوات کے خلاف ہیں اس لیئے میں ان کو منسوخ کرتا ہوں آپ کے دربار میں ہر شخص کو حاضر ہونے کی اجازت تھی اور آپ ہر ایک کے ساتھ محبت آمیز سلوک کرتے تھے۔

وصال ۲۰ رجب ۱۰۱ھ کو ایک سازش کے ماتحت آپ کو زہر دیا گیا، آپ کا قصور صرف یہ تھا کہ آپ نے بنو امیہ کے ظلم و ستم کا خاتمہ کر دیا تھا اور آپ انصاف کے ساتھ حکومت کرتے تھے، ۲۰ رجب کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

حضرت خواجہ باقی باللہ

رحمتہ اللہ علیہ

فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت خواجہ رضی الدین بخاری کی ولادت باسعادت ۹۷۱ھ میں بمقام کابل ہوئی، سن بلوغ تک پہنچنے سے پہلے حضرتؒ نے ابتدائی کتب درسیہ کی تکمیل مولانا محمد صادقؒ سے کی، اس کے بعد طلب علم کا شوق بڑھا اور اس شوق کی تکمیل کے لئے سفر کئے۔

روحانیت کی آگ لگ چکی تھی جس کو بجھانے کے لئے حضرت خواجہؒ نے بار بار سفر کئے، خانقاہوں کے طواف کئے، لیکن کہیں تسکین نہ ہوئی، حضرتؒ کی والدہ ماجدہ سے جو خود رابعۂ وقت تھیں، یہ تکلیف دیکھی نہ گئی، آپؒ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا اور زبان فیض ترجمان سے فرمایا:-

"یا اللہ! یا اس کا مقصد اسے بخش دے یا مجھے موت دے دے، اسکی بیقراری دیکھنے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے"

ماں کی دعا اولاد کے لئے یوں بھی تیر بہدف ہوتی ہے اور پھر ماں بھی ولیہ کاملہ نتیجہ یہ ہوا کہ راستے کے تمام کانٹے ہٹ گئے، حجابات کے پردے ہٹ گئے، تجلی ذات

کا ظہور ہوا، آپ ہمیشہ فرماتے تھے کہ :۔

"میری تمام کشائش میری والدہ محترمہ کی دعا سے ہوئی"

سلوک ومجاز کی منزلیں طے کرنے کے لیے ریاضت ومجاہدہ ضروری ہے اس میں آپ نے محنت شاقہ برداشت کی، ۱۹ سال کی عمر میں آپ کے علم وفضل اور زہد وتقویٰ کا شہرہ چار دانگ عالم میں ہو گیا، غزنی، قندھار، بلخ اور بخارا کے ضرورت مند دور دراز کا سفر اختیار کر کے آتے اور دربار باقی سے فیض حاصل کرتے۔

شادی خانہ آبادی

۱۰۰۸ھ میں آپ کی شادی خانہ آبادی کابل کے ایک ممتاز خاندان میں ہوئی، جس سے آپ کے دو نرینہ اولادیں خواجہ عبید اللہ عرف خواجہ کلاں اور خواجہ عبد اللہ عرف خواجہ خورد اور صاحبزادی امت الباقی پیدا ہوئیں۔

ہندوستان میں ورود مسعود

حضرتؒ کو عبادت وریاضت میں بہت ذوق تھا، ایک روز خواب میں حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ نے بشارت دی "میاں صاحبزادے تمہاری پیاس خواجہ امکنگیؒ سے بجھے گی" مطلب یہ تھا کہ جو کمی سلوک ومعرفت میں رہ گئی ہے وہ سلسلہ نقشبندیہ کے قطب حضرت مولانا امکنگیؒ سے پوری ہوگی۔ اب دوسرا خواب آپ نے دیکھا کہ حضرت مولانا امکنگیؒ فرماتے ہیں :۔

"صاحبزادہ باقی! کب تک ادھر ادھر پھرتے رہو گے، میں تمہارے انتظار میں ہوں، میرے پاس آؤ"

حضرت خواجہ باقی باللہؒ پے در پے بشارتوں سے بہت خوش ہوئے، بے اختیار

آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

می گزشتم زغم آسودہ کہ از مکیں
عالم آشوب نگاہے سرِ راہم گرفت

حضرت خواجہ باقی باللہ حضرت مولانا خواجہ امکنگیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تین دن اور تین رات آپ کے ساتھ خلوت میں رہ کر معرفت وایقان کی وہ دولت حاصل کی جو برسوں میں میسر نہیں آتی، اس سے آپ کی بے قراری ختم ہوئی، سینہ منور ہو گیا اور سکون و اطمینان حاصل ہوا جس کے نہ ہونے کی وجہ سے آپ بے قرار رہتے تھے۔ جب تمام منازل طے ہو گئیں تو حضرت خواجہ امکنگیؒ نے فرمایا:۔

"اب تمہارے لیے تمام راستے کھل گئے ہیں ہندوستان کو تمہاری ضرورت ہے، اس زمین میں شرک و کفر کی ظلمتیں چھائی ہوئی ہیں انھیں دور کرنے کا کام تمہارے ذمہ ہے، نقشبندی تعلیم سے اس سرزمین کو تمہیں مالا مال کرنا ہے، یہ خدا کی ایک خاص مصلحت ہے کہ تم ہندوستان جاؤ"

حضرت خواجہ باقی باللہؒ نے کمر ہمت باندھی، خواجگانِ نقشبند کے تصرف سے تمام مشکلات دور ہو گئیں اور حضرتؒ کابل کے دشوار گزار راستوں سے سب سے پہلے پشاور تشریف لائے، خلق اللہ جوق درجوق آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر داخل سلسلہ ہوئی، پشاور میں کچھ دنوں قیام فرمانے کے بعد حضرتؒ نے لاہور کا قصد کیا اور یہاں ایک سال قیام رہا۔ اس عرصہ میں لاکھوں بندگانِ الٰہی نے فیض حاصل کیا، نقشبندیہ سلسلے کا فیضان حاصل کرنے کے لئے لوگ بکثرت داخل سلسلہ ہوئے، بہت سی کرامتیں آپ سے ظہور میں آئیں، پنجاب کے چپہ چپہ تک آپ کی شہرت پہنچ گئی، تو حضرت

خواجہؒ نے خواب میں فرمایا "اب دہلی روانہ ہو جاؤ۔"

آپ نے فوراً دہلی کا رخ کیا اور دہلی پہنچ کر آپ نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے آستانہ پر چلہ کشی کی، اس چلہ کشی میں غیبی مقامات کا بکثرت ظہور ہوا، اسکے بعد آپ نے دہلی میں فیروزشاہ کے قلعہ میں کچھ دنوں قیام کر کے اس ویرانہ کو پسند کیا، جہاں اب آستانہ شریف ہے، اس جگہ سے فیض کا چشمہ ابلنا شروع ہوا۔ خلق اللہ کا رجوع بکثرت تھا، دور دور سے لوگ آتے تھے اور آستانہ باقی باللہؒ سے اپنی روحانی پیاس بجھاتے تھے۔

کرامات

جب آپ پر نسبت عشقیہ طاری ہوتی تو آپ جس کی طرف دیکھتے وہ مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتا تھا، چند واقعات ملاحظہ ہوں:۔

ایک مرتبہ ایک بڑا فوجی افسر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دروازہ کے باہر گھوڑا اپنے خدمت گار کے سپرد کیا، آپ کسی ضرورت سے بیرون مکان تشریف لے جارہے تھے کہ ناگاہ حضرتؒ کی نظر اس خدمت گار پر پڑ گئی، نظر سے نظر ملتے ہی اس پر ایک وجدانی، کیفیت طاری ہو گئی اور وہ کپڑے پھاڑ کر جنگل کی طرف چلا گیا۔

حضرت جمعہ کی نماز میں شرکت کے لئے جامع مسجد تشریف لے گئے، خطیب سے نظر ملی، خطیب بے قرار ہو کر ممبر سے نیچے آ گیا، خطبہ دوسرے خطیب نے مکمل کیا، نماز حضرت نے خود پڑھائی۔

عفو و درگزر کا مادہ حضورؒ میں بہت تھا، چند مثالیں ملاحظہ ہوں:۔

خانقاہ باقی باللہؒ کے ایک درویش نے ضرورت سے مجبور ہو کر اپنے ایک ساتھی درویش کے کچھ روپے لے لئے، جب وہ حجرہ سے باہر نکلا تو اس نے دیکھا کہ حجابات اٹھ

گئے اور حضرت خواجہ فرما رہے ہیں درویشوں کا یہ کام نہیں ہے، وہ درویش اُلٹے قدموں حجرے میں واپس آیا اور جہاں سے روپیہ لیا تھا وہیں رکھ دیا، دربار باقی میں حاضر ہوا تو آپؒ نے فرمایا جو گزرنا تھا گذر گیا، آئندہ خرچ کی تکلیف کے وقت فقیر سے کہا کرو، اللہ تمہاری ساری ضرورتیں پوری کر دے گا، اس کے بعد اس درویش کو کبھی خرچ کی تکلیف نہ ہوئی۔

خواجہ حسام الدینؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک بزرگ کے مزار پر چلہ کشی کر رہا تھا کہ ایک روز مزار سے آواز آئی :-

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل
خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

یہ اس کی طرف اشارہ تھا کہ جو کچھ ملے گا آستانہ باقی ہی سے ملے گا، میں بے قرار ہو کر دہلی آیا اور حضرتؒ سے درخواست کر کے سلسلہ میں داخل ہوا۔

خراسان کا رہنے والا ایک درویش حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کے آستانہ پر چلہ کشی میں مصروف تھا، کہ حضرت خواجہ باقیؒ کے آستانہ پر آنے سے چند منٹ پہلے حضرت خواجہ کاکیؒ نے فرمایا :-

" اے طالب معرفت! نقشبندی سلسلے کے غوث آتے ہیں، ان کی خدمت میں حاضر ہو کر مقصد دلی حاصل کر۔"

حضرت خواجہ صاحب کے تشریف لاتے ہی خراسانی درویش نے قدم بوس ہو کر کہا بڑی سرکار کا بھیجا ہوا آیا ہوں، جو میری قسمت کا ہے دے دیجیے "

دست از طلب ندارم تا کارِ من بر آید　　یا جاں رسد بجاناں یا جاں ز تن بر آید

حضرت نے جواب میں فرمایا:۔

"میں کس قابل ہوں، لیکن سرکار کے حکم سے سرتابی نہیں کی جا سکتی آج رات کو تہجد کے وقت آنا، حضرت خواجہ قطب صاحبؒ سے جو تمہارا حصہ ملے گا وہ تم کو پہنچا دوں گا"

تہجد کے وقت وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کی قسمت کا ذکر داخل سلسلہ کیا۔

حضرتؒ کے فیض و برکات کا سلسلہ ہندوستان سے بلخ و بخارا اور افغانستان تک پہنچا۔ عالم اسلام و کفر میں خواجگان نقشبند کا ڈنکا بج گیا، نقشبندی سلسلہ کو غیر فانی شہرت حاصل ہوئی، آپ کے مریدین اور خلفاء کی تعداد بہت بڑی ہے، لیکن آپ کے خلفاء میں حضرت شیخ تاج الدین سنبھلیؒ حضرت خواجہ حسام الدینؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ بہت نمایاں ہیں۔ خصوصاً امام ربانی کا درجہ آپ کی توجہ خصوصی سے بہت ہی بلند ہو گیا ہے۔

آپ کے استغنا کی حالت یہ تھی کہ دنیا آپ کے قدموں پر نثار ہوتی تھی اور آپ اس کو دھتکارتے تھے۔

ایک شخص امتحان کی غرض سے آپ کی خدمت میں زر و جواہر لے کر آیا، آپ کے قبول کرنے سے انکار کر دیا، جب اصرار زیادہ بڑھا تو آپ نے اپنے مصلے کا کونہ اٹھا کر اس سے کہا "دیکھ" اس شخص نے دیکھا کہ مصلہ کے نیچے سونے چاندی کا دریا لہریں لے رہا ہے۔" آپ نے فرمایا فقیروں کا امتحان نہ لیا کرو۔

عبدالرحیم خان خاناں اکبر اعظم کے کمانڈر انچیف نے دس ہزار اشرفیاں آپ کے

لنگر کے خرچہ کے لئے بھیجیں تو آپ نے انتہائی حقارت سے ان کو واپس کرتے ہوئے فرمایا:۔

"جو روپیہ خلق اللہ کو ستا کر ظلم و جبر سے حاصل کیا جاتا ہے وہ ہمارے لنگر خانہ کے درویشوں کا دل سیاہ کر دے گا۔"

ایک عورت کا تین چار برس کا بچہ بلند دیوار سے گر پڑا۔ گرتے ہی اسکی حالت غیر ہوگئی۔ مشہور اطبا نے زندگی سے مایوسی ظاہر کی، وہ حضرت کی خدمت میں بچہ کو لے کر آئی اور دعائے صحت کی التجا کی، آپ نے توجہ فرمائی اور بچہ ایک منٹ میں تندرست ہو کر اپنے پاؤں سے اپنی ماں کے ساتھ گھر روانہ ہو گیا۔

حضرتؒ کے علو مرتبت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ امام ربانی مجددؒ الف ثانیؒ آپ کے مریدوں میں شامل ہیں۔ حضرت امام شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

"خواجہ باقیؒ در ہند مقتدائے صوفیا بودند بہ ارشاد ایشاں عالمے بہ منزل مقصود رسید" (حضرت خواجہ محمد باقی باللہ ہندستان میں صوفیوں کے پیشوا مانے جاتے ہیں، ان کے ارشاد سے ایک عالم منزل مقصود تک پہنچ گیا)

وصال شروع جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ میں آپ پر مرض کا غلبہ ہوا۔ اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا اپنی اصلی حالت پر نہ رہا تو آپ نے نیم بے ہوشی کی حالت میں دیکھا کہ حضرت خواجہ احرارؒ فرماتے ہیں:۔

"فرزند نو! بنے کپڑے پہن لو"

آنکھ کھلتے ہی آپ اس بشارت پر مسکرائے۔

۲۵ جمادی الثانی سنہ ۱۲۱۱ھ کو آپ اسم ذات کے ذکر میں مصروف تھے کہ عصر کا وقت ہو گیا اور آپ کی روح مبارک جسم کی قید سے آزاد ہو گئی،

انا للہ وانا الیہ راجعون

تصوف کی دنیا میں اندھیرا ہو گیا، تمام دنیا کے نقشبندی یتیم ہو گئے، جہاں آپ کا وصال ہوا تھا وہیں آپ کو دفن کیا گیا ؛

حضرت شاہ

محمد سلیمان تونسوی

رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش اور بچپن

حضرت شاہ صاحبؒ ۱۱۸۴ھ میں مقام گرگوجی میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی زکریا بن، عبدالوہاب بن عمر خاں تھا، جو افغان قوم کے جعفریہ قبیلہ کے ایک ممتاز فرد تھے۔

شاہ صاحبؒ کے والد ماجد کا انتقال آپ کے عہد شیر خوارگی میں ہی ہو گیا تھا۔ والدہ ماجدہ نے آپ کی پرورش اور تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا۔

ولادت سے پیشتر آپ کی والدہ نے خواب میں دیکھا کہ آفتاب آسمان سے اتر کر ان کی گود میں آگیا ہے اور تمام گھر منور ہو گیا ہے، سینکڑوں آدمی مبارک باد دے رہے ہیں، والدہ ماجدہ کی یہ مبارک خواب حضرت شاہ صاحبؒ کی صورت میں ظاہر ہوئی، حضرت شاہ صاحبؒ بلاشبہ معرفت و ہدایت کے آفتاب عالمتاب تھے، آپ کے فیوض و برکات اور روحانی تصرفات سے عالم میں ایمان کی روشنی پھیلی اور کفر و ضلالت اور بے راہ روی کی ظلمت دور ہوئی۔

تعلیم و تربیت

چار سال کی عمر میں آپ نے ملا یوسف جعفر سے قرآن پاک

کے پندرہ پارے پڑھے، اس کے بعد میاں حسن علی صاحبؒ سے آپ نے کلام پاک پورا کیا اور پند نامہ شیخ فریدالدین عطار، گلستان، بوستان وغیرہ کتب فارسی بھی ان ہی سے پڑھیں۔

میاں حسن علی صاحب سے پڑھنے کے بعد آپ لانگھ تشریف لے گئے، اور وہاں مولوی ولی محمد صاحب کے حلقہ درس میں شریک ہوئے، یہیں آپ نے فارسی درسیات کی تکمیل کی، پھر کچھ عرصہ بعد آپ کوٹ مٹھن تشریف لے گئے اور وہاں قاضی محمد عاقل کے مدرسہ میں عربی کتب درسی پڑھیں۔

کوٹ مٹھن کے قیام کے زمانہ میں ہی آپ کو خبر ملی کہ خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ اوچ تشریف لائے ہیں۔ آپ حضرت خواجہ صاحبؒ سے ملاقات کے لئے اوچ تشریف لے گئے اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور مرشد کامل سے کتب تصوف کا درس لیا۔

پیرو مرشد کی نظر کرم

یہ زمانہ حضرت شاہ صاحبؒ کی نوعمری کا تھا لیکن وہ اپنے پیرو مرشد کی عقیدت اور احکام کی بجا آوری میں تمام کہنہ سال مریدوں سے بازی لے گئے۔

حضرت شاہ نور محمد صاحبؒ نے آپ کو مرید کرنے کے بعد حضرت مولانا شاہ فخرالدین صاحب مجدد سلسلہ نظامیہ چشتیہ کی خدمت میں دہلی جا کر حاضری کا حکم دیا آپ تعمیل حکم میں فوراً روانہ ہو گئے، راستہ کی صعوبتیں اور سفر کے مصائب برداشت کرتے دہلی پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت شاہ فخر صاحبؒ وصال فرما گئے۔

شروع شروع میں آپ کا یہ دستور تھا کہ ایک مہینہ مہار شریف میں قیام کرتے تھے

پھر کچھ دنوں کے لیے گھر آ جاتے تھے، حضرت شاہ صاحبؒ کو اپنے پیر ومرشد خواجہ مہارویؒ سے اس درجہ عشق تھا کہ ذرا دیر کی جدائی سے پریشان اور بے چین ہو جاتے تھے، فرقت میں ذوق وشوق کا یہ عالم تھا کہ آپ پیدل ہی مہار شریف روانہ ہو جاتے تھے، پیروں میں چھالے پڑ جاتے تھے، خون جاری ہو جاتا تھا، لیکن اسی ہمت و استقلال کے ساتھ ۸۰ کوس کا سفر طے کر کے اپنے مرشد کی خدمت میں پہنچ جاتے تھے

خلافت

حضرت شاہ محمد سلیمان صاحب اپنے پیر کی اطاعت اور تابعداری میں ہر وقت مصروف رہتے اور اپنا سارا وقت باطنی اصلاح میں صرف کرتے تھے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ۱۵، ۱۶ سال کی عمر میں حضرت خواجہ مہارویؒ سے بیعت ہوئے تھے، ۲۱، ۲۲ سال کی عمر میں حضرت خواجہ صاحبؒ نے آپ کو خلافت عطا فرمائی اور تونسہ میں قیام کا حکم دیا۔

تونسہ شریف میں خانقاہ کا قیام

حضرت شاہ صاحب پیر ومرشد کے حکم پر گڑگوجی کو الوداع کہہ کر تونسہ پہنچ گئے اور سرکنڈوں کی جھونپڑی بنا کر عبادت میں مشغول ہو گئے، جب اس علاقہ کا اقبال خاں آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوا تو اس نے حضرت کی رہائش کے لئے آپ کی اجازت سے ایک مکان تعمیر کرا دیا۔ کچھ دنوں بعد نواب بہاول خاں والی ریاست بہاول پور بھی حلقہ خدام میں شامل ہو گیا اور انھوں نے تونسہ شریف میں مسجد تعمیر کرا دی اور تونسہ شریف بارونق اور پر فضا مقام بن گیا۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے علوم شریعت کی تعلیم کے لیے ایک دار العلوم بھی قائم کیا تھا

جس میں بیک وقت پچاس اساتذہ تعلیم دیا کرتے تھے، حضرت شاہ صاحبؒ کو خود درس دینے کا بڑا شوق تھا، اس لئے وہ اپنے خاص شاگردوں اور مریدوں کو سلوک واحسان کی کتابوں کا درس دیا کرتے تھے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کا علمی تبحر

حضرت شاہ سلیمان صاحبؒ کا مطالعہ نہایت وسیع، قرآن و حدیث اور فقہ پر پورا عبور رکھتا۔ آپ کے سامنے جب کوئی دریافت مسئلہ آتا تو آپ اسی وقت برجستہ شافی و کافی جواب عنایت فرماتے۔

بے مثال قناعت و توکل

حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنا ابتدائی زمانہ نہایت عسرت اور تنگی میں گذارا تھا، کچھ عرصہ بعد فتوح کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا، اس پر بھی آپ کے استغنا و توکل اور قناعت کا یہ عالم تھا کہ خانقاہ شریف میں جو کچھ آتا تھا اسی وقت تقسیم کر دیتے تھے، ایک ہاتھ سے لیتے تھے اور دوسرے ہاتھ سے تقسیم کر دیتے تھے۔

ترک و تجرد کا یہ عالم تھا کہ اس زمانہ میں آپ کا مثل دنیا میں موجود نہ تھا۔ بجز ایک لنگی کے آپ کے پاس کوئی اور چیز نہ تھی۔ سفر ہو یا حضر، سردی ہو یا گرمی، حجرہ مبارک میں ایک چٹائی بچھی رہتی تھی۔ اسی بوریئے پر آپ نوافل ادا فرماتے تھے اور رات کو سوتے وقت چٹائی پر بجائے بستر کے بچھا لیتے تھے۔

عظیم الشان لنگر

حضرت شاہ صاحبؒ کا لنگر نہایت وسیع اور باقاعدہ تھا، کھانے کے علاوہ درویشوں اور طلباء کی دیگر ضروریات کی کفالت کی جاتی تھی، ہر درویش کو تین یا پختہ روٹی روزانہ ملا کرتی تھیں

اور چھٹے چھٹے کپڑے اور جوتی۔ لیکن مدرسین کو ایک سیر پختہ روٹی، سیر بھر ماہانہ گھی اور ایک سیر تیل ملا کرتا تھا۔ ہر چھٹے چھٹے مدرسین کو علاوہ پوشیدنی پارچہ جات کے ایک راس بکری بھی دی جاتی تھی۔

بے پناہ مقبولیت

حضرت شاہ محمد سلیمان صاحبؒ نہایت ہر دلعزیز بزرگ تھے، آپ کے در دولت پر عقیدتمندوں کا اس قدر ہجوم رہتا تھا کہ مکان کے شمالی اور جنوبی دروازے کھول دیے جاتے تھے لوگ ایک دروازے سے آتے تھے اور دوسرے دروازے سے چلے جاتے تھے حضرت شاہ صاحبؒ کی خانقاہ میں قریبی ریاستوں کے نواب اور جاگیردار ان اپنی حاضری کو باعثِ فخر و مباہات سمجھتے تھے۔ والیانِ ریاست کی عقیدت و ارادت کا یہ عالم تھا کہ گدی پر بیٹھتے وقت آپ کے دستِ مبارک سے پگڑی بندھوانا باعثِ سعادت دارین تصور کرتے تھے۔

نظام الاوقات

حضرت شاہ صاحبؒ اپنے اوقات اور معمولات کے بہت پابند تھے، مغرب کی نماز کے بعد ایک پہر ذکر جہر میں مشغول رہتے تھے، ذکر سے فراغت کے بعد ہر شخص کو حاضری کی اجازت ملتی تھی اس سے فراغت کے بعد کھانا نوش فرما کر عشاء کی نماز باجماعت پڑھنے کے بعد حجرہ میں تشریف لے جاتے تھے، تہجد کے بعد ذکر جہر فرماتے تھے، اس وقت ایک مخصوص محفل سماع ہوتی تھی جس میں کسی شخص کو حاضری کی اجازت نہ تھی، فجر کی نماز پڑھ کر حجرہ مبارک میں چلے جاتے تھے اور ایک پہر دن گذرنے پر پھر عام مجلس شروع ہو جاتی تھی اس کے بعد کھانا کھا کر قدرے قیلولہ فرما کر نماز ظہر ادا فرماتے تھے اور عصر تک

کلام الٰہی کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے، عصر سے مغرب تک مسجد میں قیام فرماتے تھے، حضرت شاہ صاحب کے ان معمولات میں سفر ہو یا حضر کبھی سر مو فرق نہ آتا تھا

تعلیم اخلاق حضرت شاہ صاحبؒ نے جس وقت پنجاب میں ارشاد و تلقین کا ہنگامہ برپا کیا اس وقت مسلمان ایک نہایت خطرناک اخلاقی زوال میں مبتلا تھے، حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنا وقت مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح میں صرف کیا، حضرت شاہ صاحبؒ چاہتے تھے، کہ مسلمان رسول عربیؐ کے آئینہ میں اپنے اخلاق و عادات کو سنواریں، ان کا عقیدہ تھا کہ اچھے فضائل اور عادات صرف متابعت رسول سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ بری صحبت، غرور و تکبر سے بچنے کی ہدایت فرماتے تھے، آپ کا ارشاد تھا کہ، مسلمانو! نجس سے رہو اور اپنے آپ کو سب سے بدتر اور کمتر سمجھو۔ غیبت سے بچنے کو خاص طور پر تاکید فرماتے تھے

ارکان اسلام کا تحفظ حضرت شاہ صاحبؒ نے جس وقت مسلمانوں کی اصلاح و تربیت کا کام شروع کیا اس وقت مسلمانوں کی عملی حالت نہایت خراب تھی۔ حضرت شاہ صاحبؒ مسلمانوں کی اس بے عملی پر نہایت رنج و افسوس کا اظہار فرماتے تھے اور لوگوں کو ہدایت فرماتے تھے کہ ارکانِ اسلام پر پابندی کے وقت کے ساتھ ادا کرو۔

اتباعِ شریعت کی تلقین حضرت شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ کوئی شخص ظاہر اور باطن اتباعِ شریعت کئے بغیر کبھی مقبول و محبوب بارگاہ خداوندی میں نہیں ہو سکتا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمانوں کو ہمیشہ غیر مشروع امور سے دور رہنا چاہئے

آپ کا ارشاد تھا کہ صفائی قلب اور روحانی ترقی کے لیے اتباع شریعت ازبس ضروری ہے۔

حضرت شاہ صاحب ایک قصہ سنایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ سکھوں نے ملتان کا محاصرہ کیا تو ایک بزرگ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں امداد کے طالب ہوئے، خواب میں حضور رسول اللہ ؐ نے ارشاد فرمایا۔

"امت من متابعت سنن گذاشتہ اند"

آپ فرمایا کرتے تھے کہ دین و دنیا دونوں میں کامیابی کا دارومدار رسول اللہ کی اتباع پر ہے، حکومت بھی اسی وقت مل سکتی ہے جب زندگی کے ہر شعبے میں اس اکمل ترین انسان کا اتباع ہو اور روح کی کمالیت بھی اس وقت ممکن ہے کہ جب رسولِ خدا کے نقش قدم پر گامزن ہو۔ سلوک و معرفت کی راہیں بغیر اتباع رسولؐ کے طے نہیں کی جا سکتیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ اپنے مریدوں اور معتقدوں کو سمجھایا کرتے تھے کہ انسان کی زندگی کا مقصد خدا کی عبادت ہے اور قرآنِ پاک کی یہ آیت اکثر پڑھا کرتے تھے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ حضرت شاہ صاحبؒ اپنے مریدوں کو اللہ پر صحیح اعتماد اور کامل بھروسہ کا درس دیتے تھے۔ دنیا کی محبت اور دنیاداروں کی صحبت سے بچنے کی تلقین فرماتے تھے۔

حکومت کے متعلق شاہ صاحبؒ کا نظریہ

حضرت شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مسلمانوں کے سیاسی زوال کا سبب ان کی مذہب سے بیگانگی ہے

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ظالم حکمراں کا تسلط ۔۔۔۔ لوگوں کی بداعمالی کی دلیل ہے، حاکم کو برا کہنے یا غیر ضروری طور پر برائی اور ہنگامہ آرائی کے بجائے درستی اعمال کا مشورہ دیتے تھے، حضرت شاہ صاحب کی مستقل رائے تھی کہ حکومت سے پہلے درستی اعمال از بس ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے حضرت سید احمد صاحب بریلوی کے عملی جہاد میں حصہ نہ لیا اور وہ مسلمانوں کو برابر یہی تلقین کرتے رہے کہ مسلمانوں اپنے اخلاق اعمال درست کرو۔

ہندو مسلم تعلقات ہندو مسلم تعلقات کے بارے میں حضرت شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے سلسلے کے بزرگوں کی ہدایت ہے کہ ہندو مسلمانوں میں صلح رکھی جائے اور اکثر یہ شعر پڑھ کر سنایا کرتے تھے ؎

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام

با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام

وصال ماہ صفر ۱۲۶۷ھ کا چاند دیکھ کر حضرت شاہ صاحب نے فرمایا یہ ہمارے سفر کا مہینہ ہے، خدا خیر کرے، چنانچہ آپ کو نزکام کی شکایت ہوئی اور ۲ صفر کو جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

اولاد حضرت شاہ محمد سلیمانؒ کے صرف دو فرزند صلبی تھے (۱) خواجہ گل محمد (۲) خواجہ درویش محمد۔ یہ دونوں صاحبزادے، آپ کی حیات میں وصال فرما گئے تھے، اس لئے شاہ صاحب کے بعد ان کے پوتے حضرت اللہ بخش صاحبؒ آپ کے جانشین ہوئے۔

خلفاء حضرت شاہ محمد سلیمان ۲۲ سال کی عمر میں سجادہ مشیخت پر جلوہ افروز ہوئے تھے، اور ۸۴ سال کی عمر تک تلقین و ارشاد میں مصروف رہے۔

مناقب حافظیہ میں آپ کے خلفاء مجاز کی تعداد بہتر مذکور ہے جن کو اپنے خرقہ خلافت عطا فرمایا تھا۔"

حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

فریدالدین لقب ہے، عطاری اور طبابت کا پیشہ کرتے تھے، ماں باپ کا رکھا ہوا نام محمد ہے، نیشاپور میں بڑا کاروبار تھا۔ نیشاپور کے قریب موضع کدکن آپ کا مولد اور وطن ہے، سنہ پیدائش ۵۱۳ ہجری ہے۔

ایک روز اپنی آراستہ و پیراستہ دکان میں رونق افروز تھے کوئی فقیر صورت بزرگ تشریف لائے اور نظر جما کر آپ کو دیکھنے لگے۔

حضرت فریدالدین عطارؒ اس وقت کسی خیال میں محو تھے، بزرگ کے دیکھنے نے اس محویت میں فرق ڈالا، حضرت نے کہا میاں آگے آجاؤ، کیوں دیوانوں کی طرح گھور رہے ہو۔ بزرگ نے جواب دیا بابا سب ہی کو یہاں سے جانا ہے، مجھے بھی آپ کو بھی۔ لیکن میں اتنا ہلکا ہوں کہ بہ آسانی چلا جاؤں گا، میرے پاس اس کمبل کے سوا کچھ نہیں ہے۔ تم اپنی کہو تم اتنا سامان لے کر کیسے چلو گے۔

بزرگ کا جواب سنکر حضرت نے کہا تمہارے اور میرے جانے میں کیا فرق ہو سکتا ہے

وہ بزرگ کمبل سر کے نیچے رکھ کر لیٹ گئے اور فرمایا فرق ملاحظہ کیجئے ادھر یہ فقرہ زبان سے نکلا ادھر روح جسم سے پرواز گئی۔

حضرت کے دل پر چوٹ لگی اور آتش معرفت کی دبی ہوئی چنگاریاں بھڑک اٹھیں۔ کھڑے ہوئے اور دوکان خیرات کردی اور حضرت رکن الدین اکاف رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔

چند سال پیرومرشد کی خدمت میں رہ کر حرمین شریفین کی زیارت کرنے گئے، حضرت کو سیاحت کا پہلے سے شوق تھا، تعلیم سے فراغت پاکر آغاز شباب ہی میں مقامات مقدسہ اور مزارات مطہرہ کی زیارت سے مشرف ہو چکے تھے، حضرت کا شعر ہے ؎

بوقت کودکی من سیزدہ سال

بہ شہد بودہ ام خوش وقت وخوشحال

طبیعت کا رجحان ابتداء سے ہی سیاحت کرنے، زندہ بزرگوں سے ملنے اور مردہ بزرگوں کے مزارات پر حاضر ہونے کی طرف مائل تھا۔ اہل بیت رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین اور ائمہ اثنا عشرہ کے ساتھ اتنا اعتقاد تھا اور ان کی محبت اسقدر ظاہر کرتے تھے کہ لوگ شیعہ سمجھنے لگے تھے۔

عمر کے پورے پچاس سال حضرت نے سیاحت کے تجربے اور زندہ اور مردہ بزرگوں سے فیض حاصل کرنے میں صرف کیے۔

بہر حال بیعت کے بعد حلقہ درویشی میں کچھ عرصہ گذار کر حرمین شریفین کی زیارت کرنے گئے اور وہاں اعتکاف کیے، خود فرماتے ہیں کہ حرم شریف کی برکت سے میں نے اپنے آپ کو پہچانا اور اپنے خالق کو پہچانا، گھر والے کی حقیقت اس کے گھر میں

معلوم خوب ہوتی ہے۔
مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، مصر، دمشق، کوفہ، رے، خراسان، ترکستان حتیٰ کہ ہندوستان تک پہنچے، جس کا تذکرہ حضرت کے کلام لسان الغیب میں ہے۔
سب جگہ پھر پھرا کر نیشاپور میں گوشہ نشینی اختیار کی اور عبادت و ریاضت میں بیش از بیش مصروف ہو گئے۔ لیکن بعض حاسدوں نے حضرت کو پریشان کیا اور سنی شیعہ کا قصہ چھیڑ دیا۔ یہ قصہ اس قدر بڑھا کہ نیشاپور چھوڑنا پڑا۔ اور شہر شادیاخ میں جا بسے۔ یہ ۵۸۳ھ کی بات ہے۔

کرامات حضرت شاہ شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الاولیا میں سے ہیں کہ ابو عمرو بن حارث بصرہ کے ایک فاضل اجل عالم اور عراق کے بہترین حافظوں میں تھے، وہ جس وقت عظیم اجتماعات میں قرآن کریم کی تلاوت کرتے تو سننے والوں پر وجد و کیف کا عالم طاری ہو جاتا۔ فاضل موصوف سے ان کی زندگی میں ایک ایسا گناہ سرزد ہوا کہ فوراً ہی تمام قرآن ذہن سے اتر گیا، ابو عمرو کو اس واقعہ کا بے حد صدمہ پہنچا اور وہ بے قرار ہو کر حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ماجرا عرض کیا، آپ نے حالات سن کر فرمایا کہ حج کا وقت قریب ہے پہلے حج کرو اس کے بعد مسجد خیف میں جا کر بیٹھ جانا، وہاں ایک بزرگ ہیں جو ہر نماز کے بعد محراب میں بیٹھتے ہیں، ان کا وقت ضائع نہ کرنا، جب وہ عبادت سے فارغ ہو جائیں تو ان کی خدمت میں دعا کے لئے التجا پیش کرنا، چنانچہ ابو عمر نے ایسا ہی کیا۔ بصرہ سے چل کر مکہ میں آئے اور حج سے فارغ ہو کر مسجد خیف میں پہنچے، وہاں بزرگ کو دیکھا۔ ابو عمر نے ادب

سلام کر کے اپنا حال زار بیان کیا، اس غم کی داستان کو سن کر بزرگ موصوف اداس ہو گئے اور آسمان کی طرف نگاہ کی، ابھی سر مبارک نہیں جھکایا تھا کہ ابو عمرو کو سارا قرآن کریم یاد ہو گیا۔ اسی کتاب کے دوسرے باب میں ایک اہم واقعہ یہ لکھا ہے کہ شمعون نامی ایک آتش پرست حضرت خواجہ حسن بصریؒ کا ہمسایہ تھا ایک مرتبہ وہ سخت بیمار ہوا، خواجہ صاحبؒ اس کی بیماری کا سن کر اس کے پاس گئے دیکھا کہ سخت بے چین اور بے قرار ہے، آپ نے فرمایا "ساری عمر آگ کی پرستش میں صرف کر دی اب یہ زندگی کی آخری ساعت ہے، میرا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ اسلام قبول کر لو، تاکہ خدا کی رحمت تمہیں اپنے آغوش میں جگہ دے، تم نے اپنی ساری زندگی آتش پرستی میں گزار دی اور تم اسے معبود سمجھتے رہے، لیکن میں نے آج تک آگ کی پوجا نہیں کی تاہم اگر آگ میں ہاتھ ڈال دیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم دونوں کو ہی جلا دے گی اور تمہاری ستر سالہ پوجا کا ذرا بھی خیال نہ کرے گی اس کے ساتھ ہی میں یہ اعتقاد بھی رکھتا ہوں کہ اگر میرا خدا چاہے تو آگ کی مجال نہیں کہ وہ میرا ایک بال بھی جلا سکے، آؤ ہم دونوں آگ میں ہاتھ ڈالیں تاکہ میرے بیان کی اہمیت تم پر ظاہر ہو جائے" یہ کہہ کر آپ نے آگ میں ہاتھ ڈال دیا۔ اور بہت دیر تک اپنے ہاتھ کو آگ میں رکھا، لیکن آگ نے ذرہ برابر بھی آپ کے ہاتھ پیا اثر نہیں کیا، شمعون نے جب یہ حال دیکھا تو اس کی حالت بدل گئی، اس نے کہا شیخ میری ساری عمر آتش پرستی میں بسر ہوئی اب چند سانس باقی ہیں ان میں کیا کر سکتا ہوں؟

خواجہ صاحبؒ نے فرمایا مسلمان ہو جاؤ، شمعون نے کہا آپ تحریری طور پر

اس بات کا اطمینان دلائیے کہ اگر میں مسلمان ہوجاؤں تو اللہ میرے گناہوں کو معاف فرمائے گا۔ اور عذاب سے مجھے نجات دے گا۔ خواجہ صاحبؒ پر وجد و کیف کا عالم طاری ہوگیا آپ نے خط لکھ دیا اور شمعون کی خواہش پوری کردی، شمعون نے خط لیکر اسلام قبول کیا اور بہت دیر تک روتا رہا اس نے اپنے ورثا کو وصیت کی کہ مرنے کے بعد یہ خط میرے ساتھ دفن کردینا۔ خواجہ صاحبؒ کو اپنی خانقاہ میں پہنچنے کے بعد یہ احساس ہوا کہ میں نے کیا کیا؟ مجھے اپنی ہی نجات کا علم نہیں ہے پھر میں نے دوسرے آدمی کو ایسی تحریر کیوں لکھ دی، اسی فکر میں آپ کی آنکھ لگ گئی، خواب میں دیکھا کہ شمعون سنہری تاج سر پہ رکھے ہوئے بہشت میں ٹہل رہا ہے۔ آپ نے پوچھا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا شیخ اللہ نے مجھے بخش دیا، اب آپ اپنا یہ خط واپس لے لیجئے، کیوں کہ مجھے اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔

جب آپ خواب سے بیدار ہوئے تو وہ خط آپ کے ہاتھ میں موجود تھا آپ نے خط کو دیکھ کر بارگاہ الٰہی میں التجا پیش کی کہ اے معبود تیرے فضل و کرم پہ بھروسہ کرکے ایک گناہ گار بندے نے یہ خط لکھ دیا تھا شکر گزار ہوں کہ تو نے اپنے بندے کی لاج رکھ لی، امام العارفین حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی انکساری کا یہ عالم تھا کہ وہ ہر شخص کو اپنے سے بہتر سمجھتے تھے۔

حضرتؒ نے ستر برس کی عمر پائی، کہتے ہیں حضرت کے والد اب تک حیات تھے اسی سال ان کا انتقال ہوا۔

شادباخ میں حضرتؒ نے کاروبار دوبارہ شروع کردیا، حضرت کا بیان ہے کہ ایک دوست نے مجھ سے کہا آپ تو دل کی گرہ کھولنے والے ہیں، آپ کے شیخ

طب کی نذر کیوں ہونے لگے۔ طب کمزور و ناتواں کے لیے ہے، تو شعر و حکمت بھی جان کی تونت ہے۔ آپ کو زبان بند کیے تین سال گزر گئے آپ زاہد خشک بن گئے ہیں۔

بعض مورخوں کا خیال ہے کہ بزرگ کے تشریف لانے اور کمبل سرہانے رکھ کر مرجانے کا واقعہ حضرت کو ستر سال ہی کی عمر میں پیش آیا تھا اور حضرت نے سیاحت وغیرہ کر کے باپ کی غیر معمولی ضعیفی کی وجہ سے اس عمر میں دکان سنبھالی تھی کہ بزرگ نے حضرت کو یکسو کر دیا، بزرگ کی تشریف آوری تک حضرت شاعر تھے مصنف تھے سیاح تھے، نیک تھے، عابد تھے، زاہد تھے، درویش طبع تھے، لیکن درویش نہیں تھے، درویش حضرت کو ان بزرگ نے بنایا۔

آپ کی چالیس تصنیفات ہیں جن میں چند آج بھی موجود ہیں، چند کے نام دنیا جانتی ہے۔ چند کے نام دنیا نے بھلا دئے۔

آخر عمر میں تصنیف و تالیف اور شعر و شاعری سے منہ موڑ لیا تھا، منہ موڑنے کی وجہ خود تحریر فرماتے ہیں، میں ایسا پرندہ ہوں کہ اڑتا اڑتا اس خیال سے یہاں آگیا تھا کہ عالم فنا سے نیک اعمال کا ذخیرہ عالم بقا میں لے جاؤں تاکہ اللہ تبارک تعالیٰ کا قرب میسر آجائے، یہاں کسی کو اپنا ساتھی اور محرم نہ پایا۔ بہرحال جو ہو سکا اپنے لئے اکٹھا کر رہا اور جیسا آیا تھا ویسا واپس چل دیا۔

۶۲۲ھ میں چنگیز خانی قتل عام میں حضرت نے شہادت پائی۔ شادیاخ میں مزار مقدس ہے۔

جس روز آپ کا انتقال ہوا تھا اسی روز قاضی القضاۃ یحییٰ ابن ساعد کے بیٹے نے بھی رحلت کی تھی، لوگوں نے چاہا کہ اسے بھی حضرت کے قدموں میں دفن کر دیں

مگر قاضی القضاۃ صاحب کو اپنے اقتدار کا خیال آیا اور انھوں نے کہا میرا فرزند بوڑھے افسانہ گو کے پائیں دفن نہیں ہوگا۔ اتفاق سے وہ دن مل گیا اور قاضی کے بیٹے کی لاش یوں ہی رکھی رہی، قاضی نے رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ فریدالدین عطار کے مزار پر سینکڑوں شمعیں روشن ہیں اور بڑے بڑے اقطاب و ابدال جمع ہیں اور حضرتؒ کے مزار پہ مراقبے کر رہے ہیں اور ایک کونے میں بیٹا بیٹھا ہے وہ روتا ہے اور کہتا ہے کتنی بدقسمتی ہے کہ مجھے حضرت شیخ جیسے ولی اللہ کے قدموں کی برکت سے محروم کیا جاتا ہے۔ قاضی صاحب بیدار ہوئے اور ندامت کا اظہار کر کے اور قصور کی معافی مانگ کر انھوں نے بیٹے کو حضرتؒ کے قدموں میں سلادیا، قاضی صاحب نے حضرتؒ کے مزار پر قبہ بھی بنوا یا تھا، لیکن وہ قبہ اب نہیں ہے، اب جو قبہ ہے وہ امیر علی شیر کا تعمیر کردہ ہے۔

حضرت امام مالک

رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سوادِ اعظم اسلام یعنی اہلِ سنت کے دوسرے امام ہیں، صفِ تابعین کے جلیل القدر بزرگ ہیں، آپ کے والدِ بزرگوار حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ عظیم المرتبت صحابی ہیں جو حضورؐ کی آغوشِ رحمت میں ہزاروں نعمتوں سے فیض یاب ہوئے، بے شمار احادیث و روایات آپ سے منقول ہیں۔

حضرت سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا سنہ ولادت ۹۰ھ اور سنہ وفات ۱۷۹ھ ہے۔ عمر شریف تقریباً ۹۰ سال ہوئی، کنیت آپ کی ابو عبداللہ ہے۔

نسب نامہ:۔ امام مالکؒ ابن حضرت انسؓ ابنِ مالک بن ابی عامر بن عمرو بن الحارث بن عثمان بن خثیل بن عمرو بن الحارث بن حرث۔ آپ کا نسبی سلسلہ یعرب بن قحطان سے ملتا ہے، بزرگانِ قبیلہ حکومتِ یمن کی سیادت و امارت سے منسلک رہے ہے۔

حضرت امامؒ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، روضۂ نبویؐ کے زیرِ سایہ ساری عمر گذاری اور جنت البقیع کو ابدی خواب گاہ بنایا۔

آپ کے اساتذہ میں حضرت نافع ہیں جو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مولا ہیں، حضرت امام زہریؒ بھی آپ کے استاد ہیں۔ جو دنیائے علم کے سرتاج ہیں، حضرت ابو حازمؒ سے آپ کو شرفِ تلمذ ہے، جو تابعین میں علومِ ظاہر و باطن کے امام تسلیم کئے گئے ہیں، اسی طرح حضرت محمد بن المنکدرؒ، ابو الزبیرؒ، عبداللہ بن دینارؒ، ربیعۃ الرائیؒ وغیرہ ائمہ مشاہیر آپ کے اساتذہ کی فہرست میں نمایاں ہیں۔ آپ کے تبحرِ علمی اور وسعتِ فضل و کمال کے متعلق حضرت امام احمد بن حنبلؒ، امام ابن المدینی علامہ ابن معینؒ جیسے اکابر کا قول ہے کہ حضرت امام زہریؒ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ قابلِ اعتماد حضرت امام مالکؒ ہیں۔ حضرت وہب بن خالدؒ کا قول ہے کہ مشرق و مغرب میں کوئی شخص امام مالکؒ سے زیادہ حدیثِ نبویؐ کے لئے قابلِ اعتماد نہیں ہے۔

امام معن بن عیسیٰؒ کا قول ہے کہ جب امام مالکؒ روایتِ حدیث کے لئے تیار ہونے کا ارادہ کرتے تو غسل فرماتے، جسم و لباس کو عطر میں بساتے، اگر کوئی شخص درمیانِ حدیث کے وقت بول اٹھتا تو کمالِ اخلاق سے یہ آیت شریفہ، یا ایہا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی "اے مسلمانو! اپنی آواز کو نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو)، سنا دیتے۔ حضرت امامؒ کا ارشاد ہے کہ حدیثِ نبویؐ کی سماعت کے وقت بولنا گویا خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بولنا ہے جو خلافِ ادب ہے۔

حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ راویانِ حدیث کے بارے میں انتہائی محتاط تھے حضرت حبیب وراق علیہ الرحمۃ کہتے ہیں میں نے ایک دن امامؒ سے دریافت کیا کہ آپ نے فلاں تین راویانِ حدیث سے کوئی روایت کیوں قبول نہیں فرمائی امام صاحبؒ نے گردن جھکائی اور تھوڑی دیر تک سکوت فرمایا۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا

ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ، میں نے اس مسجد نبوی میں تقریباً ستر شیوخ ایسے دیکھے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرامؓ کے صحبت یافتہ تھے، اور تابعین سے بھی روایت کرتے تھے، مگر میں محض محدثین ہی سے حدیث لیتا ہوں۔"

حضرت خلف بن عمر علیہ الرحمۃ سے روایت ہے، کہ میں حضرت امامؒ کی خدمت میں حاضر تھا کہ قاریٔ مدینہ حضرت ابن کثیرؒ تشریف لائے اور انھوں نے . . .

. . . .

امام کی خدمت میں ایک رقعہ پیش کیا، حضرت امامؒ نے اس رقعہ کو پڑھا اور پڑھ کر جائے نماز کے نیچے رکھ دیا مجلس برخاست ہوئی اور لوگ چلنے لگے تو میں نے بھی چلنے کا ارادہ کیا، اس وقت حضرت امامؒ نے فرمایا "خلف ٹھہرو" اور حضرت امامؒ نے وہ رقعہ نکال کر پڑھنے کا حکم دیا، اس میں تحریر تھا :۔

میں نے خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، کسی بتانے والے نے مجھے بتایا کہ یہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، حضور کے سامنے ہجوم تھا، حاضرین میں سے ہر شخص اپنی اپنی حاجتیں حضورؐ کے سامنے پیش کر رہا تھا حضور امت کی التجائیں سماعت فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لوگو میں نے اپنے منبر کے نیچے خزانہ رکھ دیا ہے، مالک بن انسؓ کو خزانہ پر مامور کر دیا ہے، اور اسکو حکم دیا ہے کہ وہ یہ خزانہ تم میں تقسیم کر دے، اے لوگو اب تم مالکؒ کے پاس جاؤ۔"

لوگوں نے تعمیل حکم کی اور وہاں سے روانہ ہوئے، باہم گریہ گفتگو کر رہے تھے کہ دیکھئے اب مالکؒ کیا فیصلہ کرتے ہیں، کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ جو حضورؐ نے حکم دیا ہوگا، مالکؒ وہی کریں گے۔ میں وہ مکتوب پڑھ رہا تھا اور حضرت مالکؒ ابن انسؓ زار و قطار رو رہے تھے، وہ

روتے رہے یہاں تک کہ ان کو اسی رقت کے عالم میں چھوڑ کر میں اٹھ آیا۔

حضور محمد بن رمح کا بیان ہے کہ خواب میں دیکھا اور عرض کیا "یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، بعض مسائل میں جہاں مالکؒ اور لیثؒ کا اختلاف ہوتا ہے وہاں کیا کیا جائے" ارشاد فرمایا "مالک، مالک، مالک وارثہ جدی ابراہیمؑ" میرے دادا ابراہیم علیہ السلام کا ورثہ علم مالکؒ کو ملا ہے۔

حضرت ابن وہبؒ کہتے ہیں "میں نے حضرت امام مالکؒ کی ہمشیرہ سے دریافت کیا کہ امام کا مشغلہ گھر کے اندر کیا ہوتا ہے؟" انھوں نے جواب دیا "بیشتر وقت تلاوتِ قرآن عظیم میں گزرتا ہے"۔

شیخ عصر حضرت بکر علیہ الرحمۃ کہتے ہیں "میں نے عالم رویا میں بہشت کو دیکھا، وہاں امام اوزاعیؒ اور امام سفیان ثوریؒ سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے دریافت کیا، "امام مالکؒ کہاں ہیں؟" دونوں نے جواب دیا "مالکؒ یہاں کہاں، مالکؒ تو بہت بلندی پر ہیں، تین مرتبہ انھوں نے سر بلند کر کے یہی الفاظ دہرائے، یہاں تک کہ ان کی ٹوپیاں سر سے نیچے گر گئیں"۔ جس طرح حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس قبل حکومت کے جبر و جور کا نشانہ بنائے گئے تھے اسی طرح حضرت امام مالکؒ کا فتویٰ "طلاق مکروہ" عامل مدینہ کی مرضی کے خلاف صادر ہوا، عامل مدینہ نے امامؒ کو گرفتار کرایا اور آپ کے جسم پر ستر تازیانے لگوائے، تمام جسم لہولہان ہو گیا، ظالم عامل نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ اونٹ پر بٹھا کر سارے شہر میں آپ کی تشہیر کرائی اور آپ کے دونوں بازوؤں کو اس قدر سختی سے کھنچوا کر بندھوایا کہ آپ کے دونوں بازو کاندھوں سے الگ ہو گئے، جس کی وجہ سے حضرت امامؒ ہاتھ باندھ کر نماز نہیں پڑھ سکتے تھے، یہ واقعہ بقول حضرت ابن جوزی ۱۴۷ھ

کا ہے، جب کہ امامؒ کی عمر ۵۰ سال کی تھی۔

علامہ رونقی تحریر فرماتے ہیں، کہ حضرت امامؒ کے اساتذہ میں تین سو تابعی اور چھ سو تبع تابعی ارباب فضل و کمال ہیں، مگر آپؒ نے روایت حدیث صرف ان حضرات سے ہی کی ہے جو زیادہ سے زیادہ متقی اور فقہ کے عالم تھے۔

حضرت امام مالکؒ کے تلامذہ بھی بیحد و بیشمار ہیں اور نہایت بلند پایہ ہیں، مثلاً امام شافعیؒ، امام ابن عینیہؒ، امام اوزاعیؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام عبدالرحمٰنؒ العاقل امام اندلس امام عبدالرحمٰن مہدیؒ۔ امام لیث بن سعدؒ، امام مصرؒ، امام عبداللہ ابن مبارکؒ، امام عبداللہ بن نافعؒ، ابو عامر عقدیؒ آپ کے بیشمار شاگردوں میں بکثرت وہ حضرات ہیں جو بذات خود امام و مجتہد تھے۔

علامہ قعینی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں حضرت حماد زید امام بصرہ کی خدمت میں حاضر تھا جب ان کو امام مالکؒ کی وفات کی خبر ملی تو فرمایا "اللہ تعالےٰ امام مالک پر رحم فرمائے وہ اپنے بعد اپنی نظیر نہیں چھوڑ گئے"

علامہ ابو محمد جعفر بن احمد بن حسین سراج نے حضرت امام مالکؒ کی وفات پر نہایت پُر درد قصیدہ لکھا۔

آپ کی وفات ہفتم ماہ ربیع الاول ۱۷۹ھ بروز یکشنبہ کو مدینہ منورہ میں ہوئی اور جنت البقیع میں قیامت تک کے لئے آرام فرما ہوئے۔

"زبدۂ عباد" سے حضرت امامؒ کی تاریخ ولادت اور "امام زمن" سے تاریخ وفات
۹۵ھ ۱۷۹ھ
کا اظہار ہوتا ہے ٭

سلطان الشعراء

حضرت خواجہ امیر خسرو

رحمۃ اللہ علیہ

مقدس بچپن شمس العرفا، سلطان الشعرا، حضرت خواجہ ابوالحسن امیر خسروؒ مومن آباد ضلع ایٹہ کے ایک ترکی خاندان کے چشم و چراغ تھے، جو سلطان شمس الدین التمش فرمانروائے ہند کے دورِ حکومت میں بلخ سے ترکِ وطن کر کے مومن آباد میں آباد ہو گیا تھا۔

خاندانی نجابت اور ذاتی شرافت کی بنا پر آپ کے والد ماجد امیر سیف الدین محمود سلطانی مقربین میں شامل ہو گئے تھے، دہلی میں ان کی شادی نواب عماد الملک کی دخترِ نیک اختر سے ہوئی، جن کے بطن سے تین صاحبزادے تولد ہوئے، حضرت امیر خسروؒ سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔

ایک مقدس درویش، حضرت امیر سیف الدینؒ کے مکان کے قریب رہتے تھے، انھوں نے حضرت امیر خسروؒ کو دیکھ کر فرمایا "مبارک ہو، یہ فرزند آسمانِ معرفت اور آسمانِ ادب پر مہر و ماہ بن کر چمکے گا۔ اس بچّے کا نام تا قیامت روشن رہیگا اور اس کا کلام پڑھ کر لوگ وجد کیا کریں گے۔ مقدس بزرگ کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہو گئی۔

حضرت امیر خسروؒ کی ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد اور برادران محترم کی نگرانی میں ہوئی، آٹھ سال کی عمر میں والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، محترم نانا نواب عماد الملکؒ آپ کی تعلیم و تربیت کے کفیل ہوئے، کامل فن علماء سے آپ نے تعلیم حاصل کی اور فطری ذہانت کی وجہ سے علوم مروجہ میں اتنی مہارت حاصل کر لی، کہ باکمال علماء میں شمار ہونے لگے۔

حضرت محبوب الٰہیؒ کے سایۂ عاطفت میں

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ نے محبوب الٰہی سلطان الاولیاء مولانا خواجہ نظام الدینؒ بدایونی سراج الاولیاء کی آغوش عاطفت میں باطنی تعلیم حاصل کی، مسلسل عبادت و ریاضت کی وجہ سے آپ نے تھوڑے ہی عرصہ میں سلوک کی تمام منزلیں طے کر لیں۔ فطری قابلیت و استعداد کی وجہ سے مرشد اعظم کی خصوصی توجہ آپ پر رہتی تھی، سرکار محبوب پاکؒ بہت زیادہ شفقت فرماتے تھے

حضرت امیر خسروؒ کی قدر و منزلت دربار محبوب پاک میں

حضرت امیر خسروؒ کی بے نظیر قابلیت اور بے اندازہ عقیدت کی بنا پر حضور محبوب الٰہیؒ آپ پر خاص کرم فرماتے تھے حضرت نے ایک بار حضرت امیر خسروؒ سے فرمایا:۔

میں کبھی کبھی اپنے آپ سے بھی رنجیدہ ہو جاتا ہوں، مگر اے ترک! میں تجھ سے کبھی رنجیدہ نہیں ہوتا۔"

ایک بار حضرت امیر خسروؒ نے حضور سلطان المشائخ محبوب الٰہی سے مودبانہ عرض کیا "میری آرزو ہے کہ آپ کے قدموں میں میری جان نکلے اور آپ ہی کے قدموں میں

مجھے جگہ ملے۔"

حضور محبوب الٰہیؒ نے فرمایا "ہمارے بعد تم بھی زندہ نہ رہو گے، انشاءاللہ تمہاری خواہش پوری ہوگی"

رات کو عشاء کی نماز کے بعد جب حضور سلطان المشائخؒ خلوت میں تشریف لے جاتے تھے، اس وقت کسی شخص کو باریابی کی اجازت نہ تھی، آپ کے دست مبارک میں اس وقت تسبیح ہوتی تھی، سوائے حضرت امیر خسروؒ کے کسی شخص کو خلوت میں داخلہ کی اجازت نہ تھی۔

حضرت امیر خسروؒ کا معمول تھا کہ وہ روزانہ بعد نماز عشاء حجرۂ مبارک میں حاضر ہو کر سلطان المشائخؒ کے روبرو بیٹھ جاتے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے: "کہو ترک! آج کیا خبر ہے؟" اس وقت حضرت امیر خسروؒ ضروری حالات بیان کرتے، اگر کسی کے لیے سفارش کرتے تو سفارش منظور ہو جاتی تھی۔

حضرت امیر خسروؒ کا سفر بنگال

حضرت امیر خسروؒ ۷۲۴ھ میں سلطان غیاث الدین تغلق کے ہمراہ لکھنوتی (بنگال) تشریف لے گئے تھے، کہ بتاریخ ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہیؒ نے وصال فرمایا۔

حضرت امیر خسروؒ کو جب اپنے پیر و مرشد کے وصال کی اطلاع ملی، بیتاب ہو کر بعجیل تمام روتے پیٹتے دہلی پہنچے، مزار مبارک پر حاضر ہو کر نہایت رقت سے فرمایا:

"سبحان اللہ! آفتاب زیر زمین رہے اور خسروؒ زندہ رہے"

آپ جوش و خروش کے عالم میں مزار اقدس سے لپٹ گئے، اور ہندی کا یہ شعر

پڑھ کر بے ہوش ہو گئے ؎

گوری سووت سیج پہ مکھ پر ڈالے کیس
چل خسروؔ گھر آپنے سانجھ بھئی سو دیس

جب ہوش آیا تو اپنا کل مال و اسباب فقراء کو تقسیم کر دیا اور اس کا ثواب حضور سلطان المشائخ کی روح مبارک کو پہنچایا اور دنیا سے دست کش ہو کر اور سیاہ لباس پہن کر مزار مبارک پر آ بیٹھے اور پیر و مرشد کے غم مفارقت میں مثل ماہیٔ بے آب تڑپنے لگے۔

حضرت امیر خسروؔ کا وصال

اس واقعہ کے بعد چھ ماہ تک حضرت امیر خسروؔ زندہ رہے، آپ حضرت محبوب الٰہی کو یاد کر کے اس قدر روتے تھے کہ دیکھنے والوں کو رحم آجاتا تھا، آخر ۱۸ شوال ۷۲۵ھ کو آپ کا وصال ہو گیا اور حضور سلطان المشائخؒ کے پائیں دفن ہوئے۔

حضرت امیر خسروؔ کی شاعری

حضرت سعدیؔ، فردوسیؔ، انوریؔ، حافظؔ عرفیؔ اور نظیریؔ یہ آسمان علم و ادب کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ لیکن حضرت امیر خسروؔ کو ان سب میں ایک امتیازی حیثیت حاصل تھی۔

فردوسیؔ کی دنیا صرف مثنوی تک محدود تھی، حضرت سعدیؔ ایک باکمال شاعر تھے، لیکن قصیدہ نہیں لکھ سکتے تھے، انوریؔ مملکت سخن کا بادشاہ تھا، لیکن غزل اور مثنوی سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا، حافظؔ، عرفیؔ اور نظیریؔ غزل کے بادشاہ تھے لیکن قصیدہ اور مثنوی سے کوئی لگاؤ نہ تھا، حق تعالیٰ نے حضرت امیر خسروؔ کو تمام اصناف

شاعری پر کامل نہ قدرت عطا فرمائی تھی، غزل، قصیدہ، مثنوی، رباعی ہر عنوان پر آپ کو قدرت حاصل تھی۔

ان ہی فضائل و محاسن کو پیش نظر رکھ کر عہد خلجی کے مشہور مورخ ضیاء الدین برنی نے حضرت امیر خسروؒ کے متعلق لکھا ہے :۔

"دنیائے شاعری آج تک حضرت امیر خسروؒ کا نظیر پیدا نہ کر سکی اور نہ ہی آئندہ ایسا کاملِ فن پیدا ہونے کی توقع ہے، حضرت امیر خسروؒ نہ صرف اپنے کمال شاعری کی وجہ سے ممتاز ہیں۔ بلکہ روحانی کمالات کی وجہ سے بھی ان کو ایک مرتبۂ اعلیٰ حاصل ہے سال میں کوئی دن ایسا نہ ہوتا کہ جس میں آپ روزے سے نہ ہوتے، تمام تمام دن قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے، رات کا زیادہ حصہ عبادتِ الٰہی میں گزارتے سلطان محمد گورنر ملتان کو آپ سے بے حد عقیدت تھی، وہ آپ کو اپنے ساتھ ملتان لے گیا اور دربار کا ملک الشعراء بنا دیا۔

سلطان محمد کی شہادت کے بعد حضرت امیر خسروؒ پھر دلّی آگئے، یہاں سے سردار حاتم خاں آپ کو اودھ لے گئے۔

وہاں سے دلّی واپس آنے پر جلال الدین خلجی نے آپ کو دربار کا ملک الشعراء بنا دیا جلال الدین کے بعد علاء الدین نے آپ کو اپنے دربار میں ممتاز جگہ دی۔

حضرت امیر خسروؒ کی تصانیف

آٹھویں صدی ہجری کے مورخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضرت امیر خسروؒ نے ۹۹ کتابیں لکھیں اور چار لاکھ سے زائد اشعار لکھے۔

آپ کی تصانیف میں مندرجہ ذیل کتابوں کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔

بیاضِ خسروؔ :۔ حضرت کا سب سے پہلا دیوان ہے۔
کلامِ خسروؔ :۔ یہ بھی ایک دیوان ہے جس میں سولہ سال کی عمر سے ۲۴ سال کی عمر تک کا کلام ہے۔
غرۃ الکمال :۔ یہ حضرت کے کلام کا انتخاب ہے جس میں ۶۹۵ھ تک کا کلام ہے۔
نعتیہ کلام :۔ اس میں حضرت کی نعتیہ غزلیں ہیں جو درد و اثر میں ڈوب کر لکھی گئی ہے۔
نہایت الکمال :۔ یہ حضرت کا پانچواں دیوان ہے اس میں ۷۲۰ھ تک کا کلام ہے مشہور قصائد ہیں۔
قران السعدین :۔ سب سے پہلی مثنوی ہے جو بیحد اثر آفریں ہے۔
مطلع الانوار :۔ اس میں حضرت کے تین سو دس اشعار ہیں۔
اعجازِ خسروی :۔ نثر نگاری کے اصول اور ضابطے لکھے گئے ہیں۔
افضل الفوائد :۔ حضور سلطان المشائخ کے ملفوظات۔
تغلق نامہ :۔ سلطان غیاث الدین تغلق کے حالات۔
ہشت بہشت :۔ اس میں حضرت کے تین ہزار اشعار ہیں
آئینۂ سکندری :۔ اس میں حضرت امیر خسروؔ کے چار ہزار اشعار ہیں۔

ان تصانیف کے علاوہ فنِ حساب اور فنِ موسیقی پر کئی اہم کتابیں ہیں فنِ موسیقی سے حضرت کو غیر معمولی دلچسپی تھی، آپ نے ہندستانی راگوں کی دلکشی میں حیرت انگیز اضافہ کیا، آپ فارسی اور عربی راگوں سے بھی واقف تھے، اس لئے آپ نے چند نئے راگ ایجاد کئے، آپ کے تجویز کئے ہوئے یہ راگ مشہور ہیں۔

سازگر:۔ ہندی اور فارسی راگ سے مرکب ہے۔

زمزمہ:۔ ایک دل کش راگ ہے۔ قہروند:۔ ایک فارسی راگ ہے۔

عنم:۔ سازنگ کے طرز پر ایک بہترین راگ ہے۔

حسینی:۔ بے حد درد ناک راگ ہے۔ فرغانہ:۔ ایک ترکی راگ ہے۔

سراپردہ:۔ نہایت ہی دل کش راگ ہے۔ فردوس:۔ ایک وجد آفریں راگ ہے، جو باگیشوری کے انداز میں ہے"

ان کے علاوہ راگ، درین، ترانہ، خیال، نقش ونگار یہ سب حضرتؒ کے ایجاد کئے ہوئے ہیں۔ حضرت امیر خسروؒ نے فارسی اور ہندی کو ملا کر بعض غزلیں لکھیں جن میں سے ایک دل فریب نمونہ ہے،

زحالِ مسکیں مکن تغافل رُلائے نیناں بنائے بتیاں
کہ تابِ ہجراں ندارم اے جاں نہ لیہو کاہے لگائے چھتیاں
شبانِ ہجراں دراز چوں زلف، وروزِ وصلت چوں عمر کوتاہ
سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں

حضرت مولانا

سید وارث علی شاہ صاحب

رحمۃ اللہ علیہ

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوا شریف (ضلع بارہ بنکی) کے رہنے والے تھے مورث اعلیٰ نیشاپور سے ہندوستان تشریف لائے، آپ کے والد محترم سید قربان علی شاہ صاحب ایک سیر چشم بزرگ اور دیوا شریف کے رئیس تھے، والدہ آپ کی پیدائش سے قبل بیوہ ہو گئیں ۱۲۳۳ھ میں حضرت حاجی صاحب عالم امکان میں تشریف فرما ہوئے سن رشد سے قبل والدہ بھی داغِ مفارقت دے گئیں اور اس طرح آپ کو یتیم مکہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک خاص نسبت پیدا ہو گئی، پانچ برس کی عمر میں مکتب جانا شروع کیا، سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا

بالائے سرش ز ہوش مندی

می تافت ستارہ بلندی

بچپن سے ہی عشق الٰہی کے جذبات دل میں موجزن تھے معمول تھا کہ رات کو سنسان میدانوں میں چلے جاتے، کھلی فضا کی خنک ہواؤں میں ہو حق کے نعرے لگاتے اور رازِ محبت ستاروں سے بیان کر کے جی ملکاتے، حاجی صاحبؒ کے بہنوئی حضرت

سیّد خادم علی شاہ صاحب ایک مرد باکمال تھے، ان کا قیام لکھنؤ میں تھا۔ آپ کے حالات سُنے تو بلا کر حلقہ بگوش ارادت بنایا۔ ۱۳ صفر ۱۲۵۲ھ کو جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے مریدوں اور عقیدت مندوں نے حضرت وارث علی شاہ صاحب کے دستار خلافت باندھی، ایک رات خواب میں دیکھا کہ پیر و مرشد فرما رہے ہیں "سفر کرو" طبیعت کی افتاد شروع ہی سے آزاد اور بیاباں نوردی تھی۔ جنون پہلے ہی سے زنجیر در کھٹکھٹا رہا تھا، آخر ۱۳ ربیع الاول ۱۲۵۲ھ کو رخت سفر باندھا اور دنیا کے عظیم الشان سمندر میں بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا کہہ کر چل نکلے۔

جوتا ترک کردیا جے پور ہوتے ہوئے اجمیر شریف پہنچے، خواجہ غریب نوازؒ کے آستانہ پر حاضر ہوئے۔ اندر داخل ہونا چاہتے تھے کہ پھاٹک پر ایک دربان نے روکا اور کہا "صاحبزادے ادب کا مقام ہے جوتا اتار کر جاؤ" دل پر اس بات کی کچھ ایسی چوٹ لگی کہ آپ نے کہا کہ اگر جوتا ایسی ہی بری چیز ہے آج سے نہیں پہنیں گے اور اس کے بعد عمر بھر جوتا نہیں پہنا۔ اسی طرح سیر و سیاحت کرتے ہوئے بمبئی رونق افروز ہوئے اور وہاں سے روانہ ہو کر ۲۹ شعبان ۱۲۵۳ھ کو حرم محترم میں داخل ہوئے اور ایام حج تک وہیں قیام فرمایا، حج کے بعد مدینہ منورہ گئے دربار محبوب چھوڑنے کو دل نہ چاہتا تھا بہت عرصہ تک قیام کیا۔ پھر بیت المقدس شام، بیروت، بغداد، کاظمین، نجف اشرف، کربلائے معلّٰے کا سفر کیا پھر ایران گئے وہاں سے قسطنطنیہ پہنچے اور ترکی، روس ہوتے ہوئے حج کے موسم میں پھر حجاز حرم میں پہنچ گئے، حج کیا اور برا عظم افریقہ کی طرف چل نکلے۔

یہاں ایک دل چسپ بات قابلِ ذکر یہ ہے کہ حضرت نے احرام باندھنے کے بعد اتار

نہیں تھا۔ آپ پر احرام کا سادہ لباس اس قدر زیب دیتا تھا کہ اس پر ہزار پر تکلف ملبوس قربان کئے جا سکتے تھے، حسن کرشمہ ساز کے لئے سادگی سے بڑھ کر کوئی زیور نہیں اور بے ساختہ پن سے بڑھ کر کوئی ادا نہیں، خدا نے قوس وقزح کو قسم قسم کے رنگ دئے ہیں لیکن سورج کو صرف ایک ہی رنگ عطا فرمایا ہے، جوتا اجمیر شریف میں چھوڑ دیا تھا۔ احرام نے فرق مبارک کو بھی کلاہ سے سبک دوش کر دیا قسطنطنیہ میں سلطان عبدالمجید خاں نور اللہ مرقدہٗ معہ اپنے اعیان وامراء کے مرید ہوئے، الغرض اسی طرح برسوں سیر وسیاحت کرنے اور دنیا کے گوشہ گوشہ کو فیض روحانی سے مالا مال کرنے کے بعد واپس تشریف لائے۔

مراجعت وطن وطن واپس آئے اور دیوا پہنچے تو دیکھا گھر کھنڈر ہو چکا ہے اور اموال ومنال پر عزیز واقارب قابض ومتصرف ہو چکے ہیں۔ ان کو فکر ہوئی کہ شاید آپ دولت وجائداد واپس لینے آئے ہیں لیکن جو شخص دولتِ عرفان سے مالا مال ہو اور مملکت فقر کا بادشاہ ہو اسے دنیوی دولت وثروت سے کیا غرض ہو سکتی ہے۔ حاجی صاحبؒ نے تو سفر سے قبل ہی زمین وجائداد کے تمام کاغذات کو تلف کر دیا تھا۔ دولت وجائداد کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا البتہ آپ کو اس کا افسوس ہوا کہ آج دنیا کا خون کس قدر سفید ہو گیا ہے کہ عزیز واقارب کو پہچانتے بھی نہیں ؎

افسوس اقارب ہیں عقارب میرے
ہر وقت یہاں نیش زنی رہتی ہے

اس لئے پھر سیر وسیاحت کو روانہ ہو گئے اور ۱۸۵۷ء تک سیر کی۔ ایک بات

یہاں قابلِ ذکر ہے کہ حاجی صاحبؒ نے ممالکِ غیر اور ہندوستان کی تمام سیر و سیاحت پیادہ پا کی تھی. کبھی کسی جانور کو سواری کے لیے تکلیف نہ دی وہاں سفر میں دریا یا سمندر حائل ہو جاتا، وہاں کشتی یا جہاز پر سوار ہو جاتے، البتہ جب ۱۸۹۶ء میں جب ہندستان میں قیامت کا قحط پڑا اور قحط دور ہوا تو ملیریا نے آلیا، بخار کی عمومیت کا یہ حال تھا کہ شاید ہی کوئی انسان ہوگا، جو اس سے محفوظ رہا ہو. حضرت حاجی صاحب بھی اس سے محفوظ نہ رہے، حضرت حاجی صاحبؒ بھی اس آزمائش میں مبتلا ہو گئے نقاہت اس قدر زیادہ ہو گئی تھی کہ تا دمِ وصال دور نہ ہوئی، اس وقت سے پالکی میں سوار ہونا شروع کر دیا تھا، شاید کہاروں کی سعادت کے لئے یہ سامان مہیا ہوا ہو

وصال

۲۶ مارچ ۱۹۰۵ء کو زکام اور حرارت شروع ہوئی اور ۱۶ اپریل کو جان جان آفریں کے سپرد کر دی، دورانِ مرض میں نہایت صبر و استقامت سے تکلیف برداشت کی، انتقال سے ایک روز پہلے اپنے ایک مرید خاص سے فرمایا "ہم کل صبح چار بجے چلیں گے" متوسلین اور عقیدت مندوں نے اسی روز سمجھ لیا تھا اور بے قرار ہو گئے تھے، چنانچہ چار بجکر ۵ منٹ پر آپ کا طائرِ روح قفسِ عنصری سے آزاد ہو گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

ترکِ لذات و ترکِ دنیا

انسانی کمال کا روشن ترین پہلو یہ ہے کہ انسان تمام لذاتِ دنیاوی پر قادر ہو لیکن عشقِ خداوندی اس قدر غالب ہو کہ ان کو بالکل ترک کر دے، حاجی صاحبؒ کو کوئی شے مرغوبِ طبع نہ تھی، استغنا اور دنیاوی مال و منال سے بے پروائی، اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ جب لکھنؤ تشریف لے جانے لگے تو اپنے تمام کاغذات زمینداری سورہی تالاب میں

ڈال کر تلف کر دیئے، زیور اور نقد خدا کی راہ میں بانٹ دیا اور ہاتھ جھاڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر زندگی بھر کبھی کچھ جمع نہ کیا۔ نہ شادی کی، تجرد کی زندگی بسر کی، دنیا ایک خارزار مصائب ہے، قدم قدم پر ٹھوکریں اور آزمائشیں ہیں، لیکن وہ شہسوار راہ سلوک بے تکلف گامزن رہا اور دارِ دگرگوں کی تمام نعمتوں، لذتوں اور مسرتوں سے بے پروا رہا۔ نہ نفیس کھانوں کی لذت اسے دنیا کی طرف متوجہ کر سکی اور نہ بھڑکیلے لباس نے اسے لمحہ بھر کے لیے دنیا کی طرف مائل کیا جس رغبت سے اس نے مرغن اور لذیذ کھانا کھایا۔ اسی شوق سے چنے کی دال اور موٹی روٹی تناول فرمائی، بڑے بڑے رئیس و امیر آپ کے مرید تھے اور اپنی عقیدت کے تقاضے سے بیش قیمت تحائف آپ کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ لیکن حاجی صاحبؒ کبھی روپیہ پیسہ اشرفی کو ہاتھ نہ لگاتے اور وہیں بیٹھے بیٹھے فقرا میں بانٹ دیتے۔ ایک روز راجہ دوست محمد صاحب تعلقہ دار تھہوہ نے ایک نہایت بیش قیمت بنارسی اطلس کی رضائی آپ کو پیش کی۔ آپ نے نہایت خوشی سے اوڑھ لی، دوسرے روز ایک غریب جلاہا چھینٹ کی رضائی لایا۔ حاجی صاحبؒ نے چھینٹ کی رضائی خود اوڑھ لی اور اطلس کی رضائی جلاہے کو دے دی۔ اس وقت آپ بار بار فرماتے تھے، کہ یہ چھینٹ کی رضائی اس سے زیادہ خوب صورت اور آرام دہ ہے، عقیدت اور محبت کی قدردانی اس سے بڑھ کر اور کیا ہے اگر ایک کپڑا پاس ہوتا اور دوسرا بھی آ جاتا تو جب تک ایک کپڑا کسی کو دے نہ دیتے چین نہ پڑتا۔

عفو و کرم

اولیائے کرام کے اخلاق حسنہ کے تمام موتیوں کی آب و تاب کو بیان کرنا ناممکن ہے، عفو و کرم کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی سے کوئی قصور سرزد ہو جاتا تو اسے نہ صرف معاف فرما دیتے بلکہ انعام سے مالا مال کرتے۔ ایک مرتبہ بیگم صاحبہ

ردولی شریف نے ایک خوب صورت رضائی بھیجی، ایک عورت لاجی نے موقع پاکر چرالی۔ تلاش کرنے پر کھوج مل گیا۔ ملازم درگاہ اس کے گھر گئے، دیکھا کہ راجی رضائی اوڑھے ہوئے ہے، انھوں نے دھر لیا اور گھسیٹ کر آپ کی خدمت میں لائے، آپ نے سارا واقعہ سن کر اس کو رضائی اور اپنا لحاف جو اوڑھتے عطا فرما دیا اور دس روپے نقد دیے اور حکم دیا کہ ہمیشہ ایک لحاف اور رضائی اسے دی جایا کرے۔ سردی کا موسم تھا خود تہ بند باندھے بیٹھے رہے، ایک مرتبہ آگرہ کا سفر درپیش ہوا، عدم موجودگی میں ایک سپاہی دین علی نے چوری کرنی چاہی، لیکن وہاں بجز قرآن شریف کے چند نسخوں کے اور کچھ نہ پایا وہی لے کر چل دیا، لیکن خدا کی قدرت سے رستہ سجھائی نہ دیا، آخر پکڑا گیا، جب آپ تشریف لائے تو ماجرا عرض کیا گیا، آپ بہت ہنسے اور جس قدر مال و اسباب کمرے میں تھا اسے دے دیا۔ اس کے بعد آپ ایک مٹی کا برتن بھی اپنے پاس نہ رکھتے تھے

عام حالات

حاجی صاحبؒ بے حد حسین تھے اور بڑھاپے میں حسن کے ساتھ تقدس قیامت خیز سماں پیدا کرتا تھا۔ سنت نبویؐ پر علی الدوام عمل ہر وقت اور ہر حالت میں طریقہ رسالت پناہی کا خیال رکھا، جس کام کو شروع کیا آخر دم تک نباہا، مثلاً دائیں کروٹ آرام فرماتے تھے، تا وفات دوسری کروٹ نہ بدلی، ہر وقت لیٹے بیٹھے داہنے ہاتھ کی انگلیوں کی پوروں پر انگوٹھا رہتا تھا، نگاہیں نیچی کیے بیٹھے رہتے تھے کبھی نیم باز آنکھوں سے کسی کی طرف دیکھ لیتے تھے، جسے دیکھنے والے کچھ اب محسوس کرتے تھے ؎

میران نیم باز آنکھوں میں !
ساری مستی شراب کی سی ہے۔

وضو بہت تھوڑے پانی سے کرتے تھے، خدا کے حضور میں انکساری و عاجزی کے عجیب انداز سے کھڑے ہوتے تھے، عالم ضعیفی میں بھی اس وضع کو نہ چھوڑا۔ جب عمر کے تقاضے سے ضعف زیادہ ہوگیا تو خدام کو کہہ دیا کہ آپ سجدے سے سر اٹھائیں تو بغلوں میں ہاتھ دے کر کھڑا کردیں، اگر کوئی خادم بیٹھ کر نماز پڑھنے کیلئے کہتا تو آپ خفا ہو جاتے، نماز عموماً خلوت میں پڑھتے تھے، اسی لئے بعض کوتاہ اندیش آپ کو تارک نماز ہونے کا الزام دیتے تھے۔

طرز کلام گفتگو آہستہ اور جلد جلد کرتے تھے، زبان میں شیرینی اس قدر تھی کہ سامعین سیر نہ ہوتے تھے، تاثیر قربان ہو ہو جاتی تھی جس قسم کا کوئی آدمی ہوتا تھا اس سے اس کی حسب عقل گفتگو کرتے تھے، مثلاً حکام کو رشوت خوری سے منع فرماتے، علماء سے علم کی، مسلمانوں سے اسلام کی اور ہندوؤں سے ان کے مذہب کی گفتگو کرتے بعض اوقات کوئی پنڈت آپ کے پاس آتا تو بید بادت کے اشعار پڑھتے اور ایسی شرح فرماتے کہ وہ بے اختیار قدموں پر گر پڑتا۔

اکل و شرب غذا بہت تھوڑی کھاتے، ۱۴ برس تک ہفتہ میں صرف ایکبار کھانا کھاتے رہے، پھر تیسرے روز کھانے لگے اور جب نقاہت زیادہ ہوگئی تو آپ کچھ نہ کچھ روز کھا لیتے تھے، ۵۰ برس کی عمر تک گوشت انڈا، مچھلی شاذ و نادر ہی تناول فرمائی، ہاں ثرید بہت رغبت سے کھاتے تھے۔

اب حاجی صاحبؒ کے کچھ ملفوظات و کمالات ملاحظہ فرمایئے :۔

ایک روز آپ نے فرمایا جس عورت کا خاوند موجود ہو اور اس کے پاس رہتا ہو اسے کھانے پینے اور ضروریات کی فراہمی کی پروا نہیں ہوتی، خاوند خود بخود اس کا انتظام

کرتا ہے پھر جب خدا اُقْرَبُ اِلَیْکُمْ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ہے تو انسان اپنی روزی کے متعلق کیوں پریشان ہوتا ہے۔

جب آپ پہلی مرتبہ حج بیت اللہ کو جا رہے تھے تو متوکلاً علی اللہ سفر کر رہے تھے پاس کچھ بھی نہ تھا، اپنی ضروریات کا کسی سے ذکر نہ کرتے تھے اور کئی روز سے فاقہ تھا اتفاق یہ کہ جہاز بیچ سمندر میں کھڑا ہو گیا، جہاز کے کپتان کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگ بھوکے ہیں اور تم سیر ہو کر کھاتے ہو، یہ اس کا وبال ہے، اس نے دوسرے روز سب کی دعوت کی لیکن حاجی صاحب نہ گئے اور ایک گوشہ میں بیٹھے اللہ اللہ کرتے رہے، دوسری رات پھر وہی تنبیہ ہوئی، پھر اس نے سب کی دعوت کی، حسبِ سابق پھر بھی آپ شامل نہ ہوئے، تیسری بار پھر سرزنش ہوئی، اس بار اس نے رجسٹر سے سب مہمانوں کی حاضری لی تو معلوم ہوا کہ ایک مسافر دعوت میں شامل نہ ہوا، وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پُرتکلف ماکولات پیش کیے، اس کے بعد قدرتِ خداوندی سے جہاز چل کھڑا ہوا۔"

خلیفۂ ربانی

خواجہ سیّد آدم بنوری

رحمۃ اللہ علیہ

حضرت کا نام سیّد آدم تھا، بنور کے رہنے والے تھے، جو سرہند کے ضلع میں ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام حسینؓ تک پہنچتا ہے۔ مادر زاد ولی تھے، آپ کا وجود پاک حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عطیہ تھا، حضرت خواجہ سیّد آدم بنوری کے والد بزرگوار نے ایک شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، کہ کوئی چیز حضور نے سینہ مبارک سے نکال کر مجھے دی ہے جس کو میں نے بطیب خاطر لے لیا ہے پھر آپؐ نے میرے سینہ پر ہاتھ پھیرا" اس رؤیا کے بعد ہی اسی شب میں آپ کی والدہ شریفہ حاملہ ہوئیں۔ اور پورے نو مہینے گزرنے کے بعد حضرت سیّد آدم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عالمِ وجود میں تشریف لائے۔

بچپن ہی سے نورِ ولایت کی دمک حضرتؒ کی لوحِ جبیں پر تھی جس کو دیکھ کر صاحبِ نظر صلحاء آپ کی عزت کرتے اور سعادت مندی و فیض رسانی کی پیشین گوئی فرماتے تھے۔

مردِ ربانی کی پیشانی کا نور　　کب چھپا رہتا ہے پیشِ ذی شعور

جب آپؒ کی عمر بلوغ کو پہنچی تو کسبِ معاش کی خاطر سپہ گری کی نوکری کی، لیکن جب رسولؐ کی کشش نے ملازمتِ غیر سے سبکدوش کر دیا اور سلوک و تصوف کی تعلیم و تربیت کے لئے بہلول پور میں عارف باللہ حضرت حاجی خضر قدس سرہٗ (متوفی ۱۰۵۲ھ) کے دامنِ فیض سے وابستہ ہوئے۔ جو سلسلہ قادریہ چشتیہ میں حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی علیہ الرحمۃ سے مستفیض تھے، حضرت عبدالاحد قادریہ و چشتیہ میں حضرت شاہ رکن الدین گنگوہیؒ کے خلیفہ تھے، حضرت حاجی صاحبؒ نے حسبِ استعداد تعلیم و تربیت کے بعد امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ تربیت میں شامل کر دیا۔ جہاں حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ نے اپنے فیضِ صحبت اور کمالِ توجہ سے تھوڑے ہی عرصہ میں کامل و مکمل ولی اور خداشناس بنا کر سلاسل قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ، صابریہ، شطاریہ، مداریہ، سہروردیہ، کی اجازت مرحمت فرما کر قطب الاقطاب کے درجۂ عالیہ پر فائز فرمایا۔

حضرت خواجہ خلیفۂ ربانی قدس سرہٗ کو خانوادۂ قادریہ کا خرقۂ خلافت تین باکمال مقطب الارشاد بزرگوں سے حاصل ہوا۔ اولاً حضرت امام ربانی قدس سرہٗ سے کہ جن کی توجہ کی بدولت تمام مراتب سلوک آپؒ نے طے کئے۔ اور حضرت حاجی خواجہ خضر قدس سرہٗ سے جو آپ کے مشہور ہوں اور حضرت امام ربانیؒ کے والد بزرگوار شیخ عبدالاحد سرہندیؒ کے خلیفہ اور مرید تھے، ثالثاً حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری سے (متوفی ۱۰۴۰ھ) جو پنجاب کے مشہور و معروف قادری بزرگ اور شیخ الارشاد تھے۔

حضرت خلیفۂ ربانیؒ کو ان دیگر مذکورہ بالا اولیا سے بھی خلافت و اجازت حاصل تھی، لیکن جو نسبت حضرت امام ربانیؒ کے سلاسل قادریہ، نقشبندیہ و چشتیہ سے تھی

وہ کسی اور سے نہیں تھی، اسی نسبت کا غلبہ اور اسی فیضان کا تموج تھا کہ حضرت خلیفۂ ربانی سے قادری نقشبندی میخانوں کی اتنی چہل پہل ہوئی کہ سینکڑوں بادہ خواروں نے عرفان کے میکدے کھول دیئے، جن کی مے توحید سے عرب وعجم سیراب ہوئے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے اسلاف واخلاف اسی میکدہ کے مئے خوار تھے خود شاہ صاحبؒ کا میخانہ آپ ہی کے فیضِ کرم سے جاری تھا۔

حضرت خلیفۂ ربانی قدس سرہٗ کو ظاہری علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل کے لئے کسی استاد کی شاگردی اور کسی درگاہ کی حاضری کی ضرورت پیش نہیں آئی اس میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری سنت ادا کی، جملہ علوم ظاہری وباطنی محض فضلِ الٰہی کر خود بخود منکشف ہو گئے، ایک شب کا واقعہ ہے کہ ندائے غیب بلند ہوئی "شیخ آدم! قرآنِ پاک کیوں نہیں سیکھتا؟" خلیفۂ ربانی نے عرض کیا "الٰہ العالمین! تو قادرِ مطلق ہے مجھے تعلیم فرما" یہ عرض کرنا تھا کہ غیب سے ایک نورانی ہاتھ ظاہر ہوا، جس نے سینۂ بابرکت کو مس کیا، مس کرتے ہی پورا قرآن شریف حافظہ میں آگیا اور آپ اسی وقت حافظ قرآن ہو گئے۔ پھر سارے علوم رسمیہ وغیرہ رسمیہ آپؒ پر منکشف ہو گئے، حضرت خلیفۂ ربانی کے تقدس واتباع شریعت سلام چرچا تھا اور ہر شخص بقدر استطاعت آپ سے علوم کا فیض حاصل کر رہا تھا، چنانچہ طلبار کی ایک کثیر جماعت ہمیشہ آپ کے گرد جمع رہتی، جن کی علمی تشنگی ہی آپ سیراب نہیں فرماتے تھے، بلکہ ان پر دنیوی داد ودہش کی بارشیں بھی ہوتی تھیں، چنانچہ حضرت مولانا شیخ بدرالدینؒ کا بیان ہے کہ مختلف علوم وفنون کے ایک ہزار طالب علم آپ کی خانقاہ میں رہتے تھے جن کو صبح وشام کھانا بھی آپ کے لنگرخانہ ہی سے تقسیم ہوتا تھا۔"

تذکرۂ آدمیہ میں مذکور ہے "حضرت خواجہ محمد صالح نقشبندیؒ کو جو اہلِ نسبت بزرگ تھے، ایک روز یہ خطرہ پیش آیا کہ "ہائے افسوس! ہم نے متقدمین اولیاء کرام کا زمانہ نہیں پایا، اب دیکھئے اس زمانہ کے مشائخ سے کیا فائدہ ہوتا ہے"؟ اسی شب کو خواب میں دیکھا کہ مختلف سلاسل، اور متعدد خانوادوں کے مشائخ اپنے مریدین و معتقدین کے ہمراہ آئے اور حضرت محمد صالحؒ سے مصافحہ کیا اور فرمایا "صالح! تم تو بڑے خوش نصیب ہو کہ جس سلسلے میں داخل ہوئے ہو، وہ سلسلہ متقدمین میں بھی بہت پسندیدہ ہے" حضرت محمد صالح بیدار ہوئے اور فوراً حضرت خلیفہ ربانیؒ کی خدمت میں آئے تو حضرتؒ نے دیکھتے ہی فرمایا "صالح! اب تو تمہاری تسلی ہو گئی؟

گنج تاریخ کی روایت ہے کہ "خواجہ سید آدم بنوری قدس سرہٗ کی ولایت و قطبیت کی وہ عام شہرت تھی کہ ہزاروں آدمی ہر وقت حاضر رہتے اور سینکڑوں حلقۂ ذکر میں شریک ہو کر یادِ الٰہی کرتے تھے، حضرت خلیفہ ربانی لاہور تشریف لائے تو ۲۰ ہزار افغان گرد و پیش تھے، سارا لاہور عقیدت مند تھا، اس عام گرویدگی، امراء کی نیاز مندی اور افاغنہ کی کفش برداری سے نواب سعد اللہ خاں وزیر شاہجہانی کو اپنے وقار و عظمت کی بابت خطرہ گزرا خدمتِ اقدس میں آ کر عرض کیا کہ "اگر آپ بجائے لاہور کے مدینہ طیبہ میں قیام کریں تو زیادہ مناسب ہو گا" اس معروضہ کو حضرت خلیفہ ربانیؒ نے بسر و چشم قبول کیا اور مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور باقی عمر کا حصہ مدینہ طیبہ ہی میں پورا کیا"۔

شیخ محمد شریف شاہ آبادی قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ مدینہ طیبہ کے قیام کے دوران میں عجیب عجیب حالات رونما ہوئے انہاں جملہ آپ کی پیشانی پر "اللہ" بخطِ نور چمکتا تھا جس کا عالم چرچا اہلِ مدینہ میں ہوا اور جب اس کی خبر حضرت خلیفہ ربانی کو ہوئی

تو چہرہ پر غیر معمولی تبدیلی پیدا ہوئی، آپ نے پیشانی پر انگلی رگڑ دی جس سے وہ نقش جاتا رہا۔

اس طرح کے نقش اولیاء کرام کی جبین پاک پر بار ہا ظاہر ہوئے ہیں حضرت خواجہ غریب نوازؒ اور حضرت محبوب الٰہیؒ کی بابت خاص طور سے مذکور ہے، کہ بعد وفات ان اکابر کی پیشانی پر بخط نوری "مات حبیب اللہ فی حب اللہ" ہویدا تھا۔ نکات الاسرار میں مذکور ہے کہ حضرت خلیفہ ربانی نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا :۔

"میرا مرید اسی کو کیجیے جو آپ کے ہاں مغفور ہو اور اگر کوئی اس درجہ میں ناقص ہو تو اس کا حشر بھی اولیاء کرام کے ساتھ کیجیے"۔ آپ کی دعا مقبول ہوئی اور تقریباً چالیس ہزار آدمی حلقۂ ارادت میں آکر ذاکر و متقی بنے، ان میں سے ستو نے ولایت کبریٰ کے مرتبہ پر فائز ہو کر ارشاد و تلقین کی مسند کو آراستہ کیا، جن کے فیوض کا سلسلہ تاحال جاری ہے اور آج بھی ان سے قادری و نقشبندی میخانوں کی گرم بازاری ہے۔

۱۳ر شوال ۱۰۵۳ھ میں حضرت خواجہ سید آدم بنوریؒ نے وفات پائی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے روضۂ مقدسہ کے متصل دفن ہوئے، حضرت شیخ بدرالدینؒ نے تاریخ وفات لکھی ہے :۔

اخص الخاص بود سید آدمؒ	چو در انگشتری باشد نگینہ
چہ تاریخ وفاتش گفت ہاتف	کہ با اصحاب داخل در مدینہ

حضرت خواجہ

شیخ احمد عبد الحق ردولوی

رحمتہ اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مخدوم احمد عبد الحق قدس سرہٗ کبار اولیاء اللہ اور اقطاب ہند میں سے ہیں۔ بہت نامی نام اسم گرامی دیار و امصار میں مشہور ہے، آپ سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ کے اولوالعزم صاحب تصرف و کرامت بزرگ گزرے ہیں۔ سلسلہ صابریہ چشتیہ کی تمام شاخیں اور خانوادے آپ تک پہنچتے ہیں۔ آپ اپنے وقت کے قطب الاقطاب تھے اور آپ کی خانقاہ مقدس اولیائے عصر کا مرجع تھی اور آج تک آپ کا آستانہ مرجع خلائق ہے۔

حضرت شیخ العالم کا سلسلۂ نسب

حضرت کا سلسلۂ نسب کئی واسطوں سے حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے، آپ کے دادا شیخ داؤد قدس سرہٗ نہایت عالی وقار اور باعظمت بزرگ تھے، چند در چند وجوہ کی بنا پر بلخ سے جو وطن مالوف تھا جدا ہو کر ہلاکو خاں کے ہنگامہ میں ہندوستان تشریف لائے سلطان علاء الدین خلجی کا عہد حکومت تھا، علاء الدین نے آپ کی نہایت عزت و

توقیر کی اور آپ کے اہل وعیال کے لئے صوبہ دار اودھ کے نام پروانہ لکھ کر معاش مقرر کر دی، حضرت شیخ داؤدؒ نے اودھ (یعنی اجودھیا) کے قریب قصبہ ردولی میں سکونت اختیار کی۔ شیخ داؤدؒ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ سے عقیدت رکھتے تھے اور انھیں سے تعلیم و تربیت بھی حاصل کی اور واصلان حق میں آپ کا شمار ہوا۔ مگر آپ نے بظاہر لباس فقر اختیار نہیں کیا۔ شیخ داؤدؒ کے ایک صاحبزادے تھے، جن کا اسم مبارک شیخ عمرؒ تھا اور آپ نہایت مقدس صورت، اور صلاح و تقویٰ سے آراستہ تھے۔ شیخ عمرؒ کے دو صاحبزادے تھے، ایک کا اسم گرامی شیخ تقی الدین تھا جو بڑے صاحب علم و فضل تھے اور ردولی سے آکر دہلی میں قیام اختیار کر لیا تھا۔ اور دوسرے صاحبزادے حضرت مخدوم العالم شیخ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ تھے جنکی ذات سے اکناف و اطراف عالم میں نور ہدایت و معرفت پھیلا اور سلسلہ چشتیہ صابریہ کو عروج ہوا۔

بچپن اور اوائل عمر کے حالات

حضرت شیخ العالم مخدوم احمد عبدالحقؒ کی عمر صرف سات سال کی تھی کہ اسی وقت سے آپ کے اندر عبادت و ریاضت کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ انوار العلوم میں قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت شیخ العالم کی عمر سات برس کی تھی تو اس زمانہ میں آپ اپنی والدہ کے ساتھ تہجد کے وقت بیدار ہو جاتے تھے، والدہ ماجدہ علیحدہ وضو کر کے تہجد میں مشغول ہوتیں اور آپ چپکے سے اٹھ کر کہ والدہ کو خبر نہ ہو، علیحدہ مکان کے ایک گوشہ میں تہجد کی نماز میں مشغول ہو جاتے تھے، مادر مہربان جب نماز سے فارغ ہوتیں اور بستر پر نہ پاتیں تو تلاش کرتیں اور آپ

گھر کے کسی حجرے میں ملتے تو آپ فرماتیں کہ احمد تمہارے اور دادا بھی شیخ وقت تھے لیکن تمہارے جیسے کم سن بچوں پر تو فرض نماز بھی فرض نہیں۔ تم نفل کے لیے اس قدر جدوجہد کیوں کرتے ہو۔ غرض کہ آپ کی والدہ تہجد کے وقت اٹھنے سے آپ کو برابر باز رکھنے کی کوشش فرماتیں۔ مگر آپ نہ مانتے، بالآخر ایک مرتبہ حضرت شیخ العالم پر محبت حق کا جوش اس قدر غالب آیا اور فرمایا کہ یہ ماں نہیں بلکہ رہزن ہے اپنا کام کرتی ہے مگر مجھ کو اللہ کے کام سے روکتی ہے، یہ کہہ کر گھر سے نکل پڑے اور بے قابو ہو کر خدا کی راہ میں سیاحت شروع کر دی۔

تعلیم کی کیفیت

منقول ہے کہ حضرت شیخ العالمؒ کے برادر بزرگ تقی الدین جو دہلی میں رہتے تھے حضرت شیخ العالمؒ اُن کے پاس چلے گئے اور چاہا کہ علم الٰہی و معرفت خداوندی حاصل کریں، جب آپ شیخ تقی الدین کے پاس پڑھنے کے لئے جاتے اور وہ کسی علم ظاہری کی تعلیم دیتے تو آپ نہ پڑھتے اور فرماتے مجھ کو باری تعالیٰ کی معرفت کا علم سکھاؤ۔ جب حضرت شیخ العالم پر حضرت شیخ تقی الدین کا قابو نہ چلا تو جمعہ کے دن شیخ العالمؒ کا ہاتھ پکڑ کر شہر دہلی کے تمام استادوں کے پاس لے گئے اور کہا یہ لڑکا مجھ کو بہت پریشان کرتا ہے، کہتا ہے مجھ کو پڑھاؤ اور جب میں پڑھاتا ہوں تو نہیں پڑھتا آپ لوگ بھی اس سے کہئے اور پڑھائیے، شاید آپ ہی لوگوں کا کہنا سُنے، چنانچہ اساتذہ دہلی نے آپ کے سامنے میزان رکھی اور سبق پڑھانا شروع کیا جب ضَرَبَ ضَرَبَا کی گردان تک پہنچے اور اس کے معنی بتلائیے تو حضرت شیخ العالم نے فرمایا کہ خدا کی راہ میں مارنا اور مارا جانا تو خاص و عام کے لئے راز کا راستہ ہے، انتقام کے لئے نہیں ہے۔ مجھ کو اس علم کی ضرورت نہیں ہے، مجھ کو ایسا

علم سکھاؤ جس سے خدائے تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو، ایسے علم کے سوا میں دوسرا علم نہیں پسند کرتا۔ اساتذہ نے یہ رنگ دیکھا تو شیخ تقی الدینؒ سے کہا کہ بابا اس بچہ کے خیال میں نہ پڑو۔ یہ اللہ سے تلمذ حاصل کر چکا ہے، اس کے بعد حضرت شیخ العالمؒ نے نہایت ادب سے کھڑے ہو کر دست بستہ عرض کیا کہ حضرات اساتذہ! میری ایک گذارش ہے اجازت ہو تو عرض کروں۔ انھوں نے اجازت دی اور نہایت شفقت سے کہا کہ صاحبزادے جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہو، اجازت ملنے پر شیخ العالمؒ نے نہایت ذوق و شوق اور جذب و ولولہ کے ساتھ یہ شر انگیز شعر پڑھا ؎

مخدوما عمر بخواندن میزان گذشت

عذر مگر روز حشر چہ خواہی کرد

یہ شعر سن کر سب پر ایک بے خودی طاری ہو گئی اور سب زار زار رونے لگے اور حضرت شیخ العالمؒ سے معذرت کی۔ اس کے بعد حضرت شیخ العالمؒ وہاں سے نکل کر اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔

بیعت و خلافت

دہلی سے نکل کر حضرت شیخ العالمؒ پیر کی تلاش میں سرگرداں رہے بالآخر آپ کا گزر پانی پت میں ہوا۔ وہاں آپ نے شیخ المشائخ قطب الاولیاء مخدوم شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء کے آستانہ پر حاضری دی اور قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ حضرت مخدوم شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء قدس سرہٗ نے حضرت صمدیت کے حکم اور حضرت احدیت کے اشارے سے حضرت شیخ العالمؒ کو شرف پذیرائی بخشا اور اپنے فرق مبارک سے کلاہ مقدس اتار کر شیخ العالم کے سر پر رکھ دی۔ اور فرمایا کہ یہ سب کچھ خدا کے حکم سے ہوا ہے اور بے حد لطف و کرم فرمایا۔

اس کے بعد حضرت مخدوم کبیرالاولیاءؒ کے بعض مریدوں نے شیخ العالمؒ کی دعوت کی اور اس میں سیخ کے کباب اور بعض ممنوعہ چیزیں بھی لائے۔ ان ممنوعہ چیزوں پر حضرت شیخ العالمؒ کی نظر پڑی تو ان کے کھانے سے آپ نے برأت ظاہر فرمائی اور دل میں کہا کہ یہ کیسا شیخ ہے، پھر اسی وقت شیخ المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ٹوپی واپس کر کے وہاں سے چل دئے۔ شہر سے نکل کر چلتے چلتے ایک جنگل میں پہنچے، اس جنگل کو نکلنے کا کوئی راستہ نہ ملا۔ ایک درخت ملا اس پر چڑھ گئے۔ اس پر چڑھنے کے بعد دور سے دو آدمی آتے دکھائی دئے۔ ان کو دیکھ کر حضرت شیخ العالمؒ درخت سے اتر آئے اور ان کی طرف چلے، وہ آپ ہی کی طرف آ رہے تھے، ان کے قریب پہنچے، تو آپ نے پوچھا راستہ کس طرف ہے انھوں نے کہا کہ راستہ تو شیخ المشائخ شیخ جلال الحق والدین کے آستانہ پر گم کر دیا ہے حضرت شیخ العالمؒ نے پوچھا، کیا یہ واقعہ ہے، انھوں نے جواب دیا کہ ہاں اسی طرح تین دفعہ آپ نے پوچھا اور انھوں نے وہی جواب دیا۔ پھر وہ دونوں غائب ہو گئے۔

اس واقعہ سے حضرت شیخ العالمؒ کو یقین ہو گیا کہ یہ دونوں خدا کے فرستادہ تھے اور اپنے آپ سے خطاب کیا کہ احمد تمہارا مقصود اور تمہاری غایت شیخ المشائخ شیخ جلال الدین کے سوا اور کہیں نہیں ہے۔ اس یقین کے ساتھ ہی جس چیز سے اعراض کیا تھا اس سے توبہ کی اور خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ سے معافی مانگی اور بسرعت تمام حضرت مخدوم کبیرالاولیاءؒ کے آستانہ کی طرف روانہ ہوئے، حضرت شیخ المشائخ بھی انتظار فرما رہے تھے آپ پہنچتے ہی مرشد کے قدموں پر گر پڑے، حضرت شیخ المشائخ نے انتہائی تعظیم و تکریم کی اور خاص لطف و شفقت کے ساتھ گود میں لے لیا اور ظاہری لطف اور باطنی نظر سے فرمایا۔ عبدالحق آج تم میرے مہمان ہو۔ حضرت شیخ العالمؒ نے انتہائی عقیدت

محبت سے مخدومؒ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔

حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاءؒ نے خادم کو حکم دیا کہ کھانے کی جتنی قسمیں بھی ہوں مہیا کرو۔ نیز وہ تمام ممنوعہ اشیاء جو بطور غذا استعمال کی جاتی ہوں، لاؤ چنانچہ جب کھانا آیا تو شیخ المشائخؒ نے حضرت شیخ العالمؒ کو سامنے بٹھایا۔ بعض یاران طریقت اور محرمانِ خاص بھی حاضر ہوئے، شیخ المشائخؒ نے خادم کو اشارہ کیا، جو مہیا کیا ہو لاؤ، چنانچہ سب کھانے دسترخوان پر چنے گئے۔ ان میں ممنوعہ کھانے بھی تھے، حضرت شیخ المشائخؒ نے مقصود، شہود اور مشہود کے مطلع سے خدا کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اور وحدت اللہ کی طرف بشارت دیتے ہوئے فرمایا، عبدالحق جس برتن کو حضرت احدیت سے جدا جانتے ہو اور اس سے دور سمجھتے ہو، اس کو ہاتھ نہ لگاؤ اور اس سے اعراض کرو، اس اشارہ کے ساتھ ہی شیخ العالمؒ کی نظر وحدت حق کے جمال پر پڑی (ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنھار کے تصور نے عبرت زدہ اور خوف زدہ کر دیا اور اللہ نور السموات والارض۔ کی فوجوں نے حضرت شیخ العالمؒ کے دل پر تاخت کی، آپ ہوش سے بیخود ہو کر حیرت کے عالم میں پہنچ گئے اور زار و قطار رونے لگے اور آنکھوں سے خون کے چشمے پھوٹ نکلے اس حالت میں کچھ دنوں تک پیر دستگیر کی خانقاہ میں بیٹھ کر آنسو بہاتے رہے سب کو متحیر ہو کر دیکھتے تھے اور خدا کے علاوہ تمام چیزوں سے بیزار ہو گئے۔ اس کے بعد شیخ المشائخؒ نے آپ کے پاس آکر عنایت لطف و شفقت سے فرمایا کہ عبدالحق ہوش میں آؤ اور کچھ پسند کرو۔ مگر شیخ العالمؒ کمال درد اور آتش دروں کی سوزش سے بے چین تھے اور کوئی چیز پسند نہ فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ میں کیا

کھاتا ہوں، کس چیز کو کھاتا ہوں، اب کیا کھاؤں، کدھر متوجہ ہوں، کس سے احتراز کروں اور پاک وناپاک میں کس طرح امتیاز کروں بالآخر شیخ المشائخ کے زیادہ اصرار کے بعد عرض کیا کہ اگر ساٹھین کی روٹی ملے تو یہ غلام کھائے، پیر دستگیر نے اسی وقت آدمی بھیج کر سامان منگوایا اور اس کے چاولوں کی روٹیاں پکوا کر حضرت شیخ العالمؒ کے سامنے لائے تو آپ نے فرمایا یہ تو ساٹھین کے چاولوں کی روٹیاں ہیں خالص ساٹھین کی نہیں، غرض کسی نہ کسی طرح شیخ المشائخ نے روٹیاں کھلائیں اور فرمایا عبدالحق تمہارا حصہ پاک ہے اندر پاک کو پاک ہی پہچانتا ہے اور پاک کو ناپاک چیزوں سے پاک رکھتا ہے تم پاکی کے ساتھ حضرت پاک کی طرف متوجہ اور متوکل رہو اور تم اپنے کو اور اپنے کام کے حال کو ناپاک سے پاک رکھو کہ پاک کے علاوہ کوئی چیز نظر نہ آئے۔ اس وقت تم کو معلوم ہوگا اور دیکھ لو گے کہ دونوں جہان میں ذات پاک کے سوا کچھ نہیں ہے اور نہ کبھی کچھ اور ہو سکتا ہے اس کے بعد حضرت شیخ العالمؒ کو دلی تسکین اور باطنی اطمینان حاصل ہوا۔

حضرت کے متفرق حالات

پیرو مرشد کی خدمت سے رخصت ہو کر حضرت شیخ العالمؒ دیار و امصار میں پھرتے تھے بہت سے فقرا اور اہل اللہ سے ملاقاتیں ہوئیں، آپ برابر ریاضت و مجاہدات میں مصروف رہے اور برسوں جنگلوں، ویرانوں اور قبرستانوں میں زندگی بسر کی۔ بالآخر ایک قبر کھودی اور اس کے اندر رہنے لگے۔ چھ ماہ تک قبر کے اندر مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول رہے اس کے بعد تجلی خاص اور نور جمال حضرت اقدس نے ظہور فرمایا اور آپ اپنے وطن مالوف ردولی شریف میں واپس تشریف لائے اور خلق اللہ کی

ہدایت میں مصروف ہوئے اور لوگوں کو معرفت الٰہی کا راستہ بتانے لگے

آپ پر محویت واستغراق کا یہ عالم تھا کہ بہت کم عالم سکر واستغراق سے عالم صحو کی طرف آتے تھے اور آپ صاحب جمال وصاحب جلال دونوں تھے۔ محویت اور استغراق کا یہ عالم تھا کہ نماز کے لیے جاتے تو خدام حضرت کے آگے آگے حق، حق کی صدا بلند کرتے تھے، آپ اسی آواز کے سہارے راستہ قطع کرتے تھے، اگر آواز بلند ہو جاتی تھی تو آپ متحیر ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے اور نہیں معلوم کر سکتے تھے کہ کہاں تشریف لے جائیں، مگر اسی سکر و محویت کے باوجود نماز کے لئے ہمیشہ مسجد میں تشریف لے جاتے تھے، اکثر ایسا ہوتا کہ اعزاز میں سے کوئی حاضر خدمت ہوتا تو آپ محویت میں ہوتے، خدام حق حق کی صدا سے آپ کو ہوشیار کرتے اور عرض کرتے کہ فلاں عزیز حاضر ہوئے ہیں، آپ دریافت فرماتے کہ فلاں کون؟ عرض کیا جاتا کہ فلاں بن فلاں اور بن فلاں، جب کئی واسطوں کا ذکر کیا جاتا تو آپ پہچانتے۔

حضرت شیخ العالم بڑی مشکل سے مرید فرماتے تھے اور جب تک خدمت شاقہ و ریاضت و مجاہدہ کی کسوٹی اور ارادت و عقیدت تامہ کے معیار پر اچھی طرح نہ کس لیتے مرید نہ کرتے تھے۔ لیکن جب مرید ہونے والا کسوٹی پر پورا اترتا تھا تو ایک ہی نظر میں رب السموات والارض کے نور جمال کا مشاہدہ کرا دیتے تھے اور ایک ہی توجہ میں تمام مراحل سلوک طے کرا کر واصل بحق فرما دیتے تھے۔

آپ کا توشہ حل مشکلات و قضا و حاجات کے لئے تیر بہدف ہے، یہ ایک نذر ہے جو بہ حسن عقیدت حضرت مخدوم الکل کے دربار میں گزاری جاتی ہے، اگر مزار اقدس کے سامنے پیش کیا جائے تو بہتر ہے، ورنہ حضرت سجادہ کی خدمت میں حاضر

کرنا چاہئے۔

مراۃ الاسرار میں ہے کہ سلسلہ چشتیہ میں حضرت خواجہ ابو محمد چشتی اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے بعد دائرہ وجود مطلق اور نقطہ حقیقت ذات حق کے مشاہدے سے جو استغراق و تحیر حضرت مخدوم شیخ احمد عبد الحق کو حاصل تھا اس سے زیادہ کسی ولی کو میسر نہ ہوا، اس سے حضرت شیخ العالم کے مرتبہ بلند کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

حضرت شیخ العالم کا وصال ۱۵ جمادی الثانی ۸۳۷ھ

حضرت کی وفات

کو ہوا، آپ کا مزار اقدس قصبہ ردولی شریف میں آج تک مرجع خلائق ہے ہر سال ۱۳ جمادی الثانی سے ۱۵ جمادی الثانی تک عرس مبارک بڑی شان سے ہوتا ہے۔ محفل سماع جیسی یہاں ہوتی ہے کہیں نہیں ہوتی ۱۳ تاریخ کو قوالی مسجد میں ہوتی ہے ۱۴ اور ۱۵ کو خانقاہ شریف میں اور ۱۵ کو تبرکات کی زیارت کرائی جاتی ہے یعنی خرقہ شریف اور عصا مبارک نمایاں کئے جاتے ہیں ہزارہا زائرین دور دور سے ان تبرکات کی زیارت کے لیے جمع ہوتے ہیں اور جس وقت خرقہ پہن کر سجادہ نشین صاحب چار چھ آدمیوں کے کاندھوں پر لیٹ کر نکلتے ہیں تو لوگ پروانہ وار ٹوٹ پڑتے ہیں اور خرقہ شریف کو چھو کر برکت حاصل کرتے ہیں اور جو لوگ دور ہوتے ہیں وہ کپڑا پھینک کر مس کرتے ہیں بعض لوگ اینٹ پتھ باندھ کر کپڑا پھینکتے ہیں کہ وہ وہاں تک پہنچ جائے، غرضکہ حضرت شیخ العالم کا فیض آج تک جاری ہے۔

سلطان العارفین

حضرت ابوسعید ابوالخیر

رحمۃ اللہ علیہ

اسم گرامی عبداللہ، کنیت ابوسعید، اور لقب سلطان العارفین ہے، آپ کے والد حضرت ابوالخیر قریۂ مہنہ علاقہ نیشاپور کے باعظمت خطیب اور مفتی اعظم تھے

ابتدائی حالات

حضرت ابوسعیدؒ یکم شعبان ۳۵۷ھ مطابق ۶ دسمبر ۹۶۷ء کو صبح صادق کے وقت قریۂ مہنہ میں پیدا ہوئے، ۳۶۶ھ میں آپ کو نیشاپور بھیج دیا گیا، وہاں آپ نے حضرت شیخ ابوالمعار اصمعیؒ سے تعلیم حاصل کی۔ حضرت شیخ اس زمانے کے مایۂ ناز ادیب وخطیب اور سب سے بڑے محدث اور مفسر تھے، استادِ محترم نے انتہائی محبت کے ساتھ پڑھایا اور چند روز میں فاضل اجل بنا دیا۔

اخلاق وعادات

حضرت ابوسعیدؒ بے انتہا انکسار پسند اور خلیق تھے ان کو ظاہری شان وشوکت سے نفرت تھی، ان کے مزاج میں نخوت اور غرور کا نام ونشان تک نہیں تھا، حق سبحانہٗ تعالیٰ نے انکو ایثار پسندی کا جذبہ بھی فیاضی سے عطا فرمایا تھا، کبھی کوئی سائل ان کے پاس سے

محروم نہیں جاتا تھا۔ ان کے دماغی اوصاف غیر معمولی اور ان کی قوت تخلیہ اعلیٰ درجہ کی تھی، وہ نہایت ذہین اور بنر فہم تھے، ان کی تقریر نہایت سنجیدہ اور کثیر المعانی ہوتی تھی، حضرت شیخ عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں :۔

خواجہ ابو سعیدؒ قدرتی طور پر نہایت ذہین، نیک طینت، سلیم الطبع اور تیز طبع تھے، ان کی زندگی علوم و معارف کا ایک بے پناہ سمندر تھی۔

ذوق عبادت

حضرت ابو سعیدؒ کو شروع ہی سے عبادت و ریاضت سے دل چسپی تھی، ان کا یہ معمول تھا کہ طلوع آفتاب سے چار گھنٹے پہلے بستر سے اٹھتے اور حوائج ضروری سے فارغ ہو کر غسل کرتے، اس کے بعد نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ نماز تہجد ادا کرتے، پھر ذکر و فکر میں مشغول ہو جاتے ان کا ذوق عبادت آخر تک قائم رہا اور کبھی ان کے معمولات میں فرق نہیں آیا۔

اپنے مرید ہونے کے متعلق خود ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"میں ایک دن شہر سرخس کے دروازے میں داخل ہوا۔ تو وہاں ایک شکستہ چبوترے پر ایک مجذوب فقیر اپنی پوستین میں پیوند لگا رہے تھے، میں دیر تک ان کے پاس کھڑا رہا جب پوستین سینے سے انھوں نے فرصت پائی تو فرمایا:۔

"ابو سعیدؒ! میں نے تمہارے لباس کو درست کر دیا" اس کے بعد وہ مجھے اپنے ساتھ حضرت شاہ ابو الفضلؒ کی خانقاہ میں لے گئے، اور حضرت شیخ محترم کو آواز دے کر بلایا اور کہا " اس نوجوان کو سنبھالئے، جب تک آپ کی زندگی ہے یہ آپ کی خدمت میں حاضر رہے گا۔"

حضرت شیخؒ نے مجھے سامنے بٹھا کر توجہ دی اور میرے قلب کو غور سے

دیکھا، توجہ حاصل کرتے ہی مجھ پر ایک عالم وجد طاری ہو گیا، خودی اور انانیت کے جذبات مٹ گئے اور مجھے اپنے قلب میں ایک عجیب کیفیت محسوس ہوئی ایک ہفتہ کے بعد شیخ نے مجھے اپنا لباس مرحمت فرمایا۔ اور کہا:۔

"جاؤ، اپنے وطن میں جاؤ، اور اللہ کے بندوں کی خدمت کرو۔"

اس حکم کو سن کر میں اپنے وطن میں آ گیا، اب میری تقریر کا ایک ایک لفظ درد و اثر میں ڈوبا ہوا ہوتا تھا اور اکثر جلسے ایسے ہوتے تھے کہ سننے والوں کے دلوں میں تیر و نشتر کی طرح اتر جاتے تھے، حافظہ کی قوت کا یہ حال تھا کہ کسی بات کو غور سے سننا اور حفظ ہو جانا یہ دونوں چیزیں میرے واسطے ایک ہو گئی تھیں۔

تحریر و تقریر کا اثر

حضرت شیخ ابوالعباس آملی بیان فرماتے ہیں:۔

۳۹۷ھ میں، میں نے حضرت ابو سعید ابوالخیر سے ملاقات کا شرف حاصل کیا، اس زمانے میں شیخ محترم کا بیشتر وقت تصنیف و تالیف میں گزرتا تھا اور ہفتہ میں دو مرتبہ وہ تقریر فرمایا کرتے تھے، حق سبحانہٗ تعالیٰ نے تحریر و تقریر پر ان کو یکساں قدرت عطا فرمائی تھی: وہ بہترین خطیب تھے ان کی تقریر مبالغہ آمیز باتوں سے بالکل پاک ہوتی تھی۔ انداز بیان کی ندرت اور کلام کی شیرینی اس بلا کی تھی کہ سننے والے حیران ہو جاتے تھے، ان کی تقریروں اور رباعیوں سے متاثر ہو کر ہزاروں فاسق و فاجر اعلیٰ درجہ کے پرہیزگار بن گئے، ان کی چند رباعیاں یہ ہیں

شیما جانب بستاں گذر کن
بگو آں ازشِ شمشادِ ما را

بہ تشریف قدوم خود زمانے ‏ ‏ ‏ ‏ مشرف کن خراب آبادِ ما را

نسیم صبح کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں "اے نسیم صبح! تو باغ کی طرف جا اور ہمارے شمساد قد، نازو انداز رکھنے والے محبوب کو پیغام دے کہ کسی وقت اپنی تشریف آوری سے ہمارے ویران خانہ کو بھی مشرف کیجئے"۔

حضور آقائے نامدار سرورِ عالم ؐ کے مقدس گیسوؤں کا واسطہ دے کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے ہیں:۔

خداوندا بگردانی بلا را ‏ ‏ ‏ ‏ ازیں آفت نگہداری تو ما را

بحق آن دو گیسوئے محمدؐ ‏ ‏ ‏ ‏ زبون گردان زبردستانِ ما را

(پروردگار! حضور سرورِ عالم ؐ کے دو گیسوؤں کی برکت سے اس مصیبت کو ٹال دے، اور اس بلا سے ہم کو محفوظ رکھ اور ہم سے جو زبردست ہیں اور جو ظالم ہیں ان کو نیچا دکھا اور انھیں ذلیل و خوار کر دے)"

ہجر و فراق کی تکلیف سے بے چین ہو کر فرماتے ہیں:۔

در دیدہ بجائے خواب آب ست مرا ‏ ‏ ‏ ‏ زیرا کہ بدیدنت شتاب است مرا

گویند بخواب تا بخوابش بینی ‏ ‏ ‏ ‏ اے بیخبراں چہ جائے خواب ست مرا

(میری آنکھوں میں نیند کی بجائے آنسو ہیں، کیوں کہ مجھے تیرے دیکھنے کی جلدی ہے، لوگ کہتے ہیں کہ سو جا، تا کہ خواب ہی میں محبوب کو دیکھ لے، مگر آہ اے بے خبر دوستو! میرے سونے کا یہ کیا موقع ہے؟)

قول و فعل پر تنقید کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:۔

گفتار نکو دارم و کردارم نیست ‏ ‏ ‏ ‏ از گفت نکوئی و بے عمل عارم نیست

دشوار بود کردن و گفتن آساں   آسان بسیار ہیچ دشوارم نیست

"باتیں تو اچھی اچھی میرے پاس ہیں، مگر عمل نہیں ہے اور محض بے عمل باتوں پر مجھے شرم نہیں آتی۔ عمل کرنا مشکل ہے اور باتیں کرنی آسان ہیں، میرے پاس آسان تو بہت ہے یعنی باتیں، مگر دشوار یعنی عمل میرے پاس نہیں ہے"

ان رباعیات کے مطالعہ سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ حق تبارک وتعالیٰ نے حضرت شیخ ابوسعیدؒ کے کلام میں غیر معمولی درد وسوز عطا فرمایا ہے، ان اشعار میں اگرچہ رندانہ شوخی، شاعرانہ نزاکت اور حد سے بڑھی ہوئی جرأت نہیں ہے، تاہم عبرت ونصیحت کے سمندر موجزن ہیں۔

اشاعت اسلام

حضرت شیخ ابوسعیدؒ کو اشاعت اسلام سے بے پناہ عشق تھا، ۲۷۴ھ سے زندگی کے آخری لمحہ تک حضرت شیخؒ نے اشاعت اسلام کا فرض انجام دیا۔ آپ اکثر غیر مسلموں کے اجتماعات میں اسلام کے فضائل ومحاسن بیان فرمایا کرتے تھے، جب آپ کی تقریر شروع ہوتی تو سامعین پر سکوت طاری ہو جاتا، راستے بند ہو جاتے، راہ گیر آپ کی تقریر کو سنکر بے قرار اور مضطرب ہو جاتے، ایک مرتبہ آپ نے توحید الٰہی کی عظمت بیان کی تو چار سو یہودی اور دو عیسائی آغوش کفر سے نکل کر حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے آپ خود بھی بعض اوقات اپنی تقریر سے اتنا متاثر ہوتے کہ بے قرار ہو جاتے، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بیان فرماتے ہیں، کہ شیخ الاسلام حضرت شیخ ابوسعیدؒ کا اثر واقتدار صرف بغداد اور نیشاپور تک ہی محدود نہیں تھا، بلکہ ان کے معتقدین دنیا کے ہر گوشے میں پھیلے ہوئے تھے اور وہ ان کی ہدایات کے ماتحت تبلیغ اسلام کا فرض انجام دیتے تھے، بعض مورخین کا بیان

ہے کہ حضرت شیخ الاسلام شیخ ابو سعید کی مجاہدانہ سعی کوشش سے تقریباً بیس ہزار یہودی اور سولہ ہزار عیسائی اسلام میں داخل ہوئے۔

وصال ۱۲ ربیع الثانی [illegible]ھ کو حضرت ابو سعیدؒ کی طبیعت ناساز ہوئی۔ دس دن تک آپ شدید بخار میں مبتلا رہے اور آخر ۲۲ ربیع الثانی کو آپ نے وصال فرمایا۔ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ۔"

حضرت شیخ

علاءالدین بنگالی

رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ اور تبلیغی کارنامے

حضرت شیخ علاءالدین ارض بنگال کے نامور اور زبردست بزرگ ہیں اور ہندوستان کے ان مشاہیر اولیاء میں سے ہیں جنھوں نے ہدایت خلق اللہ، اصلاح مسلمین اور تبلیغ و تقویت اسلام میں گرانقدر خدمات انجام دیں، بنگال میں آج جو مسلمان نظر آرہے ہیں وہ حضرت جلال الدین تبریزی سہروردی، حضرت شیخ اخی سراج الدین بدایونی اور حضرت شیخ علاءالدین اور ان کے فرزندوں اور متوسلین کی مساعی گرامی کا ایک ثمرہ شیریں ہے۔ حضرت شیخ اخی سراج الدینؒ آپ کے مرشد گرامی ہیں اور حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء کے مشاہیر خلفاء میں سے ہیں، یہ اس وقت دربار نظامیہ میں حاضر و باریاب ہوئے جب کہ ان کے ابھی ریش مبارک بھی نہ نکلتی تھی، بالکل نوجوان تھے اور ایک لفظ نہ لکھ سکتے تھے اور نہ پڑھ سکتے تھے۔

انھیں دیکھتے ہی حضرت مولانا فخرالدین نے کسی حد تک افسوس کے ساتھ فرمایا تھا کہ کتنا نیک طبع، سلیم المزاج اور خوب صورت و خوشرو نوجوان ہے، مگر علوم سے بالکل

بے گانہ ہے اور زاہد بے علم مسخرہ شیطان ہوتا ہے، مگر حضرت سلطان المشائخ اُن پر بہت مہربان تھے اور اسی مہربانی کی بنا پر مولانا فخرالدین نے حضرتؒ سے عرض کی کہ اگر آپ اس نوجوان کو میرے سپرد کر دیں تو میں اسے تعلیم دوں، حضرت سلطان المشائخ نے خوش ہو کر فرمایا یہ تو بہت نیک کام ہے، میں تمہارے سپرد کرتا ہوں تم سے پڑھاؤ اور اس کی تربیت کرو، دونوں بزرگ سمجھتے تھے کہ انھیں عبادت کا شوق ہے اور اس چھوٹی سی عمر میں یادِ الٰہی میں بہت مصروف رہتے ہیں، اگر اچھی تربیت مل گئی اور جوہر علم سے بھی آراستہ ہو گئے تو یہ ذرہ بہت جلد آفتاب بن جائے گا اس لئے دونوں کو ان کی طرف خاص توجہ تھی، مولانا فخرالدین زرادیؒ انھیں اپنے ساتھ لے آئے اور تعلیم شروع کی، یہ مولانا کا تصرف روحانی اور حضرت سلطان المشائخ کی توجہ کا اثر تھا کہ انھوں نے ۶ ماہ کے اندر ہی اتنا علم حاصل کر لیا جتنا کوئی دوسرا ۶ برس میں بھی حاصل کر سکتا تھا۔ اس کے بعد یہ حضرت سلطان المشائخ کے مرید ہو کر مرتبۂ ولایت پر فائز ہوئے، خرقۂ خلافت پایا اور شیخ کی طرف سے تبلیغ اسلام کے لئے بنگال میں مامور ہوئے۔

علم و فضل اور دولت و ثروت

بنگال جاتے وقت انھوں نے حضرت سلطان المشائخؒ سے عرض کی کہ وہاں شیخ علاءالدینؒ موجود ہیں۔ جو علم و فضل میں اپنا ثانی نہیں رکھتے، بہت عقیل و حکیم ہیں، بہت بڑے دولت مند و ذی ثروت ہیں، بہت صاحب اثر اور ذی رسوخ ہیں، ان کے مقابلہ میں خطۂ بنگال میں میری کیا پوچھ ہوگی اور میری طرف کون راغب ہوگا، فرمایا پروا نہ کرو، وہ کچھ نہ کر سکیں گے اور خود تمہارے مرید ہو کر تمہارے دست و بازو بن جائیں گے۔

حضرت شیخ علاؤالدین کے متعلق بالکل صحت کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ آپ صحیح النسب ہاشمی تھے اور عرب کے ایک معزز ذی علم اور ذی رسوخ خاندان سے تعلق رکھتے تھے، ہر کس نہ آپ کی شرافت و نجابت اور عظمت خاندانی کا معترف تھا آپ کا سلسلۂ نسب حضرت خالد بن ولید سیف اللہ پر جا کر منتہی ہوتا ہے،

چونکہ آپ بنگال کے ایک دولت مند اور امیر خاندان کے چشم و چراغ تھے، ثروت حشمت کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا، بہت بڑے امیر و عالم تھے اور دربار میں بھی رسوخ حاصل تھا، اس لیے بہت مغرور ہو گئے تھے، کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے، کسی کو اپنی برابر نہ سمجھتے تھے اور خود گنج نبات کہلاتے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ خطابت کا یہ عالم تھا کہ جس مجمع میں بولنے کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے اور تقریر شروع کر دیتے تھے تو ایک سناٹا طاری ہو جاتا تھا، کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی کہ آپ کے سامنے زبان کھول سکے، ادب و انشاء میں بھی اپنا ثانی نہ رکھتے تھے، بحث و مناظرے میں کسی کی طاقت نہ تھی کہ مقابلہ پر آسکے، مغرور و تنبح خلق تھے، اس پر بھی زبان سے ایسے شیریں جملے نکلتے تھے، کہ گفتگو میں وہ عذوبت تھی کہ لوگ سنتے ہی مسحور ہو جاتے تھے حافظہ کے قوی ہونے کے سبب سے تمام علوم متحضر تھے، بحث و گفتگو میں بڑی بڑی مستند کتابوں کے حوالے صفحہ وار بے تکلف دیتے چلے جاتے تھے اور بزرگوں اور فلاسفروں کے اقوال نوک زبان تھے، اسی نسبت سے خود کو گنج نبات مشہور کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے عقل و علم اور دولت تمام نعائم جو زندگی کو گوارا اور دل فریب بنا سکتے ہیں آپ کو عطا کر رکھے تھے۔

حضرت سلطان المشائخ کو جو یہ اطلاع پہنچی کہ بنگال میں ایک شخص علاؤالدین ہے۔ جو بہت بڑا امیر و عالم ہے اور خود کو "گنج ثبات" مشہور کر رکھا ہے، تو بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ بارِ الٰہا تو اس کی زبان گنگ کر دے، دعا اور حضرت سلطان المشائخ کی دعا، بھلا خالی جانے والی تھی، ادھر زبانِ مبارک سے یہ الفاظ نکلے ادھر شیخ علاؤالدین کی زبان بند و گنگ ہو گئی، اس کے باوجود غرور و تکبر کا وہی عالم تھا دولت و امارت اور علم و فضل کی رعونت نے اب بھی وہی رنگ پیدا کر رکھا تھا۔

تکبر نخوت و غرور کا عجز و شوق

اس کے کچھ ہی مدت بعد حضرت شیخ اخی سراج الدین بدایونی بنگال پہنچ گئے آپ نے جو سنا کہ دہلی سے ایک بزرگ تشریف لائے ہیں تو گو غرور و نخوت، حاضری کی اجازت نہ دیتے تھے، مگر تکلیف و معذوری بری بلائیں ہوتی ہیں ملنے کے لئے بے قرار ہو گئے، حضرت نے اس بے قراری کو نورِ باطن سے محسوس کر کے خود ہی جانے کا ارادہ کر لیا، یہ اپنے دیوان خانے میں بڑے طنطنہ و طمطراق کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، کہ حضرت معمولی لباس میں ادھر ٹہلتے ہوئے آ نکلے اور اندر پہنچ گئے، آنکھیں کا چار ہونا تھا کہ آپ کے دل کی دنیا بدل گئی، اللہ تعالیٰ کا فضل کسی اہلیت و قابلیت پر منحصر نہیں ہے اور نہ اس کے لئے نیکی و نیکوکاری کی ضرورت ہے سب اس کے بندے ہیں، جب وہ نوازنے پر آتا ہے تو بڑے بڑے راندہ درگاہ، مقرب بارگاہ بن جاتے ہیں۔ آپ کا غرور و تکبر آپ کو دوزخ کی طرف کھینچ رہا تھا کہ اللہ کے نزدیک یہ بڑے خوفناک گناہ ہیں مگر اس کے فضل و کرم نے آپ کو کھینچ کر فردوس بریں ہی کا مستحق نہیں کیا بلکہ مقربین بارگاہ میں جگہ دی فوراً تخت سے اتر کر دوڑے

اور دوڑ کر قدم لے لئے اور زمین پر بیٹھ گئے۔

حضرت شیخ اخی سراج الدین کو بھی اتنے بڑے مغرور امیر کی یہ مسکینی و خاکساری بھا گئی ادھر آپ نے توبہ کی اور مرید ہونے کی خواہش ظاہر کی، ادھر شیخ نے دعا کی دعا کے ساتھ ...... آپ کی زبان بھی کھل گئی، مرید ہونے کے ساتھ ہی آپ کی حالت میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو گیا اور یہ ہونا چاہیئے تھا، کہ ایک ولی کامل کی نظر پارس کا اثر رکھتی ہے، جس سے مس ہو گئی اسے کندن بنا دیا، آپ نے اسی وقت شیخ سے استدعا کی کہ میں رسمی مرید نہیں ہوا ہوں، اب تک دنیا اور دنیا کی دلفریبیوں میں بہت مبتلا رہا ہوں اور ہر قسم کے عیش اٹھا لئے ہیں، اب دنیا سے دل سرد ہو چکا ہے، چاہتا ہوں کہ مجھے باطنی علوم سے بہرہ ور بنایا جائے اور خدام خاص کے زمرے میں شامل کر لیا جائے۔

مجاہدات وعبادات

آپ کی یہ استدعا اسی وقت منظور ہو گئی اور حضرت شیخ اخی نے تعلیم عبادات و مجاہدات کا حکم دیا، اس کے بعد ایک مدت تک آپ مجاہدات و ریاضات میں مصروف رہے اور وہ بھی اس شان کے ساتھ کہ ایک دنیا انگشت بدنداں رہ گئی دنیا والے دیکھتے تھے کہ وہ ناز پروردہ امیرزادہ جو غرور علم و امارت میں لوگوں سے بات کرنا ذلت سمجھتا تھا اور جو پھولوں کی سیج پہ سوتا اور شاہانہ زندگی بسر کرتا تھا، اب وہ رات دن عبادت و نوافل میں مصروف ہے، دن بھر روزہ رکھتا ہے اور رات بھر بیدار رہ کر سخت سے سخت محنتیں کرتا ہے، دربدر خوش ہے۔ گھر میں دولت کا کوئی شمار نہ تھا مرید ہوتے ہی یہ تمام دولت راہ خداوندی میں لٹا کر فقیر ہو گئے شیخ کی خدمت

ہوتی تھی اس سے انھیں گرد و نواح کے سفر بھی کرنے پڑتے تھے، آپ ان سفروں میں شیخ کے ساتھ رہتے خادم کھانے کی گرم دیگ آپ کے سر پر رکھ دیا تھا اور آپ اسے لئے لئے پھرتے جس سے آپ کے سر کے بال اڑ گئے تھے، شیخ کی سواری کے ساتھ بالعموم برہنہ پا ہی رہتے اور پیدل چلتے، آپ کے تمام اقربا و اعزا، رئیس شہر اور دولت مند تھے، اکثر ایسا ہوا ہے کہ وہ راستے میں آپ کو مل گئے ہیں، مگر آپ کو پرواہ بھی نہ ہوتی تھی، کہ میں کس حالت میں ہوں اور کس رنگ میں ہوں وہ آپ کو دیکھ کر ہنستے بھی تھے اور ایک دو دفعہ طعن بھی کر دیتے تھے، لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ عیش و سرور کی زندگی ترک کر کے یہ فقر و اذیت کی زندگی بسر کی ہے، لیکن آپ کو نہ کچھ شرم محسوس ہوتی اور نہ پروا کرتے تھے، آخر ان مجاہدانہ خدمتوں، ریاضتوں اور شیخ کی توجہ نے آپ کو مرتبہ کمال پر پہنچا دیا اور ابدال وقت ہوئے۔

فیض عام اور سلطانی مخالفت

شیخ کے بعد جب آپ سجادہ نشین ہوئے ہیں تو رجوعات خلق کی کوئی حد نہ تھی، ہر طرف سے مخلوق خدا آپ کی طرف کھنچی چلی آتی تھی ایک دریائے ذخار تھا جو چڑھا ہی چلا رہا تھا، آپ نے ایک شاندار اور عظیم الشان خانقاہ تعمیر کرائی، فلک بوس مسجد بنی، مدرسہ کھلا اور ایک وسیع لنگر خانہ جاری ہوا آپ کی خانقاہ میں مریدوں شاگردوں، مسافروں اور طالب علموں کا ہر وقت ہجوم رہتا تھا، لنگر خانہ کا خرچ ہزار روپے ماہوار تھا، دونوں وقت بے شمار فقرا و مساکین، طلبا و مسافرین شکم سیر ہو کر کھانا کھاتے تھے، اور جو آتا ہر وقت اسے کھانا ملتا تھا۔

اس کے علاوہ آپ کسی کے سوال کو رد نہ کرتے تھے، اور جو کوئی کچھ مانگتا تھا

بلاتامل عطا فرما دیتے تھے، سلطان کو جو خبر ہوئی اور اس نے دیکھا تو اسے یہ طمطراق اور یہ مصارف دیکھ کر گونہ حسد پیدا ہوا، اور کہا کہ میں سلطنت اور خزائن سلطنت کا مالک ہونے کے باوجود بھی اس خرچ کا متحمل نہیں ہو سکتا اس کے سامنے تو میرے مصارف بھی ہیچ ہیں، جس کا اتنا خرچ، ایسی شان اور یہ طنطنہ ہو اس کا تو دارالسلطنت کے قرب میں بھی رہنا مصلحت کے خلاف ہے، چنانچہ اس نے وزراء کے مشورہ سے آپ کو شہر چھوڑ کر کسی اور جگہ جانے کا مشورہ دے دیا اور آپ پنڈوہ علاقہ لکھنوتی سے اٹھ کر سنار گاؤں چلے گئے، اور وہاں پہنچتے ہی حکم دیدیا کہ آج سے تمام مصارف دُگنے کر دیے جائیں۔

آبائی جائداد میں آپ کے پاس صرف دو وسیع اور عظیم الشان باغ رہ گئے تھے، جن کی آمدنی صرف آٹھ ہزار تھی اور مصارف لاکھوں پر پہنچے تھے سنار گاؤں میں فتوح کی آمد کبھی بند ہو چکی تھی اور یہ تمام مصارف خزانۂ غیب سے پورے ہوتے تھے، سنار گاؤں میں آپ صرف دو برس رہے۔

یہ عظمت تھی کہ سید اشرف جہانگیری ترک سلطنت کرکے بہ رہبری حضرت خضرؑ آپ کے پاس پہنچے اور "جہانگیری" خطاب حاصل کرکے مرتبۂ کمال پر فائز ہوئے، شیخ نصیر الدین مانک پوری بھی آپ ہی کے خلیفہ تھے اور آپ کے فرزند نور الدین قطب عالم بھی آپ ہی کے کرم و توجہ سے عارف بنے۔ ۸۰۰ھ میں وصال ہوا۔"

حضرت شیخ

محمد میاں میر بالا پیر قادری

رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ محمد میر ہندوستان میں میاں میر بالا پیر کے نام سے مشہور ہیں اور سلسلہ قادریہ کے ایک نہایت با عظمت بزرگ تھے، ہندوستان کے مشاہیر اور جلیل القدر اولیا میں آپ کا شمار ہوتا تھا، حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظمؓ کی اولاد میں سے تھے، آپ کے والد گرامی بھی بہت بڑے بزرگ تھے، جو آپ کو سات ہی برس کا چھوڑ کر راہی ملک بقا ہوئے اور آپ کی تربیت و تعلیم کا بار آپ کی والدہ محترمہ بی بی فاطمہ کے نازک دوش پر پڑا اور حق یہ ہے کہ دیگر بزرگان ملت کی ماؤں کی طرح انھوں نے بھی آپ کو لائق یگانہ روزگار بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا، سیوستان کے رہنے والے تھے اور وہیں ۹۵۷ھ میں پیدا ہوئے، تحصیل علم میں تو اسی وقت سے لگا دئیے گئے تھے جب کہ آپ نے پانچویں سال میں قدم رکھا تھا، اس کے بعد آپ نے اپنے شوق کو جاری رکھا اور تیرہ برس میں آپ علوم ظاہری سے فارغ ہو گئے تھے اور تفسیر و حدیث اور فقہ و ریاضی میں درجہ کمال حاصل کر لیا تھا چونکہ بہت ذہین اور بہت محنتی تھے اور آپ کی والدہ گرامی آپ کی برابر حوصلہ افزائی کرتی رہتی تھیں،

اس لیے نسبتاً ایک قلیل وقفہ مدت ہی میں عالم ہو گئے اور سند فضیلت حاصل کرلی، تکمیل علوم ظاہری کے بعد آپ کوہ سیوستان پر چلے گئے۔

وہاں حضرت شاہ خضرؒ سیوستانی ایک بہت بڑے بزرگ اور شیخ وقت تھے، آپ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے مرید ہو گئے، انھوں نے آپ کی تعلیم شروع کردی، ایک مدت میں آپ ان کی توجہ سے مرتبہ کمال پر فائز ہو گئے، جب مرشد گرامی نے آپ کو مطلع الفار بنا دیا تو خرقۂ خلافت عطا کر کے آپ کو لاہور متعین کردیا۔

عظمت و بزرگی

بہت بڑے عابد اور مستغرق بزرگ تھے ہمیشہ روزہ دار رہتے اور رات بھر عبادت و نوافل میں مشغول رہتے زندگی فقر و فاقہ میں بسر ہوتی تھی، شہزادہ دارا شکوہ کے بیان کے مطابق ایک دفعہ آپ کے بھائی سیوستان سے آپ سے ملنے کے لیے آئے، اس روز آپ کے پاس کچھ بھی نہ تھا، آپ بھائی کو حجرہ میں بٹھا کر باغ میں آئے، وضو کیا دو رکعت نماز نفل ادا کی، اور دعا کی، بار الٰہا! میں بے کس و بے یار ہوں، تیرے سوا میرا کوئی یار و مددگار نہیں ہے، مہمان آیا ہوا بیٹھا ہے اور میرے پاس ایک پائی بھی نہیں ہے تو ہی میری لاج رکھنے والا ہے،

ابھی آپ دعا میں مشغول ہی تھے کہ خادم نے آکر عرض کی کہ ایک شخص ایک خوان لئے دروازہ پر کھڑا ہے، آپ نے جا کر خوان لیا، دیکھا تو اس میں کچھ نقدی اور کچھ کھانا ہے اس کے بعد خوان لانے والے نے عرض کی آپ نے جو خواہش کی تھی پوری کردی گئی ہے اب جو کچھ ضرورت ہو وہ بھی بیان فرمادیجئے آپ نے اُسے تو واپس کردیا، دو شکر کا شکرادا

کیا اور اپنے بھائی کے ساتھ بل کر دہ کھانا کھایا، واقعی اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کی تمام ضرورتیں پوری کرتا ہے۔

آپ کے ایک خادم نور محمد کا بیان ہے کہ ایک روز آپ حجرہ کے اوپر تشریف فرما تھے کہ آپ نے کہا کہ نعلین اور پانی میرے پاس لاکر رکھ دو اور جاکر سو رہو، نور محمد نے نعلین تو لاکر رکھ دیں، مگر پانی رکھنا بھول گئے ابھی ایک پہر رات باقی تھی کہ نور محمد کی آنکھ کھلی یاد آیا کہ پانی رکھنا بھول گیا ہوں، وضو کی تکلیف ہوگی، گھبرا کر اٹھے اور پانی رکھنے کے لئے اوپر پہنچے، وہاں جاکر دیکھا تو آپ کو موجود نہ پایا سمجھے کہ شاید رفع حاجت کے لئے گئے ہوں گے، تھوڑی دیر انتظار کر کے آواز دی تو نہ کوئی اشارہ پایا اور نہ سانس کی آواز آئی، تو پریشان ہوئے، چراغ جلا کر بالائی منزل میں پہنچے اور غور سے دیکھا، اِدھر اُدھر ڈھونڈا مگر کوئی پتہ نہ چلا، حیران تھے کہ یہ وقت تو باہر جانے کا نہیں ہے اس وقت کہاں تشریف لے جاسکتے ہیں، مجبور ہو کر نیچے چلے آئے، مگر نیند نہ آئی اتنے میں پو پھٹی اور آپ نے اوپر سے آواز دی کہ نور محمد پانی رکھنا بھول گئے ہو، وضو کرنا ہے جلد پانی لاؤ۔ بھاگ تو رہے ہی تھے فوراً پانی لے کر پہنچے اور دفور حیرت واستعجاب میں پوچھا کہ آپ یہاں تو تشریف نہ رکھتے تھے، فرمایا دیکھو کسی سے ذکر نہ کرنا، میں غارِ حرا عبادت کے لئے گیا تھا، کہ یہ بہت بڑا ثواب ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کا مرتبہ کتنا بلند تھا اور آپ کس عظمت وطنطنہ کے بزرگ تھے۔

مغل شہنشاہ شاہجہاں کی حاضری

شاہ جہاں لاہور آیا تو وہ [illegible] زیارت اور قدمبوسی کے لئے [illegible] حاضر ہوا۔ جمعہ کا روز تھا اور صبح کا وقت! حاضر ہوتے ہی اس نے پچاس ہزار روپیہ [illegible]

نذرانہ پیش کیا، پر آپ نے قبول نہ فرمایا، عرض کی خانقاہ والوں میں تقسیم کر دیجئے۔ فرمایا سلطنت والوں کا مال مشکوک ہوتا ہے، جب میں اسے اپنے لئے لینا گوارا نہیں کرتا تو دوسرے مسلمانوں کے لئے کیوں کر گوارا کر سکتا ہوں، شاہجہاں مجبور ہو گیا اور وہاں سے اٹھ کر لاہور میں ایک اور بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہی نذر پیش کی انھوں نے قبول کر لی، دوسرے جمعہ کو شاہجہاں پھر حاضر ہوئے اور عرض کی کہ فلاں بزرگ نے تو میری نذر قبول کر لی، مگر آپ نے انکار کر دیا۔ فرمایا بادشاہ! میرے اور ان کے درمیان بہت بڑا فرق ہے، وہ دریا ہیں اور میں کوزہ ہوں، اور کوزہ تو ایک ناخن کے پڑنے سے بھی مکروہ ہو جاتا ہے" یہاں سے اٹھ کر شاہ جہاں پھر ان بزرگ کے یہاں گئے، جنھوں نے نذر قبول کر لی تھی، پوچھا یہ فرمائیے کہ اس میں کیا اسرار ہے، کہ میری نذر حضرت میاں میر نے تو قبول نہ کی، مگر آپ نے اسے لے لیا فرمایا یہ کوئی اسرار آمیز امر نہیں ہے، بات یہ ہے کہ حضرت میاں میر کا اتقاء بہت بڑھا ہوا ہے، یہ ہے اسلام اور یہ ہے عظمت کہ دونوں بزرگ ایک ہی شہر میں رہتے ہیں اور سلطانِ وقت دونوں سے ایک دوسرے کے متعلق سوال کرتا ہے، مگر دونوں وہ جواب دیتے ہیں جو آج ہمارے زعماء و عظماء و علماء کے لئے چند ہزار عبرت و موعظت کا سبق بن سکتا ہے، کوئی کسی کی تنقیص تو کجا دوسرے کو اپنے سے کہیں بڑھ کر ثابت کرتا ہے، حقیقت یہی ہے کہ تصوف میں نفسانیت تو فنا ہو کر رہ جاتی ہے۔

مجتہد ایران کی بدحواسی کے ساتھ واپسی

جہانگیر نے نور جہاں سے ایک مرتبہ بحث کرتے ہوئے کہا در جاناں مال دارم نہ کہ ایمان" نور جہاں نے کہا "میرا مسلک اثنائے عشری

صحیح لیکن افراط و تفریط سے پاک ہے، اس لئے میں نے عرض کیا کہ آپ بھی اس کو قبول فرمالیں، جہانگیر نے جواب دیا " ملکہ عالم ہم اسی طرح مطمئن ہیں " تو نور جہاں نے کہا مشہد مقدس سے مجتہد بلوا کر سنی علماء سے مباحثہ کرا دیجئے۔

چنانچہ ایک یگانۂ روزگار مجتہد کی طلبی کے لیے لکھ دیا گیا اور نور جہاں کے اشارہ پر صوبہ داروں کے نام فرمان صادر ہوئے کہ مجتہد کا شاندار استقبال ہو اعلما اور فقراء شہر اس استقبال میں شریک ہوں اور پوری تعظیم و تکریم کی جائے، اس فرمان کے مطابق وہ جس شہر سے گذرے وہاں پُرشکوہ استقبال ہوا، لاہور کے قریب پہنچے تو صوبے دار لاہور نے حاضر ہو کر کہا کہ صبح مجتہد صاحب آرہے ہیں آپ کو بھی استقبال میں شریک ہونا چاہیے۔

فرمایا! فقیر کو تو معاف ہی رکھیے، صوبے دار بولا، بادشاہ کا حکم ہے اگر نور جہاں کو خبر ہو گئی تو عتاب نازل ہوگا اور میں بھی اس کا شکار ہو جاؤں گا، مناسب ہے کہ آپ ضرور شرکت فرمائیں، آپ نے مصلحتاً منظور کر لیا، صبح مجتہد صاحب کی نظر جو آپ پر پڑی تو یکایک متاثر ہو گئے اور کہنے لگے کہ مجھے آپ ہی کی خانقاہ کے قریب ٹھہرائیے عوام کی خواہش پر آپ مجتہد صاحب کے پاس پہنچے اور کہا کہ اہل لاہور اور یہ فقیر خود آپ کے وعظ کی سماعت کا مشتاق و آرزومند ہے، مجتہد صاحب نے آپ کی بہت تعظیم کی اور رضامند ہو گئے، اور ایک بے پناہ ہجوم کے سامنے تقریر کرتے ہوئے اہل بیت اطہار کی ستائش کے بعد ذکر کربلائے معلےٰ پر فرمایا :-

" اللہ تعالےٰ نے اس زمین کو وہ عظمت عطا کی ہے کہ اس کے بارہ کوس تک اور دیگر دیسے والوں پر آتش دوزخ حرام ہے " یہ سن کر آپ نے سر اٹھایا اور بلند آواز سے فرمایا

حاضرین! کربلا کی عظمت کی وجہ یہ ہے کہ وہاں رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نواسے آسودہ ہیں، اب غور کیجیے، جہاں خود سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم آسودہ ہیں اور معہ اپنے دو یاروں کے ایک ہی حجرے میں آسودہ ہیں، اس جگہ کے متعلق اگر یہ کہہ دیا جائے کہ اس کے گرد کی دو دو سو کوس کی آبادیوں کے بسنے والوں پہ آتش دوزخ حرام ہے، تو بالکل صحیح ہوگا۔"

یہ سنتے ہی مجتہد صاحب دم بخود ہو گئے، کسلمندی کا عذر کر کے اسی وقت اپنی فرودگاہ پر آئے اور صوبیدار سے کہا کہ آپ بادشاہ کو لکھ دیجیے کہ میں واپس جا رہا ہوں مجھے ہندوستان کی آب و ہوا موافق نہیں آئی اور اپنے ایک ہمراہی امیر کے استفسار پر کہنے لگے کہ اس کیفیت کو دیکھ ہی چکے ہو جو اس فقیر نے کہا، حالانکہ اسے اپنی مشغولیت ہی سے فرصت نہیں ہے، پھر ان علماء ہند سے کیونکر خلاصی کر سکوں گا، جو مہینوں سے مباحثہ کی تیاری کر رہے ہیں۔" بہر کیف یہ جو کچھ تھا سب آپ کا تصرف تھا اس طرح آپ نے ہندوستان اور ہندوستان کی سلطنت اسلامیہ کو ایک فتنہ عظیم سے بچا لیا۔

تصرفات و کرامات

ایک عالم ملا سنگی آپ کی خدمت میں رہتے تھے، ایک روز فرمایا مدت ہو گئی اب تم وطن ہو آؤ، ناچار روانہ ہوئے۔ قریب پہنچ کر دیکھا کہ شادی کا ہنگامہ ہے لوگوں نے کہا ملا سنگی کی اہلیہ کا عقد ہے کہ وہ بیس برس سے غائب ہیں اور ان کے مرنے کی خبر آچکی ہے، آخر لوگوں نے انھیں پہچان لیا اور وہ ہنگامہ درہم برہم ہو گیا ایک عرصہ کے بعد واپس گئے تو دیکھتے ہی فرمایا ملا صاحب ایک ساعت بھی دیر کرتے تو مشکل ہو جاتی۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ میری کنیز گم ہو گئی ہے فرمایا، جا گھر موجود ہے، گھر پہنچا، تو اس نے بتلایا کہ میں بہت دور چلی گئی تھی، ابھی ابھی کسی نے میرا بازو پکڑ کے مجھے یہاں پہنچا دیا، مجھے خود حیرت ہے کہ میں اتنے فاصلے پر سے یہاں چند لمحوں میں کیوں کر آ گئی۔

جہانگیر کشمیر ہی میں تھا کہ کسی نے شکایت کی کہ شاہ باقی باللہ کے خلیفہ مرزا حسام الدین اور شیخ الٰہی دونوں سلطنت کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں، جہانگیر نے غضبناک ہو کر ان کی طلبی کے احکام صادر کر دئے، چنانچہ دونوں بعزم کشمیر لاہور پہنچے اور حضرت میاں میرؒ سے ملے، دونوں پریشان تھے، حضرت میاں میر نے فرمایا آپ گھبرائیے نہیں آپ کو کشمیر جانا نہ پڑے گا۔ چنانچہ چوتھے ہی روز جہانگیر کے انتقال کی خبر آگئی اور انہیں نہ جانا پڑا۔

آپ کے ایک مرید محمد فاضل کا لڑکا جو مرا تو فرمایا غم نہ کر تیری بیوی کو حمل ہے، چنانچہ لڑکا پیدا ہوا اور آپ ہی نے اس کا نام محمد افضل رکھا، فرمایا لڑکی ہونیوالی تھی میں نے تین بار دعا کی، جس پر اللہ تعالیٰ نے تجھے لڑکا عطا کیا۔

آپ کا دم کیا ہوا پانی کتنے ہی سخت و شدید بیمار کو پلایا جاتا، اسے ضرور صحت ہو جاتی، باغ زین خاں میں ایک شکاری نے قمری کے غلہ مارا اور وہ مر گئی۔ جسے چھوڑ کر وہ چلا گیا آپ نے اسے اٹھا کر ہاتھ جو پھیرا تو وہ زندہ ہو گئی، وہ پھر لوٹا اور آپ کے منع کرنے پر بھی غلہ مارا، اسی وقت وہ درد سے تڑپنے لگا، فرمایا یہ تیری بے دردی کا ثمرہ ہے، بڑی منت کی تو صحت ہوئی اور مرید ہو کر مرتبہ پایا۔ راجہ رنجیت سنگھ نے امرتسر میں دربار صاحب کی تعمیر کے لئے لاہور کی شاہی عمارتوں کو اجاڑنا شروع کیا تو وہ آپ کے مقبرے کے انہدام کے لئے بھی آیا کہ یہ دارا شکوہ کا بنوایا ہوا تھا۔ جس وقت اس نے کھڑے ہو کر معماروں کو انہدام کا حکم دیا ہی، اسی وقت گھوڑا بگڑا، اور وہ گرا، عجلت سے اٹھا اور ہنس کر کہنے لگا کہ یہ بادہ کے میر کا مقبرہ ہی، اسے نہ چھیڑا، اور چھ سو روپیہ مصارف اس کے لئے مقرر کر دئے، ۱۰۴۵ھ میں بعمر ۸۸ سال انتقال ہوا۔ مزار چھاؤنی لاہور ہے۔

اولیاء اللہؒ کے سوانح حیات میں ارباب بصیرت کے لئے ہزارہا نصائح موجود ہیں اگر کوئی ان سے نصیحت حاصل کرے۔

نجم الاولیاء حضرت شیخ

جمال الدین ہانسوی

رحمتہ اللہ علیہ

ملتان کے نواحی ریگستانی جنگلوں میں جہاں آفتاب کی حرارت سے ہر ذرہ شعلہ نار بنا ہوا ہے، جہاں گرم ہواؤں کے جھونکے آئندہ روندہ کے چہروں کو جھلسا رہے ہیں۔ جہاں دوپہر کے وقت وحوش وطیور میلوں تک نظر نہیں آتے ایک پراگندہ حال، ژولیدہ بال، انسان سال بھر سے کشمکش موت وحیات میں گرفتار مصروف نالہ و فریاد ہے، جسم کانٹوں کی خراشوں سے لہو لہان ہے، بالوں میں گرد و غبار کا طوفان ہے، پیرہن چاک چاک ہے، سر پر خاک ہے، چہرہ سیاہ ہے، لب پر آہ ہے کبھی جوش دیوانگی میں ملتان کی طرف خاک اڑاتا میلوں تک چلا جاتا ہے، کبھی وحشت خود رفتگی میں ملتان سے کوسوں الٹا پلٹ آتا ہے، جنون وجذب کے عالم میں کبھی جسم کے کپڑے پھاڑتا ہے کبھی ہوش وسلوک کی ترنگوں میں دامن جھاڑتا ہے اور سر نیاز سجدہ میں جھکا دیتا ہے، نہ کوئی پرسان حال ہے نہ کوئی ہم خیال ہے، سنگدل صحرائی و آفاقی لوگ آنکھ بچا کر راہ کترا کر نکل جاتے ہیں، زرد و صورت دیکھ کر رخ بدل جاتے ہیں، مگر یہ متوکل بخدا انسان لا تقنطوا من رحمۃ اللہ کی تلاوت کرتا ہے اور اپنے گرد و پیش دیکھ کر خاموش ہو جاتا ہے، اس تضرع و زاری، اس حالت اشکباری، اس خاکساری کو جب ایک سال کے قریب گزر جاتا ہے تو اس جنگل کی

طرف ایک قافلہ آتا ہے، رات کو اسی صحرا میں قیام کرتا ہے، امیر قافلہ ایک خدا رسیدہ، شب بیدار، یگانۂ روزگار سوداگر ہے شیخ عالم نام ہے، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے میکدہ کا بادہ آشام ہے، رات کے قیام میں اپنے قافلہ کی حفاظت اپنے مولا کی عبادت کرتا ہے، اس کو معلوم ہوتا ہے کہ قریب ہی کہیں جنگل میں کوئی درویش مشغول عبادت مصروف توبہ و استغفار ہے۔

صبح کو شیخ عالم کچھ دیر کے لئے قافلہ کی روانگی ملتوی کر دیتا ہے، اور اس مرد شب زندہ دار کی تلاش میں نکلتا ہے درویش آشفتہ حال کے بالکل قریب پہنچ جاتا ہے اور بے ساختہ چلا اٹھتا ہے اے جمالؒ خدا کے لئے بول کہ یہ تیرا کیا حال ہے؟

درویش پاک باطن چیخ مارتا ہے اور شیخ عالم کو چمٹ جاتا ہے، اسی خود رفتگی میں ہائے بابا فرید کہتا ہے اور بے ہوش ہو کر شیخ عالم کے قدموں پر گر جاتا ہے دونوں پیر بھائی بغلگیر ہو کر روتے ہیں، چند سانسیں گزرنے کے بعد درویش آشفتہ حال شیخ عالم سوداگر سے کہتا ہے کہ بابا جس وقت شیخ الشیوخ کے دربار میں باریابی ہو تو میری جانب سے اتنا عرض کر دینا:-

حضرتِ گنج شکر قطب زماں قطبِ زمیں
چشمِ رحمت بکشا جانب درویش بہ بیں

شیخ عالم سوداگر جمال ہانسویؒ کو خدا حافظ کہ کے روانہ ہو جاتا ہے اور سیدھا پاک پٹن شریف پہنچکر خانقاہ معلی حضرت شیخ الشیوخ عالم بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ میں حاضر ہوتا ہے، دیکھتا ہے کہ حضرت شیخ وضو فرما رہے ہیں، عارف کرمانہ کے مطابق شیخ عالم کی مزاج پرسی کی۔ تمام حالاتِ سفر دریافت فرمائے، استفسار کیا کس کس شہر قریب سے گزرنا ہوا، کس کس درویش سے ملاقات کی۔ کیا کیا حادثات پیش آئے، شیخ عالم نے حضرت

پیرومرشد کی نگاہِ شفقت آمیز کو جب ملتفت پایا، جلد جلد اپنے سفر کے تمام واقعات بیان کرتے ہوئے عرض کیا:- پیرومرشد فلاں نواح فلاں جنگل میں جو ملتان کے قریب ہے آپ کے غلام نے آپ کے محبوب خاص جمال الدینؒ کو اس حالتِ زار میں دیکھا ہے کہ تمام رات مجھے دم بھر کو چین نہیں آیا ہے۔ کھانا پینا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ یہ جی چاہتا ہے کہ کپڑے پھاڑ ڈالوں، سرکار قطب بابا کا صدقہ غریب نوازؒ کا واسطہ جمال ہانسویؒ کی جانب چشمِ التفات فرمایئے۔

غرض شیخ عالم سوداگر نے اس سوز و گداز کے ساتھ جمال ہانسویؒ کی پریشاں حالی کا افسانہ بیان کیا کہ حضرت شیخ الشیوخ عالمؒ نے حاضرین محفل کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگوں نے جمال ہانسویؒ کا حال سنا، ہماری رائے میں اس کو اپنے کئے کی سزا مل گئی اور بہت عرصہ تک وہ اس زبوں حالی میں مبتلا رہا اچھا ہماری طرف سے دو سطری رقعہ اس کو لکھو، اور کوئی شخص ہمارا رقعہ اس کو اس کے مقام پہلے جاکر پہنچادے، چنانچہ حضرت فرید الملتؒ نے صرف یہ رباعی رقعہ میں تحریر کرائی اور رقعہ ایک بزرگ لے گئے۔

رباعی بزبانِ حضرتِ گنج شکرؒ

رو گرد جہاں بگرد و پا آبلہ کن — گر ہمچو منی یابی دمارا گلہ کن!
یک صبح با خلاص بیا بر درِ ما — گر کار تو بر نیارد آنگاہ گلہ کن

جس وقت حضرت شیخ الشیوخ عالم بابا فریدؒ کا یہ والا نامہ جمال ہانسویؒ کو ملا، آپ نے کلیجہ سے لگایا، آنکھوں سے چوما۔ دل میں انبساطِ روحانی، آنکھوں میں تجلی ایمانی پیدا ہوئی پیادہ پا اجودھن شریف کو روانہ ہوئے، پیرومرشد کی زیارت کی، قدموں پر سر رکھ کر چیخیں مارنا شروع کر دیں۔ ہچکیاں بندھ گئیں اور بے ہوش ہوگئے۔ محبوب نے محب روحانی کے

قدم سے اس وقت تک سر نہ اٹھایا، جب تک حضرت شیخ الشیوخ العالم قدس سرہٗ نے اپنے دست شفقت سے جمال ہانسوی کو خود نہ اٹھایا، فرط رافت و رحمت سے باوا صاحبؒ نے جمال کو اٹھا کر سینہ سے لگایا اور تمام علوم سینہ جو جمال کے سینے سے محو کر دیے تھے، سینہ بسینہ واپس کر دیے۔ بلکہ اور مزید خزائن معرفت بھی عطا کیے گئے مثل مشہور ہے۔ نزدیکاں را بیش بود حیرانی ع

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

حضرت جمال الدین ہانسوی کو جس سخت امتحانی دور سے گزرنا پڑا، اس کی مشکلات مختصر الفاظ میں حضرت کی سیرت کے ساتھ ملاحظہ ہوں:۔

حضرت قطب العالم شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ جو بہ عطائے حضرت باوا صاحبؒ اپنی حیات ہی میں قطب ہانسوی، قطب جمال ہانسوی، قطب عالم کے معزز و مفتخر خطابات کے ساتھ مشہور ہو گئے تھے۔

حضرت سیدنا امام الائمہ سراج الملۃ ابو حنیفہ امام اعظم کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد امجاد سے ہیں۔ تمام منازل علوم فقر و عرفان سے گزر کر تقرب الٰہی کی منزل میں قدم رکھا، حضرت فرید الملت والدین رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ جمال صورت و کمال سیرت میں آپ یکتائے زمانہ تھے، حضرت باوا صاحبؒ کا روحانی علاقہ آپکے ساتھ اس قدر مستحکم تھا کہ دہلی سے واپس ہو کر آپ نے حضرت جمال ہانسویؒ کی خاطر بارہ سال تک ہانسی میں سکونت اختیار فرمائی۔ اکثر ارشاد ہوتا کہ شیخ جملہ جمال ماست، کبھی فرمایا جاتا جمال ہیچو ہاہم کہ گرد سر تو بگردم، یہ کمال محبت و شفقت حضرت جمال کی روحانی معراج تھی۔

حضرت شیوخ الشیوخ العالم سیدنا شکر گنج اور حضرت خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی باہم گہر

جس طرح علوم و معرفت میں ایک جان دو قالب تھے اسی طرح محبت فی اللہ میں دونوں باہم گر شیر و شکر تھے، یگانگت دوستی کے روابط اس درجہ ترقی پذیر تھے کہ دونوں اولیاء کاملین ایک دوسرے کے مسکن پر آمد و رفت بھی رکھتے تھے۔ حضرت خواجہ ملتانی جب اجودھن تشریف فرما ہوتے تو آپ کی نگاہِ التفات جمال ہانسوی پر زیادہ رہتی۔ جس طرح باوا صاحبؒ جمال کو محبوب رکھتے اسی طرح حضرت خواجہ ملتانی بھی جمالؒ کو محبوب سمجھتے، اس محبت کا اثر یہ ہوا کہ حضرتؒ نے ملتان سے حضرت باباصاحبؒ کو خط لکھا اور خط میں خواہش ظاہر کی کہ جمال کو میرے پاس ملتان بھیج دیجئے حضرت شیخ نے جواب تحریر فرمایا۔ جمال الدین جمالِ ماست، دکسے شخص جمال خویش بدیگرے نمی دہد۔ اس عبارت کے دیکھنے کے بعد حضرت خواجہ کو مایوسی ہوئی اور آپ نے روحانی توجہ سے جمال ہانسویؒ کے قلب میں شورشِ اضطراب پیدا کر دی اور حیاتِ قلب کو اپنی طرف مائل کر لیا حضرت جمال ہانسویؒ نے مضطربانہ انداز میں حضرت شیخ سے ملتان جانے کی اجازت ناوقت چاہی اس وقت تو حضرت شیخ العالم نے سکوت اختیار کیا، لیکن جب چند بار باصرار جمالؒ نے ملتان جانے کی تمنا ظاہر کی تو حضرت صاحبؒ کو جلال آگیا، حالتِ غیض میں ارشاد فرمایا "برو روئے خود سیاہ کن" یہ الفاظ حضرت شیخ کی زبان سے نکلے ہی تھے کہ قیامت آگئی۔ حضرت جمال کا جمالِ صورت اور کمالِ معرفت دونوں سلب ہو گئے چہرہ سیاہ تر ہو گیا اور سینہ سے خزینۂ عرفان گم ہو گیا۔ حضرت شیخ نے اسی جلال کی حالت میں جمال ہانسویؒ کو خانقاہ شریف سے نکلوا دیا اور حاضرین کو حکم دیا کہ خبردار کوئی شخص ہم سے جمال کی سفارش نہ کرے۔ تمام حاضرین کیا در و دیوار حضرت شیخ کے جلال سے لرزہ براندام تھے، کس کو جرأتِ دم زدن

ہو سکتی تھی۔ حضرت جمال باں روئے سیاہ، دحالِ تباہ بجائے اس کے کہ ملتان جائیں ایک سال تک صحرا بصحرا ملتان کے گرد و پیش حالتِ جنون و خود رفتگی میں دشت پیمائی کرتے رہے، اپنے وجود سے بالکل بے خبر تھے یہاں تک کہ سوداگر شیخ عالم مرید حضرت شیخ الشیوخ عالم علیہ الرحمتہ نے حضرت جمالؒ کو پالیا اور حضرت شیخؒ سے عفو تقصیرات کی درخواست کی اور جیسا کہ تحریر کیا گیا پہلے سے زیادہ انعام و عطایا سے فیضیاب ہوئے، خصوصی امتیاز جو حضرتِ جمال کو عطا ہوا اور وہ یہ تھا کہ ہانسی کی ولایت کے لیے قطب بنا کر آپ ہانسی روانہ کیے گئے، قطب عالم و قطب ہانسی آپ کو خطاب عطا کیے۔ حضرت شیخ الشیوخ العالمؒ جس بزرگ و مرید کو خلافت کی سند عطا فرماتے تو حکم دیا جاتا کہ ہماری خلافت کی توثیق و تصدیق جب تک ہمارے محبوب خلیفہ جمال الدین قطب عالم قطب ہانسوی نہیں کریں گے یہ سند نافع نہ ہوگی، اگر حضرت جمالؒ کبھی کسی سند کی توثیق نہ فرماتے اور صاحبِ سند بابا صاحبؒ کی بارگاہ میں فریادی حاضر ہوتے تو حضور شیخ الشیوخ العالم علیہ الرحمتہ ارشاد فرماتے کہ پارہ کردہ جمال الدین را فرید نتواں دوخت۔"

چنانچہ مخدوم جہاں حضرت سیدنا مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور واقعہ کتاب سیر الاقطاب کے حوالے سے صاحب خزینۃ الاصفیاء نے حضرت مخدوم کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے حوال میں لکھا ہے کہ جب حضرت شیخ الشیوخ عالم علیہ الرحمتہ نے حضرت مخدوم کلیری رحمۃ اللہ علیہ کو مثال خلافت قطبیت دہلی کی عطا فرمائی تو ارشاد فرمایا کہ نورِ نظر صابرؒ دہلی کی حاضری سے پہلے سند لے کر ہمارے جمال الدین ہانسوی کے پاس جانا، اگر وہ سند کی توثیق و تصدیق کر دیں تو دہلی جانا۔ حضرت صابر علیہ الرحمتہ نے تعمیل ارشاد کی۔ اجودھن سے جانب ہانسی روانہ ہوئے، آپ چوڈول پر سوار تھے

اسی طرح خانقاہ حضرت قطب ہانسویؒ تک پہنچے۔

حضرت قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ کو نورِ فراست سے حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری کی اطلاع ہو چکی تھی۔ آپ دروازہ خانقاہ تک استقبال کے لئے تشریف لائے، حضرت مخدوم صابر رحمۃ اللہ علیہ سواری سے نہ اترے اور معہ سواری فرش خانقاہ تک گئے اگرچہ قطب ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کو مہمان عزیز کی یہ ادا محبوب معلوم نہیں ہوئی۔ تاہم آپ نے پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ حضرت صابر صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ کو سواری سے اتار کر اپنا محترم مہمان بنایا۔ اسی اثنار میں مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا، دونوں بزرگوں نے بعد نماز مغرب ادا کی۔ بعد فراغت نماز حضرت مخدوم صابرؒ نے سندِ قطبیت دہلی حضرت جمال ہانسویؒ کے سامنے پیش کی اور دہلی کی روانگی کے لیے رخصت چاہی۔ چونکہ ابھی چراغ خانقاہ میں روشن نہ ہوا تھا اس لیے کسی قدر توقف کیا۔ خادم چراغ لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت مخدومؒ نے سند کا کاغذ کھولا۔ سوئے اتفاق سے تیز ہوا کا جھونکا آیا اور چراغ گل ہو کر اندھیرا ہو گیا، حضرت صابرؒ نے چراغ کی جانب رخ کر کے دم کیا، چراغ فوراً روشن ہو گیا۔ حضرت قطب ہانسیؒ نے جب یہ عجلت پسندی حضرت صابرؒ کی دیکھی، مثالِ خلافت آپ کے ہاتھ سے لے لی۔ اور سند کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور زبان سے فرمایا دہلی غریب آپ کے اس دمِ آتشیں کو برداشت نہ کر سکے گی۔ اگر آپ دہلی کو جلانا چاہتے ہیں تو دہلی تشریف لے جائیے۔ اس موقعہ پر حقیقت یہ ہے کہ جب مجسمۂ شانِ جمال کو جلال آجائے اور وہ مہمان عزیز کی سندِ خلافت کو چاک کر دے تو حضرت صابرؒ تو ہمہ تن شانِ جلال ہی تھے، آپ پر بھی غیض و جلال کا غلبہ ہوا، اور اسی غصہ میں فرمایا کہ جمالؒ آپ نے میری سند کو چاک کر دیا، میں نے آپ کا سلسلہ چاک کر دیا۔

جمال نے دریافت کیا کہ اتنا بتا دو کہ میرا شجرہ آپ نے اوّل یا آخر کس طرف سے چاک کیا۔ فرمایا اوّل سے۔ اتنا کہہ کر حضرت صابرؒ اجودھن لوٹ آئے اور حضرت گنج شکرؒ کی خدمت میں سارا واقعہ سنایا حضرتؒ نے فرمایا، نورِ نظر فرید پارہ کردہ جمال نتواں دوخت اب یہ بتاؤ کہ تم نے اس واقعہ کا ان کو کیا جواب دیا۔ عرض کی کہ میں نے جمال ہانسوی سے کہا، کہ میں نے تمہارا شجرہ چاک کر دیا۔ حضرت گنج شکرؒ نے دریافت کیا، شجرہ تم نے کس طرف سے چاک کیا، عرض کی اوّل سے میں نے ان کا شجرہ چاک کیا۔ حضرت باوا صاحبؒ نے فرمایا کہ "بتر پہلوانانِ دریں خطا میرود" لیکن بڑی خیر ہوگئی کہ تم نے ان کے شجرہ کو ابتداء سے چاک کیا، انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے ایک مرید کی دعا سے شجرۂ جمال درست ہو جائے گا۔

حضرت صابرؒ کے الفاظ کا یہ اثر ہوا کہ حضرت جمالؒ کے بڑے صاحبزادے جو عالم فاضل عارف تھے متقی۔ حضرت کی آخر عمر میں مجنون ہو گئے اور چھوٹے صاحبزادے برہان الدین باوجود حضرت کی تعلیم و تلقین کے صلاحیتِ فخر پیدا نہ کر سکے اور حضرت جمالؒ کے فیوضِ باطنی سے محروم رہے، اور آپ کا شجرہ دونوں صاحبزادوں کو میسّر نہ ہو سکا۔ حضرت جمال ہانسویؒ نہایت رقیق القلب تھے، آپ کے وصال کے بعد معتقدین نے قبر پر گنبد تعمیر کرنا چاہا لوگوں نے دیکھا کہ حضرت کی قبر شق ہوئی اور سوراخ میں سے اتنی بہترین خوشبو مہکنا شروع ہوئی کہ تمام لوگوں کے دماغ معطر ہو گئے اور تعمیر کا کام بند کر دیا گیا۔ وصال ۶۵۹ھ میں ہوا۔